

اے کربلا کی ناک تو اس آسمان کو نہ بھول
لیٹی ہے تجھ پہ لاش جسے گوشہ رسول

تاریخ کربلا

تصحیفِ اعلیٰ

حضرت مولانا قاری محمد امین قادری رضوی مدظلہ العالی
پیشکش بنوریہ ۰ گنج بخش روڈ لاہور

اے کربلا کی خاک تو اس احسان کو نہ بھول
لیٹی ہے تجھ پہ لاشِ حبِ گروِ شہِ رسول

تاریخِ کربلا

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا قاری محمد امین القادری ضروی قدس سرہ

مکتبہ نبویہ • گنج بخش روڈ • لاہور

| | |
|-------------------------|--|
| نام کتاب | تاریخ کربلا |
| موضوع | شہادت امام عالی مقام |
| مصنف | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| بار اول انٹرن ایڈیشن | یکم نومبر ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۳ جولائی 1991ء |
| بار دوم پاکستانی ایڈیشن | یکم نومبر الحرام ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۰-۲۰۰ھ |
| سائز | ۱۶x۲۳/۳۶ |
| حروف ہندی | محمد عالم حق |
| کپڑے تک | عزیز کپڑے شکر آباد |
| ناشر | کتاب خانہ محمد بخش روڈ لاہور |

طابع _____ لاہور

قیمت _____

Ph. 412- 7213580

فہرست مضامین

| صفحہ | موضوعات | صفحہ | موضوعات |
|------|--|------|--|
| 125 | سید تانیف | 17 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 126 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 21 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 129 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 29 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 132 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 37 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 136 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 43 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 139 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 51 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 141 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 54 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 142 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 58 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 147 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 65 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 150 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 71 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 153 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 76 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 157 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 79 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 160 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 85 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 162 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 93 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 163 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 96 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 166 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 97 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 172 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 101 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 172 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 105 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 174 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 111 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 176 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 115 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 178 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | 118 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) |
| 181 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | | |
| 182 | قاری محمد امین القادری الرضوی (مال کاؤں) | | |

حاشیہ نشینان یزید کی نقاب کشائی

تقریرات کلم۔ علامہ اشرف القادری صاحب مدبر اعلیٰ جام نو دہشتہ پور
کچھ عرصہ سے پاک و ہند میں ایسی تحریریں کتابی اور رسائل کی شکل میں پھیلانی
جا رہی ہیں۔ جن میں اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خاندان نبوت اور مدت
سراپا اہل بیت کے خلاف بے سرو پا مواد جمع کر کے دینی تحقیق و تنقید کا منہ چاڑھ
کا کام لیا جا رہا ہے۔ نظریاتی فتنوں کی ایک شکل تو صدیوں سے کام کر رہی تھی جس
میں اہل بیت مصطفیٰ سے تمام افراد کو علیحدہ کر کے صرف پانچ نفوس قدسہ کو مستحق
عنایت سمجھا جانے لگا۔ خاندان نبوت کے اکثر افراد کو مستحق قرار دے کر صرف چند
حضرات کو ہی اس حلقہ میں دھکا دیا۔ پھر جب تک اہل بیت اور خاندان نبوت سے
علحدہ کر دو بزرگان ملت کو سب دشمن کا نشانہ بنالیا جاتا تھا، مدت سرائی اہل بیت کے
فریبہ سے بیکدوش تصور نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس دینی فتنے نے پوری اسلامی تاریخ پر
اپنے نفوس اثرات مرتب کئے اور دوسرا یہ کام اہل اہل بیت اور دیگر بزرگان دین پر
بے جا و اثرات گھڑے اور ہوس نبیٹ فاضی کی تسکین کی گئی۔ ایسے طریقے نے بیک
لوگوں پر زبان درازی کی روایت کا غم کی اور اسلامی دنیا میں مسکنا خانہ انداز تحریر کے
ادواتے کھول دیے۔ اب اس وجہان کو جب حادق عناصر نے اپنی قلموں کی نوک پر
دکھا تو وہ لوگ سالن بن کر اہل ایمان کے جذبات کو مجروح کرتی گئیں۔ خالی شیعوں
نے اپنی چادھانہ تحریروں سے ملت کے ان ایک دل قارئین کے جذبات کو پامان
کرتے ہیں یہی عداوت محسوس نہ تھی جنہیں صحابہ و اول سے عداوت و عقیدت تھی اب
ان کی دوائے عالم عداوت کو خاندانی اہل قلم نے اپنا بیاں اور دو پاک و ہندو اہل بیت
سادات کرام اور خصوصیت سے امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کی ذات کو
نشانہ تسم بنا کر کتابیں لکھتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے قارئین میں ایک لالہ نثار دے

| سلسلہ | عنوانات | سلسلہ | عنوانات |
|-------|--|-------|-----------------------------------|
| 277 | مہرم ۶۱۱ھ کوئی سال کا آغاز | 186 | امام حسن اور ادا حدیث کریمہ |
| 278 | امام حسین کا مقام بیٹہ میں خطبہ | 188 | امام حسن کی خلافت سے دشمنی اور |
| 285 | امام حسین کا دنیا اور کریمہ میں قیام | 191 | امام حسن کی کرامات |
| 287 | امام حسین اور اہل بیت پر پانی بڑھ کر جان | 192 | امام حسن اور کثرت ازواج |
| 288 | امام حسین اور عمر بن سعد کی ملاقات | 199 | امام حسن اور زہرا خاتون |
| 295 | روسی مہرم کے بعد اور واقعات | 199 | حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ |
| 324 | حق و رحمت عالم کو صدمہ | 203 | حضرت امیر معاویہ کے فضائل |
| 325 | واقعات بعد از شہادت | 207 | امیر معاویہ کی طعنت اور وفات |
| 327 | اہلیت کی کریمہ سے کوثر روایت | 208 | حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ |
| 334 | سرافور و بادکن زیاد میں | 212 | حسین بن علی بن ابی طالب و معاویہ |
| 334 | سرافور کی کوثر میں تقسیم | 214 | شہادت امام حسین کی شہرت |
| 335 | سرافور و بادکن زیاد میں | 220 | یزید کا چیلہ کا تذکرہ |
| 335 | اہل بیت کی مدینہ منورہ و انبی | 221 | یزید کا حدیث اور اہل بیت کی روایت |
| 337 | یزید کا چیلہ کا تذکرہ پر حملہ | 229 | یزید کا چیلہ کی فتنہ نشی |
| 342 | یزید کا چیلہ کا تذکرہ پر حملہ | 233 | حضرت امام حسین کی مدینہ سے روانگی |
| 344 | قاصد امام کا صبر و تہمت انجام | 236 | اہل کوثر کے غلو اور وفات کی آمد |
| 351 | فضائل عاشورہ | 238 | امام مسلم کی کوثر و روانگی |
| 354 | عاشورہ اور رسائل ٹوٹی لٹکی لاریں | 239 | حضرت امام مسلم اور ابن زیاد |
| 359 | کچھ اور دو تھیل امام حسین | 241 | حضرت امام مسلم کی شہادت |
| 368 | عاشورہ مہرم اور دھوپ داری | 265 | نفر زعمان امام مسلم کی شہادت |
| 370 | عاشورہ کو کیا کرنا چاہیے | 266 | امام حسین کی مکہ سے کوثر روانگی |
| | مقام حسین اور واقعات کریمہ اور تک | 268 | کریمہ جاننا اور اہل بیت کی عداوت |
| 371 | آبادی کی فتنہ میں | 273 | تاسد امام حضرت عباس کی شہادت |
| 371 | خاندانوں کے فوجی وراثت اور ان کے جہلات | 275 | شہادت امام مسلم کی خبر |

"ابھی حال میں پاکستان سے" معاویہ پرزیدہ" پر ایک کتاب شائع کی گئی ہے جو ہماری نظر سے بھی گزری ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر اس قدر محققانہ اور مورخانہ ہے کہ اس سے بہتر ریسرچ کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی" (۱۲ ستمبر ۱۹۵۹ء)

غور فرمائیے کیا اب بھی دیوبندی جماعت کا مسلک و عقیدہ معلوم کرنے کے لئے مزید کسی رائے کا انتظار باقی ہے؟ اور کیا اس میں کسی شخص کے لئے کوئی مکمل باقی رہ جاتی ہے کہ "خلافت معاویہ" یا "نبی کی تائید و جماعت میں وہ پیش پیش نہیں ہیں؟

نہجی دل میں تو کون آئی نہاں پر

صوبہ بہار میں دیوبندی جماعت کی امارت شریعہ پھلوا دی شریف کا آرمین چور
روزہ "نقیب" "خلافت معاویہ پرزیدہ" کی تائید کرنے کوئے لگھتا ہے۔

"علمائے دیوبندی بدولت احادیث کی اشاعت کے لئے بھی حقیقت پرستہ و انصاف۔ جناب محمود عابدی کا یہ کتاب "خلافت معاویہ پرزیدہ" ایسا احمقانہ فن کی آخری کوشش ہے" (۱۹ ستمبر ۱۹۵۹ء)

شہناش اچا دورہ جو سرچڑھ کر بولے۔ آپ عا کیسے اب اس میں کیا شہرہ دو ج
ہے کہ اس طرح کے احمقانہ فن کی آخری کوشش نہ سہی اولین کوشش تو علمائے دیوبندی طرف ضرور ہی منسوب ہے۔ انہوں نے ہزاروں عابدی نے ایمان کھڑا کیا۔ دل ہا آخر سبب دار۔ چند سطروں کے بعد پھر "نقیب" لگھتا ہے۔

"چنگ حم امام حسین کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمان تھے" تاہم تھے اور بعض دلائل کی بناء پر صحابی تھے اور جس بات کو حق سمجھا گویا میں اجتہاد کی غلطی ہوئی اس بات کے لئے حوالہ دے جاؤں۔ وہی" (۱۹ ستمبر ۱۹۵۹ء)

اس سے بڑھ کر فضیلت کا اعتراف اور کہا: "اے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ مسلمان تھے۔ باقی وہاں کا صحابی ہونا تو یہ شک نہ ہو۔ نہایت نہیں ہے۔ واللہ! وہ دینی و جنتی اور عباد کی"

امام حسین عالی مقام کے متعلق جس طبقہ کے علماء اس قدر جاننا نہیں کیا اب بھی ان کا مسلک و عقیدہ معلوم کرنے کے لئے مزید کسی رائے کا انتظار باقی ہے

ہے۔ پھر کہ خاندان نبوت میں سے سید بنو ہاشم اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسلامی تاریخ میں کوئی ممتاز مقام حاصل نہیں۔ وہ کہ ہاں اسلام کی تاریخ میں ناقص شہیدین اور بادشاہوں کو تو ایک درجہ حاصل ہے مگر جس نے میدان کر بلا میں حق و باطل کے معرکہ زندہ جاوید بنا دیا تھا جس کی شہید بنے وہاں کے قتل و خونخواری سے ہیں اور جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کی اوسل شکنی سکھائی تھے کو اتنا بھی حق نہیں دیا جاسکتا کہ اس کے کردار کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اس سلسلہ میں محمود عابدی کی رسوائے عالم کتاب خلافت معاویہ پرزیدہ تحقیق سید و سادات حقیقت مزید پھر مولانا سلیمان کی سادات بنو ہاشم اور ابو بکر محمد بن ہشام کی رشید امین رشید اور اس جیسی چھوٹی موٹی کتابوں نے ان پاکیزہ مشہور کے مقدس کو سخت بھروسہ کیا۔ اب چند سال پہلے ہندوستان کے ایک اور خارجی مواد پور احمد فورگنگ آبادی (مباراشتر) کی ایک ایسی ہی کتاب "آقا و عہد کی حقیقت تلاش کریں" پٹنہ میں اسکا سارا سامان لے کر سامنے آئی ہے۔ علماء اہل سنت نے ان ناپاک تحریروں کا بدولت اور سخت نفوس لیا۔ اور ان ظلم کاروں کی ناپاک کوششوں کی ہمیشہ مذمت کی۔ ہندوستان کے علماء اہل سنت میں سے علامہ ملاق احمد ظلمی (مصنف فخر کے آفر) نے اپنے ماہنامہ پاسبان کا ۱۹۶۰ء میں خصوصی نمبر ترتیب دیا اور تاریخوں کے ناپاک عہد کو سب نقاب کرنے میں ایک کامیاب کوشش کی۔ دسمبر ۱۹۶۸ء، ہاشم فورگنگ پور بہار نے ان نقاب پرش صورتوں کو اپنے قلم کی اتنی سے نقاب کر دیا۔ اور پھر اس (جن کے عہد کے اور اسباب کو سامنے لا رکھا جو ان کے پیچھے کام کر رہا تھا۔ ان ساری ذرائع کی نشان دہی کر دی جو اپنے نظریات کے۔ اپوں میں ایسا ناپاک تحریروں کو نشانہ بنے رہے تھے۔

وہ اصل انگریزی رجحان کے پیچھے عقیدہ و نظریہ کی پوری قوت کا فرما ہے جس سے اسباب و علل پر نقیضی "تنگو کی ضرورت ہے۔

"خلافت معاویہ پرزیدہ" سے متعلق دیوبند کا ہفتی آرمین روزنامہ "الجمیۃ" دہلی کے مدیر کا شہرہ و خانہ آپ کی نظر سے گذرا ہوگا اس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

اور کہا اس غرض بھی کے لئے اب کوئی صحائف باقی رہ جاتی ہے کہ خلافت معاویہ و یزید کی تائید میں ان کے قلم سے اتفاقاً لغزش ہو گئی ہوگی۔

نہ بھی دل میں تو کیوں آئی زبان پر

بہت کم لوگوں کا ذہن اس طرف گیا ہوگا کہ "خلاف معاویہ و یزید" جیسی دل آزار کتاب کی عبارت و اشاعت میں وہ بڑے بڑے لوگوں کا ہاتھ ہے۔ حیرت زدہ ہو کر سنبھلے کہ وہ دیوبندی جماعت کے ایک مایہ ناز اہل قلم اور معتد عالم ہیں۔ دوسروں کی دوایت نہیں خود مہاسی نے اپنے دہانے میں ان لوگوں کی کتاب کشائی کی ہے۔ ملاحظہ ہو مایہ لکھتا ہے

"مجی دھڑنی جناب مولانا عبدالماجد درباری بادی مدبر صدق جدید نے اپنے مکتوب مرقومہ 10 فروری 1958ء مسمومہ مدبر رسالہ "تذکرہ" میں فرمایا تھا کہ آپ کی "انجمنیں" پر تبصرہ کے عنوان سے جو مسلسل مقالہ نگار رہا ہے وہ بہت ہی جامع، دقیق، بصیرت افروز ہے اسے کتابی شکل میں لایئے۔" (دیباچہ خلافت معاویہ و یزید ص ۱۳)

"صدیق جدید" کے ایڈیٹر عبدالماجد درباری ہمارے لئے کچھ لکھیں نہیں ہیں یہ شیخ دیوبند مولوی حسین احمد انجمنی کے جانے بچانے مرید اور دیکھیں اظہار تہذیب مولوی اشرف علی خانوی کے یوزر و معتد شیعہ ہیں۔ یہی دھڑت ہیں جنہوں نے خانوئی صاحب کی منقبت میں "تکبیر الامت" نام کی ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ تھادی صاحب کی تربیت و صحبت میں اپنے حواج کی تہذیبی کا حال ایک جگہ وہ خود اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"ایک زمانہ تھا کہ بزرگوں کے کرامات اور کلمات اور ان کے مناقب کے کلام سے بڑی دلچسپی تھی اور تو جیسی مضامین شگ و بے مزہ معلوم ہونے لگے ایک عرصہ سے صورت حال بالکل برعکس ہے اب تو حیدر علی کے مضامین سننے اور پڑھنے کو دل چاہتا ہے اور بڑے بڑے بزرگ کے لئے ان کی بشریت کا قصور انا غالب آ جاتا ہے کہ ان کے کرامات و مناقب میں اب زیادہ نہیں لگتا۔ حد یہ ہے کہ انجیل کلام میں بھی اب اگلی سی ہی شکل باقی نہیں۔" (تکبیر الامت ص ۵۸۳)

خانوئی صاحب کی صحبت میں محمد بان الہی و مہربان حق سے بے عقلی و بیگانگی کا یہ جذبہ بیزاری و تنقیص کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ اسی عبدالماجد درباری کا مکتوب قلم ایک جگہ صحابہ کرام پر یوں طعن کرتا ہے پڑھیے اور سنبھلیے کہ آپ کے ملک میں کیسے جبرائیل پیدا ہو رہے ہیں۔

"جب حضرات صحابہ تک نہ ملے مصیبتوں سے محفوظ رہے نہ اجنبی لغزشوں سے تو دوسرے حضرات کا مرتبہ تو ان سے فرور ہے۔" (تکبیر الامت ص ۲۰۶)

من لیا آپ نے یہ ہیں دیوبندی تربیت گاہ کے سند یافتہ عارف! جن کی نگاہ میں معاذ اللہ صحابہ تک گنگا و جہاں آج اگر امام حسین و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی اہمیت و تفضیل پر دشمن کو شراعت ظہیم پیش کر دے ہیں تو اس میں تعجب و حیرت ہی کیا ہے جبکہ صحابہ کرام کی حرمت خور ان کے ہاتھ سے گھاس ہے اور یہ سارا زہر تو اسی سبکدو کا ہے جس کے کلید بردار جناب خانوئی صاحب ہیں۔ دیوبندی تربیت گاہوں میں جب اس طرح کا زہر کشید کیا جاتا ہے تو آپ ہی خود فرمائیے کہ اس جماعت کے معتد عبدالماجد درباری کی تحریک پر جو کتاب ملی ہو کر شائع ہوئی، کیا اب بھی ان کا مسلک و عقیدہ معلوم کرنے کے لئے کسی مارے کا حربہ انتظار باقی ہے؟ اور کیا اس خوش فہمی کے لئے کوئی صحائف وہ جاتی ہے کہ "خلافت معاویہ و یزید" کی تائید میں ان کے قلم سے اتفاقاً لغزش ہو گئی ہوگی۔

نہ بھی دل میں نہ کیوں آئی زبان پر

یہ معلوم کر کے آپ حیرت میں ڈوب جائیں گے کہ قائل حسین بزرگ کی عظمت و فضیلت اور صداقت و بے گناہی ثابت کرنے کیلئے مہاسی نے اپنی کتاب و حاشیاں بڑے بڑے شہادتیں پیش کی ہیں ان میں جو پ کے نالہاتر طبع ہیں اور اسلام دشمن مورخین کے علاوہ دیوبندی جماعت کے شیخ المصباح مولوی حسین احمد انجمنی کا نام بھی ہے گو با دشمن کے ہاتھ میں جو تلواریں ہرک دیں وہ آپ ہی کی عطا کردہ ہے

قائل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

عباسی کا پیش کردہ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔ تاریخ شہادہ کے معارف عظیمہ میں پڑھنے کے واسطے نمایاں انتہام دینے سے خود پڑھ کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ آواز ہیں کے مخالف سے خالی نہیں۔

(مکتوبات جلد ۳ صفحہ ۲۳۲ تا ۲۵۴ خلافت معاویہ و پڑھ صفحہ ۲۰) ملاحظہ فرمائیے یہ ہیں پڑھنے کی طرف سے متضامی کے گواہ شیخ و پوپنڈا ذرا جتنے پھر خود سے پڑھیں گے۔

انھوں پڑھنے کے متعلق بھی تاریخی روایات مبالغہ آواز ہیں کے مخالف سے خالی نہیں۔ پڑھنے کے متعلق تو تاریخی روایات میں شہادت اہم حسین بھی ہے اور معرکہ کربلا کے دور تک ملاحظہ بھی! مضمرات اہل بیت کی امیر بنی دینے پر بھی ہے اور خاندان کعبہ کی بے حسنی و اہل مدینہ کا قتل عام بھی! قصہ سے کوئی سرحد و قلم ترک فرمائیں اور اشاعت منکرات! کبھی کبھار تاریخی روایات میں ہیں لیکن مصلحت بالائے طاق دکھ کر اگر اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہو تو کہ ان تاریخی روایات میں مبالغہ اور مخالف کہاں کہاں ہے تو آج ہمارے تفریح کی وجہ سے بکے جاتے۔ اس سے زیادہ اور اس کم بخت کا تصور ہی کیا ہے کہ اس نے اسی اہل بنی کی تفصیل اور اسی متن کی شرح کا نام "خلافت معاویہ و پڑھ" دیکھ دیا۔

حرم کی خاک یہ لات و منات کیا کم ہیں یہ کیا ضرور دکھی برہمن کی بات کریں یہ کہنا لگا ہوا گا کہ ارجل و تفصیل اور متن و شرح دونوں جگہ جگہ کے چنبھے ایک ہی اردو ایک ہی نسخہ نظر اور ایک حرکت کا دفرہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عباسی کا قلم اپنی طاقت نامدیش غشی کا شکار ہو کر ہر ہر دھڑکے اور شیخ و پوپنڈا اپنی مصلحت اندیشی جلائی سے بے نقاب نہیں ہو سکے۔ لیکن

نزدیک جب وہ دن کہ پس پردہ جلود باندھی آداب تماشا نہ دے گی ایک نیا نقشہ ملاحظہ فرمائیے اور لہذا کا شکر ادا کیجئے کہ اس کی جتنی تدبیر مجربین کے چہرے سے کتنے حیرت انگیز طریقہ پر نقاب کھائی فرماتی ہے۔ عباسی نے اپنی کتاب "خلافت معاویہ و پڑھ" میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اور پھر زیر مطالعہ

۱۔ عہد حرم کی حیثیت تلاش کریں۔ ۲۔ اہم حالی مقام رضی اللہ عنہ کی تصویر کشاں اور ۳۔ اہل طہارت و دین گمانی ثابت کرنے کے لئے جو کچھ لے گا قلم کئے ہیں وہ دور حاضر۔ ۴۔ اہل بنی کی زبان میں ان کے ذہن و فکر کی کوئی نئی تخلیق نہیں ہے۔ آج سے سال پہلے اس کی بنیاد دلی بندری جماعت کے مشہور مناظرہ دان کی تبلیغی جماعت پر ہوا مولوی منظور نسائی کی ادارت میں ان کے ماہنامہ "الفرقان" کا نصاب سے صفحات پر چھپا ہے۔ حوالہ کے لئے ماہنامہ "الفرقان" اگست ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۹، ۲۰ اور "الفرقان" ستمبر ۵۵ء صفحہ ۳۷ کے مضامین کا خلاصہ اہل بنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

اہل بیت کے سلسلہ میں مسلمان افرات و فریاد میں جتنا ہو گئے ہیں اور اعتقاد میں علم سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ بیزاروں نے بنیاد روایات اہل بیت اور واقعہ کربلا و بیت و سب کے فرض سے گمراہی گئی ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی ذاتی عزت کے سوال پر شہید ہوئے۔

۵۔ امام حسین کا خیال لفظ اور باطل تھا۔

پڑھنے کے خلاف اہم حسین کا اقدام بے نیت و خردمند تھا۔

صحابہ کرام نے پڑھنے کی نیت سے انکار کیا۔ یہ ان کا شخصیت و حقار۔

لوہک اسکے ایک سال بعد نومبر 1955ء میں لکھنؤ کے مشہور مولوی ماہنامہ "نگار" "الفرقان" کے مذکورہ بالا مضامین پر "واقعہ کربلا" کے عنوان سے کسی نئی اہل علم کی تحقیر شائع ہوئی تھی اسکی ابتدائی "سطر" میں ملاحظہ فرمائیے اور کثرت کی یکسانیت کا شائبہ دیکھئے۔

اب آپ اپنا سا فائدہ ادا نہ کر لیجئے اور عباسی کی "خلافت معاویہ و پڑھ" اور تبلیغی صحافت کے آگے "الفرقان" لکھنؤ ماہ اگست و ستمبر ۱۹۵۵ء کے مضامین و تقاضات پر ایک بے نظارہ نظر ڈال کر فیصلہ کیجئے کہ پڑھنے کی طہارت دینے کو عباسی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر و خطا ثابت کرنے کیلئے عباسی نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے کیا یہ اسی نبوت میں ہیں جنہیں آج سے پانچ سال پیشتر دلی بندری جماعت کے ایک مذہب مخالف نے شائع کیا تھا۔ یہاں تک کہ "الفرقان" کے یہ مضامین پڑھنے کے بعد ایک

نعم و خیر کے یہی تاثرات اس وقت بھی ذہن میں پیدا ہوتے تھے جو آج "خلافت معاویہ و یزید" اس قسم کی کتابوں کے مطالعہ سے عام الزام میں پیدا ہو رہے ہیں۔

تجزیاتی و تاثراتی کی شہادت کے بعد اب اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ دونوں فریقوں میں ایک ہی تپش ایک ہی طرز استدلال ایک ہی انداز بیان ایک ہی لب و لہجہ و جہل و تفصیل کیساتھ مشغول ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ "الفرقان" کی شہادت کا احساس اس وقت ایک خاص عطف میں محدود ہو کر رہ گیا تھا اور آج ہماری اور نچر اور امر و نیک آوازی کا لسانہ بدعتی نگر میں چل گیا ہے۔

اب میں یہ چاہتا ہوں کہ یزید کی حمایت میں وہ بھڑکی جماعت کے تبلیغی آرگن "الفرقان" کی گرم جوش ہیئت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف جارحانہ شہادت کے بعد بھی کیا اس باب میں وہ بھڑکی جماعت کا مسلک و عقیدہ معلوم کرنے کے لئے اب مزید کسی رائے کا اظہار ہائی ہے اور پھر کیا اس خوش فہمی کے لئے اب کوئی حجت پیش رہ گئی ہے کہ "خلافت معاویہ و یزید" کے بعد "آؤ محرم کی حقیقت کو تلاش کریں" ان کے بھائی مسلک و عقائد کی ترجمانی نہیں ہے۔

بدعتی دین میں تو کھول آئی زبان پر

معاذ اللہ! یزید کی حمایت میں ذرا اس طرف و افراط پر داری کی کیا کج جہالت ملاحظہ فرمائیے۔ اس مغتری و کذاب کا مقصد یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی مخالفت کر کے اپنے نانا جان سالم حدیث علی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا۔ ذرا غور فرمائیے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قلب نازک پر اس سے بھی زیادہ روزگار آؤ۔

کی کوئی چٹ نکالی چاکتی ہے؟ نعوذ باللہ من شرور الفہم۔ آئے چل کر مضمون نگار نے چند حدیثیں نقل کی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ جب ہندوں میں اللہ کی خاطر بانی ہو جائے ہے تو اللہ تعالیٰ پاؤں کو قبر و غضب اور سخت گیری کیساتھ ان کی طرف پھیر دیتا ہے اور وہ انہیں طرح طرح کے عذاب جلا کر تار پتا ہے۔

شہید کر بلا شہر ارہ گلوں یا سیدنا امام حسین کے متعلق وہ بھڑکی جماعت کے

جارحانہ خیالات کچھ سنئے نہیں ہیں ان کے مذہبی اکابر و اصغر نے اپنی تعبیقات میں ہدایت شہود کے ساتھ اپنے جہنم کو امام عالی مقام کی بارگاہ اطہر میں خراج ثواب و خدمت و شہادت تک پیش کرنے سے منع کیا ہے۔

یہ شہادت کی انتہا ہے کہ یہ لوگ عشاءِ محرم میں امام عالی مقام کی گنج شہادتِ سلیم، رضا نور تذکرہ واقعات کو بلا کہ زبان پر لانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔

خالی الذہن جو کہ غور کرنے کے بعد انکی جہ سے بھی کچھ نہیں آتی ہے کہ یا تو یہ لوگ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی عظیم المرتبت شہادت کو شہادت ہی نہیں سمجھتے بلکہ خروج و عداوت کی شرعی تصویر گردانے ہیں یا پھر یزید کے جذبہ حمایت میں یہ انتہائی برداشت نہیں کر سکتے کہ امام واجب الاحرام کی وردناک مظلومی اور رقت آئینہ واقعہ شہادت کا اظہار کر کے یزید کے مظالم و فسادات کی داستان منظر عام پر لائی جائے۔

بہرحال جو بدعتی ہو جس سے انکا نہیں ہو سکا کہ ان لوگوں نے اپنے اس جذبہ کی شدت میں اتنا غلو کر لیا ہے کہ اب یہ ان کا مذہبی عقیدہ بن چکا ہے جس پر یہ مسیح و کرخانہ جنگی تو کر سکتے ہیں لیکن رجوع نہیں کر سکتے۔

غور فرمائیے حضرت امام حسین و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ان کا یہ جارحانہ عقیدہ جسے حلف سے لے کر ظلم تک سب نے اپنا مذہبی شعار بنالیا ہے۔ واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ بعد بھی کیا اس بات میں ان کا اعتدالی موقف معلوم کرنے کیلئے اب مزید کسی رائے کا انتظار بانی ہے اور پھر کیا اس خوش فہمی کیلئے اب بھی کوئی حجت پیش رہ گئی ہے کہ "خلافت معاویہ و یزید" اور "آؤ محرم کی حقیقت تلاش کریں" ان کے بھائی عقیدہ کی ترجمانی نہیں ہے؟

اس حقیقت سے غائب آپ بھی اختلاف نہیں کریں گے کہ حالات کے بدلنے سے عداوت کی تائید کو مسلک و عقیدہ نہیں کہا جاسکتا البتہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اسے حمایت یا انکار یا اقامت کا بہانہ صورت حال کی گنج تعبیر ہو سکتی ہے۔

مثیل کے طور پر سکوت و بی ادبی اور ریاست بنگال کے جن غیر مسلم مرہادوں نے "کسب" "خلافت معاویہ و یزید" کو عید کر کے افرات فرات کا اظہار کیا ہے ان کے

مختلف یہ کہنا قاضی عسکریؒ ہے کہ نبی ان کا عقیدہ در ملک بھی ہے۔

اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ صحیح بات جو بھی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے کتاب کو ضبط کر کے سامنے عامہ کے جذبات کا احترام کیا ہے۔

فہمک جیسا صودت حال قاضی طبیب صاحب مجسم دارالعلوم دیوبند کی بڑی غیب راوی بکر دیکھتے تک اسے پہچانے اور اس وقت سے حاشیوں تھے جب دیوبند کے دہانوں "جلی" "قود" اسلامی رہا" نے اس کی تائید میں زمین راہان کے غائبے ملائے اس وقت بھی یہ نہ موش رہے۔ جب دیوبندی جماعت کے آگم "انجمنیہ" دہلی نے کتاب کی حمایت میں اپنا گہری کتبہ شائع کیا اور اس وقت بھی یہ حاشیوں رہے۔

غرض دارالعلوم دیوبند کے پیش رویا سے نگر لکھنؤ دارنگ آچار تک شہر گرہا کجکلاف جارحانہ نعرے بلند ہوئے رہے اور ان کے قلم کو جوش تک نہ ہوئی اور نہ ہی ان کے عقیدے کو ٹھیس لگی بلکہ پورے سکون قلب کیساتھ یہ آل رسول کی بے ترستی کا قیاسا دیکھنے رہے۔

ایسی کتابوں کی اشاعت میں دیوبند کے کتب فروشوں دیوبند کے ماہناموں تبلیغی جماعت کے آگم "انجمن" اور "انجمنیہ" کی سرگرمیوں کے نتیجے میں جب واسطے عامہ دیوبندی مکتبہ خدایں کے حق میں مشتعل ہوئے مگر دیوبند کے مجسم صاحب کو اپنے ارادے کا مفاد خطرے میں نظر آیا اور فوراً انہوں نے اپنے عقیدہ در ملک کی صفائی میں ایک قرار درخط و کر کے ملک میں شائع کر دیا قرار دار کی نہایت پڑھنے کے بعد ہر شخص یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوا کہ اس کے پیش منظر میں حمایت حق کی بجائے باطل مخالفی کا جذبہ راسخ غلو پر کار فرما ہے۔

قرار دار کا یہ حصہ نور سے پڑھے جو ۳ نومبر ۵۹ کو دارالعلوم دیوبند کے ایک جلسہ میں منقود کی گئی۔

"دارالعلوم دیوبند کا یہ شاندار اجلاس جہاں اس کتاب سے اپنی جڑاڑی کا اظہار کرتا ہے وہ ان مصلحتوں کے خلاف بھی نفرت و جڑاڑی کا اعلان کرتا ہے جنہوں

اپنی کذب بیانی سے اس کتاب کی تصنیف و اشاعت میں غلامانے دیوبند کا ہاتھ دھکا کر دیا۔ اس غلام دیوبندی کی تصنیف و اشاعت کی سعی کر کے انہوں نے دیوبند کی "روزنامہ گویم برہمنے نو" کا جھوٹ دیا ہے اور اس جملہ سے غلام دیوبندی کی پوزیشن کو بزدل کرنے کی ناک سہی کی ہے" (پروم شرقی ۲۱ نومبر ۵۹ء دہلی)

آخر وافی کتاب کی طہارت و اشاعت میں غلام دیوبند کا ہاتھ نہیں ہے ہر دینی انقلابت رہ اسے اپنے مسلک در عقیدہ کے خلاف لکھنے میں قون کی حمایت کے نام پر ہم قاضی طبیب صاحب مجسم دارالعلوم دیوبند سے مطالبہ کرتے ہیں کہ "دارالاسباب جرم" فراموشی اور وہ ان کی تائید بھی جرم ہے" کے اصول پر لگے ہاتھوں قاضی کے فیصلہ مولوی "ہدایہ" دیوبندی کلمات مولوی حسین احمد صد دیوبند انجمن لکھنؤ۔ "تجربہ پھولوی شریف پڑھنا" اور "انجمنیہ" دہلی قاضی رشید یہ ماہنامہ لکھی اور "آزمحرم کی حقیقت کو تلاش کرین" اور اسلامی دنیا دیوبند کے خلاف بھی اسی طرح اپنی نفرت و جڑاڑی اور غم دہشہ کی ایک قزوقہ منقود کر کے ملک میں شائع کر دیا کیونکہ ان میں سے بعض نے کتاب کی ترتیب و تدوین مواد کی فراہمی طبع "اشاعت" "تبیہ" میں جھونکا مختلف حصہ لیا ہے اور انہوں نے اس طرح کے جارحانہ خیالات و اپنی تحریروں میں پیش کئے ہیں جب کہ ان کی تصانیفات گزشتہ اوراق میں سپرد قلم کر چکا ہوں۔

آخر مجسم صاحب الہا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ "ہدایہ" گزشتہ کرکٹیں کے تو انہیں بار رکھنا چاہیے کہ زیادہ دیر تک وہ عوام کی آنکھوں میں دھواں نہیں چھوٹ سکتے۔ ایسی کتابوں سے بیزار کی کے نتیجہ میں یہ لازمی مطالبہ پڑا وہ ہر احوال پاکر دیوبند کے عوام یہ فیصلہ کرنے میں قاضی خن بجانب ہوں گے کہ قرار دار کا مفاد حمایت حق میں نہیں ہے بلکہ دارالعلوم دیوبند کے مالی مفاد کی خاطر عوام کی تو جہات کو فوٹو سے پھانسا ہے جہاں پر درس میں رہنے والے ایک واقف کار دیوبندی قاضی نے خود اس کی شہادت دی ہے۔ واللہ فضل ماضیہ دتہ ہے اذاعلاء۔

میں نہیں دارالعلوم دیوبند کے مزاج شناس حلقوں کا تو یہاں تک کہتا ہے کہ آج اسے امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں ہے اسلئے مصلحت کا تقاضا ہے کہ

بڑے کے حامیوں کی خدمت میں قرارداد شائع کی جائے۔ کن اگر خدا خواست رائے عامہ بڑے کی حمایت میں پلٹ جائے تو دارالعلوم کے ارباب حل و عقد کیلئے قلعہ کوئی امر مانع نہ ہوگا کہ وہ اسی لب و لہجہ کے ساتھ حامیان حسین کی خدمت میں قرارداد منظور کر لیں۔ حوالہ کیلئے ذیل کا اہتمام ہے۔

”وہ مجتہد دارالعلوم دہلی بند نہایت ضابطہ و منظم ہیں انکس جذبات پر حیرت انگیز حد تک قابو ہے۔ وہ جب چاہیں جس موضوع پر چاہیں ایک عیاں لب و لہجہ میں بات کر سکتے ہیں یہاں تک کہ کئی لوگ مضامین کا تقاضا یہ ہو کہ اس قرارداد کے بالکل برعکس جو بڑے کی جائے تو انکا قابو یافتہ قلم اسے بھی نہایت الجھن سے اسی خوشگوار لب و لہجہ میں ثبت فرما کر دے گا۔“ (ماہنامہ گنج ذمیرہ ۵۹ ص ۹ دہلی بند)

شاہنشاہ اسلام میں جس خصلت کو مخالفت سے تعبیر کیا گیا ہے اسے وہ بندوقی فاضل اپنے بہتیم صاحب کے حوالے میں شمار کر رہے ہیں۔

شہل کن زنگھتان من بہار مرا

رسول اور آل رسول کی حرمت والے مرنے والے اگر شخصیت سے مرعوب نہیں ہیں تو انکا گردن کبھی نہیں قٹاؤ۔ ایک طرف بڑے کے حامیوں سے انکے ساز باز ہیں۔ دوسری طرف امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیار مندوں میں بٹہ کر رہے آنسو بہاتے ہیں۔ ایک طرف یہ صحابہ و اہل بیت کے عزائم و مسامر کر دینے پر صحرائے نجد کے درندوں کو سہارک باد پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف درگاہوں کی کمزوری کیلئے ہر جگہ سازشوں کا جال بچھانے پھرتے ہیں۔ آخر کفر و غریب کا یہ تجارت کب تک نفع بخش رہے گی اور بس پردہ مخالفت کا یہ کھیل کب تک کھیلا جاتا رہے گا۔

برصغیر ہند کی سائے نہیں کروڑ مسلم آبادی میں ہے دنی ہے لاگ صاحب نظر جوان کے خلاف کا دامن چاک کر کے انہیں بے پردہ کرے؟

شہادت تم سے چمک اٹے ہیں آنسو درد

دعا میرا نہیں آپ سے شکوہ کرتا

سبب تباہی

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلیٰ ائمہ المطہبین الطہارین واصلحیہ المسکرمین والمعظمین وعلیٰ علماء الرضدین وعلیٰنا معہم اجمعین الی یوم الدین۔ اما بعد!

خیزو کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چرخ مصطفوی سے شرار پو لہجی

برادران اسلام! خداوند قدوس کا لاکھ شکر اور گواہی احسن ہے جس نے اپنے محبوب پاک ﷺ اور انبیاء حضرت: یدنا محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل اس حقیر فقیر مرہا حقیم کی خدمت عید سے دل میں پٹنے والی آرزوں کو پورا ہونے کا پیش ہوا موقع نصیب فرمایا اور آج میں اپنا یہ عقیدت و محبت سے بھرا ہوا تذکرہ بظہر کتاب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لاڈلے نواسے و فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

واقعات کرکڑ کو مدد دیا مگر حرمین اور اس طویل عرصے میں امت مسلمہ کے تعلیم دین متحضرین، مفکرین، قلماء و مدد شین، صوفیائے کرام اور علماء کرام کی مقدس

میں آئیں۔ جنوں نے واقعات گلاب سے باز کر دیے تھے اور واقعات گلاب انراول
آخر نہایت مستند و مستور حوالہ جات کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل
فرمائی۔ ان میں سے کسی نے بھی واقعات گلاب کی اصل صورت کو مسخ کرنے یا اس کے
خلاف قلم اٹھانے کی کوشش اور جہالت نہ کی۔ لیکن انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ
اظہار یہ ہے کہ اور چند سالوں میں جند پانک میں ایسے چٹاک، ڈانٹا اور غارتگری پیدا
ہو گئے ہیں جو واقعات گلاب اور ایک فرضی داستان ثابت کرنے اور شرابہ رسول جگر کو
بقول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں بھڑکا لکھا اور آپ کی ذات
باز کشت پر دیکھ سنبھلنے کرنے کا جڑا اٹھا لیا ہے۔ اور یہ غارتگری یزیدی حضرت امام حسین کو
بائی اور باغیان لکھنے ہیں اور یزید جیسے فاسق و فاجر، شرابی، زانی، و دشمن رسول و آل
رسول کو امیر المؤمنین امام المستقرین اور شیخ باطنی کے لیے ایک فاباک صم شمع شمع کر دیکھی
ہے۔

ایسی ہی ایک کوشش آج سے چند سال پیش سر سبز ہندوستان پاکستان میں ایک ظالم اہل
یزید محمود عباسی نے "خلافت منصوبہ و یزید" نامی کتاب لکھ کر بھجان اہل بیت کے دل کو
فلجس پہنچائی تھی۔ جس وقت یہ کتاب منظر عام پر آئی تھی اس وقت علامہ اہل سنت و
جماعت نے اس کی بھر پور کڑی جواب دی تھی۔ اور جن مذہبی کتابوں کے دواں
سے خود عباسی نے روشنی حسین میں شرمناک بددیانتی کی تھی اس کا یہ وہ قاش کر دیا تھا۔
اب اسی غیبت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سرزمین اورنگ آباد میں شرابہ انڈیا پر ایک
طیبت دشمن رسول و آل رسول غارتگری یزیدی محمود عباسی ایک شخص پیدا ہوا ہے جس
نے ایک کتاب "تہذیب عزم کی تلاش کریں" تحریر کی ہے جو انتہائی مسلم آباد و افراش
غیر مستند، کذب و افتراء اور تاریخی بددیانتی اور دشمنی امام حسین رضی اللہ عنہ سے
بھر پور ہے۔ جس میں امام علی مقام کو باقی اور باطنی ثابت کے منشی اور حملہ آور لکھتا ہے اور
کہتا ہے کہ فتنی و افتدہ کی پوری پوری ذمہ داری امام حسین اور آپ کے رفقاء پر ڈالی
ہے۔ اور یزید باطنی کے ہلکا دواں کو اس سے بری کرنے کی فاباک و کوشش کی ہے۔ یزید
پانچ کو طبعی ثابت کرنے کے لیے عبارت پر دیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ اب لکھا ہے کہ یہ سب

کچھ ایک سمجھے ہوئے منصوبے کے تحت محض اپنی شہرت کمانے یا سموری پھرو ڈالنے کی
فرض و طبع میرا کیا جوا ہے۔

ہندوستان میں ایک بدنام زمانہ غارتگری محمود عباسی یزیدی کی کتاب جیسے ہی وہ
پاکستان میں آئی ہم نے فوراً اس پر ٹوٹس لگا دی اور اس کے منہ ٹوڑا جواب دینے اور اس
نے جو تاریخی بددیانتی کی ہے اس کا پردہ فاش کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔
الحمد للہ اس میں ہم کسی حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ کتاب کے قارئین کو کرنا
ہے۔

ہم نے اس کتاب میں انتہائی کوشش اور پوری جدوجہد سے ظہور احمد یزیدی
اورنگ آبادی کی بددیانتی کا اس عمل طور سے چاک کر دیا ہے اور مکمل طور پر نشانہ بنی
کر دی ہے کہ اس غلط زمانہ نامہ منصفانہ نے کس کس عبارت میں کس کس طبع
فلج و برید کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی فاباک و کوشش کی ہے۔ ہم نے یزید پانچ
کے تمام جھوٹوں کے کٹے قراؤ کو بھی عیاں کر دیا ہے جو انہوں نے دشمنی اہل بیت کے
پیش نظر یزیدی کی حمایت میں کیا ہے۔ یہاں تک کہ تاریخ کے چہرے پر ڈالے جانے
والے دھوکے اور فریب کے تمام خیلوں کو لوچ کر کر دیا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ
پورے عزم و اہتمام کے ساتھ اس فرض ہندو پاک کے غارتگری اور یزیدیت کا نام و نشان
مٹانے کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کریں اور عداوت کا نذر سے کاٹ کر حاکم و دشمنان
امام علی مقام کا مکمل صفایا کریں۔

اب موسم بہار کو آباد دیجیے

نارنگ کر پٹی ہے بھن کر طراں بہت

اب ہم ان تمام بھان کرام سے جن کے دواں امام اللہ تعالیٰ نے غارت و رسول
مختار علیہ السلام و ائمہ کی محبت و عقیدت کی ہمیں روشن کر دیکھی ہیں ان کی خدمت میں
مکرار عرض کرتے ہیں کہ اہل بیت نبوت سے اپنے دوش عقیدت و محبت کو محض یہاں
تنبہ محدود نہ رکھیں کہ جب کسی ضرورت و ملعون غارتگری یزیدیوں کی حیثیت سے بھرپور
کتابیں مار کشت میں نہیں تو فتنی طور پر صرف صدائے احتجاج بلند کر کے غلاموں نہ

ہیں بلکہ اس کا مستقل حل یہ ہے کہ ایسے روپیہ دین و دشمن و دل رسول و آل رسول
مستغنی و سونفین کی عقوبت پر یک لگائیں اور ان کی شائع کردہ کتابیں اور ان کی
چاندیادیں ضبط کر لیں۔ اگر آپ نے یہ کام منظم بنائے یہ عشق حسین سے مرشار ہو کر
کیا تو ان شاء اللہ العزیز اس کے نتائج جتنا مثبت انداز میں ظاہر ہوں گے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّكْمَنِ الرَّحِيمِ

محبت رسول ﷺ

حضور کی محبت عین ایمان ہے!

اللہ کی سر تا ہڈی شان ہیں یہ
ان ساتیس انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بنا ہے انہیں
ایمان یہ کتا ہے میری جان ہیں یہ
واعلیٰ حضرت لاضل ربلی علیہ الرحمہ

محترم قارئین! اس فانی اور زوال پذیر دنیا میں نہ ہونے والی ہماری اس زندگی کی
بلا و تحفظ کے لیے جس طرح پانی اور دھیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور بغیر اس کے
اسی زندگی پانی بھی نہیں رہ سکتی۔ بالکل اسی طرح ہمارے ایمان کی بقاء و تحفظ کے لیے
میں حضور کا کلمہ تمہارا اور انبیاء حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
محبت و ولایت اس سے بھی کئی گنا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و سلم کی محبت ایمان کی جان ہے۔ اور یہ بات تجزیہ سے ثابت ہے کہ جس کو محبوب خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ملتی زیادہ ہوگی اسی قدر اس کا ایمان مستحکم اور قوی تر ہوگا۔

اور جس کا دل محبت رسول سے خالی ہو گا اس کا ایمان انتہائی کمزور اور ضعیف تر ہو گا۔ اسی سبب مذہب اسلام نے اس اہم عنوان پر بہت زور دیا ہے کہ مسلمان اپنے آقا و رسولی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت میں اپنے سرشار ہو جائیں کہ آپ کی محبت عالم کی تمام محبت پر غالب آجائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل ان كان لبناؤكم وساناؤكم
واخوانكم واولاؤكم
وعشيرةكم واموالكم
ففسدوها وجاؤة لفسدون
كسادها مصعبكم
احب اليكم من الله ورسوله
وجهاد في سبيله ففسدوا
حتى ياتي الله بانصره والله لا
يهدي الظالمين الفاسقين۔
(البقرہ پ ۲۰۷)

اس قیمت کریم میں اللہ تعالیٰ نے بالکل صاف اور واضح طور سے فرمایا کہ اسے محبوب دنیا و اولاد کو بہ بات ظاہر کہ تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہاری عورتیں، تمہارے بچے، تمہارے مال اور وہ سوا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے مکانات بہ تمام چیزیں اگر اللہ جارک و فطیق اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارے اور محبوب ہیں تو اب تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔ اس سے چند جملے یہ کہ ایک مومن کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ صرف فرض ہے بلکہ تمام فرائض و رشتہ داروں اور تمام چیزیں متتابع سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تعالیٰ ہے:

لا یومن احدکم حتى اکون
احب الیہ من والدہ وولده
یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں جب
تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے لیے

والناس احبمن۔ (بخاری شریف) باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے
پس اس ۱۰۲ باب ایمان)

اس حدیث پاک نے نواکمل صاف طور پر یہ واضح کر دیا کہ مومن کامل وہی ہے جس کے دل میں پیغمبر و امام صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عالم کے تمام لوگوں سے زیادہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر وہ اس کا باپ ہو یا ان کا بیٹا ہو یا اس کی اپنی اولاد کی کسی نہ ہو۔ اس لیے ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر کہ اللہ کے وال صلی اللہ علیہ وسلم، آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب تر ہیں۔ تو اس پر اللہ کے رسول حضور مہدی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لئن ہومن احدکم حتی اکون
حب الیہ من بعدہ۔ (آئینہ) یعنی تم میں سے کوئی بھی شخص اس
وقت تک مومن کامل نہ رہی جس تک اس کا باپ
تک کہ میں اس کی جان سے زیادہ
محبوب نہ ہو جاؤں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کلمات کا یہ اثر ہوا کہ حضرت
بدائعرفاروق رضی اللہ عنہ فوراً ابل اٹھے۔ اور رسول اللہ اس وقت پاک کی قسم جس
نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ سبب دیا تو اسے کرموت فرمایا ہے۔ اب تو آپ
مجھے میری بات 'اے' اولاد اور عالم کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو اللہ کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔ اسی لیے جناب حقیق
الدرہمی نے کیا خوب کہا ہے:

عمر کی محبت دین حق کی شرط اذل ہے
اس میں ہو اگر خای تو سب کچھ نامکمل ہے
عمر کی غلامی ہے شدہ آزاد ہونے کی
خدا کے وامن توحید میں آباد ہونے کی
عمر ہے مناع عالم اقبال سے پیارا
پدرامور ہرادرانی و جان و اولاد سے پیارا

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وارود اہل بیت کی محبت قرار دیا جا رہا ہے۔
 اہل بیت اطہار سے محبت حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا جین
 ہے۔ اور حضور کی محبت تمام مخلوق خدا پر فرض ہے۔ تو اہل بیت اطہار کی محبت
 میں شرط فرض ہوئی۔ انشاء اللہ اس مسئلے میں آپ آئندہ صفحات میں آیات قرآنی و
 روایت کریمہ سے دلائل ملاحظہ فرمائیں گے۔

اہل بیت اطہار کی محبت سورہہ ایمان اور رسالہ خدا اور رسول ہے اس لیے ہم
 حسب سے پہلے اہل بیت کی شان میں سیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قاضی بریلوی
 فاضل الحرمہ کے بھائی حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی ایک منیت
 تحریر کر رہے ہیں۔ پھر فضائل اہل بیت قرآن کریم و احادیث مبارکہ کی روشنی میں پیش
 کریں گے۔ بعدہ صحابہ کرام کے فضائل و مناقب پیش کیے جائیں گے۔

لَعَنَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ وَشَہْمَانَ اہل بیت

بارخ جنت کے ہیں سرمد خوان اہل بیت
 تم کو مژدہ ناز کا اے دشمن اہل بیت
 کس نہاں سے ہو جان مژدہ شکن اہل بیت
 مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوان اہل بیت
 ان کی پاکی کا خدا سے پاک کرنا ہے بیان
 آئے ہے تعمیر ہے ظاہر ہے شان اہل بیت
 ان کے گھر میں ہے اجازت جبرئیل فائز نہیں
 قدر دانے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت
 رزم کا میدان بنا ہے جہہ جاہ شہن و عشق
 کربلا میں ہو رہا ہے استغنی اہل بیت
 پھول زخموں کے کھلنے ہیں ہوائے دوست نے

اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اور جو بد بخت شقی القاب اہل زہد ان میں سے کسی ایک
 کے ساتھ بھی بغض و عداوت رکھے یا ان کی کوچن روئے اپنی کرسے چاہے وہ زبان سے
 ہو یا تحریری شکل میں ہو وہ ایمان سے محروم اور دشمن خدا اور رسول ہے۔ مسلمانوں کو
 چاہیے کہ ایسے بد بخت اور دشمن خدا اور رسول کا ساتھی یا نکات کریں۔ ان کی مجلسوں
 میں نہ خود چلیں اور نہ کسی اور کو جانے دیں اور نہ ان کے پیچھے چلیں۔

مسلمان! غور کا مقام ہے۔ برا بھلا سے دل سے سوچو کہ اگر کوئی شخص یا جماعت
 ہمارے پاس کی دشمنی ہے تو کیا نام ان کے پاس بیٹھا ان سے خوشی سے بات کرنا گوارا
 کرے گا؟ تو تمہارا جواب نفی میں ہوگا۔ تو پھر تم نے دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 اور دشمن اہل بیت و دشمنان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان بیٹھا اور
 اتنا سے خوشی سے بات کرنا کیسے گوارا کر لیا؟

مسلمانو! خوب یاد رکھو اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
 اجمعین کی محبت عین محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور ان کی عداوت عین
 عداوت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ
 اپنے دل میں ان مقدس نفوس کی محبت رکھیں اور اپنی زبان اور اپنی تحریروں سے ان
 نفوس قدسہ کی شان میں محبت بھرنے لگا دوں اور تحریر کریں۔ حضور نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کرام سے محبت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

وَاللّٰہُ لَا یَهْدِیْ لِقَلْبِ رَجُلٍ خَدَیْ حَتّٰی یَمْسُکَ فِیْ خَلْعِیْ دَلِیْلِہِ
 الْاِیْمَانِ حَتّٰی یَحْصِلَہُ لِقَلْبِہُ رِیَاضَ تَابَ الْاِیْمَانِ دَافِعٌ لِّہٖ ہُوَ کَا حَبِّ تَب
 وَلِقَلْبِہِ اَبْیَہِم مَّحْسِی۔ (ابن ماجہ ۲) (اہل بیت) سے اللہ کے لیے اور میری
 مصلحت (۱)

دوسری جگہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اَحْبِبُوا اَہْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ۔
 (زہد شریف ص ۲۷ ص ۷۸) میرے اہل بیت سے بھی محبت کرو۔

دیکھئے ایک حدیث پاک میں اہل بیت کی محبت کو کمال ایمان اور دوسری حدیث

عن عمر بن ابی سلمہ
ریب البی صلی اللہ علیہ
وسلم قال لما نزلت هذه الآية
عفی البی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم انما یزید اللہ
لیذهب عنکم الرجس اهل
البیت ویزہکم تطہیرا فی
بیت ام سلمہ فدعا فاطمہ
وحسانا وحسینا لجللہم
بکساء رعلی خلف ظہرہ
فحلبہ بکساء ثم قال هولاء
اهل بیئنی فاذهب عنہم
الرجس ویزہکم تطہیرا
قالت ام سلمہ والما معہم
یابئنی اللہ قال انت علی
مکاکک وانت علی خیر۔

(ترمذی شریف ج ۴ ص ۱۳۸۵)

صاحب تفسیر حسینی نے آیت تکبر کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں جب یہ آیت
نازل ہوئی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سر کھل کے اندر کر کے بارگاہ رسالت
نائب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش آپ کے اہل
بیت سے نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا: انکے علی حیدر۔ یعنی تم غریب پر ہو۔ اس حدیث
سے اس حدیث کو آل عبا کہتے ہیں۔ (عظیم حسنی ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ منبری روایت اس طرح مروی ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان یمریاب
فاطمہ ستہ اشہر اذا خرج
لصلوۃ الفجر یقول یا اهل
البیت الما یزید اللہ لیذهب
عنکم الرجس اهل البیت
ویزہکم تطہیرا۔ (ترمذی
شریف ج ۴ ص ۱۵۳۶)

نوٹ: یہ لفظ اہل بیت کی دو معنی تفسیر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ بیٹے
تک روزانہ فرمائی ہے۔ یعنی تقریباً ۱۸۰۰ دن تک حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور
حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو اہل بیت فرما کر صحابہ کو رکھا یا کہ آیت کریمہ میں اہل بیت
سے مراد یہی لوگ ہیں۔

چونکہ روایت مشہور صحابی رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نزلت هذه الآية فی خمسہ
فی وفی علی وفاطمہ وحسن و
حسین انما یزید اللہ
لیذهب عنکم الرجس اهل
البیت ویزہکم تطہیرا۔
میں۔ (صحیح ابی ہریرہ ج ۱ ص ۱۸۸)

بہر حال یہ بات روز روشن کی طرح بالکل ظاہر ہو گئی کہ آیت تکبر میں اہل بیت
ست مراد حضرت علی و حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم اور
۱۰ مرد کا کیا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پاک ہے۔ نیز خود کو ہلا تمام
عہدوں میں آپ نے دیکھا کہ اہل بیت کی ہر نبی تفسیر بھی خود کو کسی نفعاً آپ نے اہل
بیت کو ظاہر فرمایا ہے۔ یہ کئی اہم اور ضروری بات ہے کیا اس کے خلاف کوئی بات

تسلیم کی جاسکتی ہے۔

و جس کیلئے؟

اللہ تعالیٰ نے آیت اعراس میں اللہ البہد عسکم الرجس اھل البیت و عطلوکم عنطہر۔ کی ابتداء امار کے لحاظ سے فرمائی ہے جو صحر کے لیے فاتحہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اہل بیت سے اس پانچ کو ڈور فرما دے گا وہ اہل بیت میں گناہ اور شک کا موجب ہوئی ہے اور ان میں دیگر اہل بیت و احوال مذکورہ سے پاک کر دے گا۔ اور آخر آیت پر تفسیر کی کوئین تعلیم کشمیر کے لیے ہے یعنی معمولی طہارت نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔ اور بعض طرف میں ان کا لوگ پر حرام ہونا بھی بیان ہوا ہے۔ یہ اس تفسیر کا نکتہ ہے جس کی غایت اثبات الی اللہ کا اہم اور اعلیٰ صلہ پر مداومت اختیار کرنا ہے۔ اور جب لوگین کے باعث ان سے ظاہری نظافت کا نکتہ ہو گیا اور یہ خاندان حضرت اہم حسن پر ہو تو انہیں اس کے عوض نکتہ باطنی عطا کی گئی۔ یعنی وہ ہے کہ ہر زمانے کے قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتے اور یہ لوگ خود بھی معدن ولایت اور مرجع سلاسل اولیاء امت ہوتے اسی لیے حضرت علامہ حسن رضا خان بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے:

ان کی پانچ کاغذ اے پاک کرتا ہے بیان

آیت تفسیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

آیت تفسیر میں امد کے بعد اللہ تعالیٰ فرمایا ہے: یرید اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ (اہل بیت) کو اور جس سے پاک کر دے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرمایا ہی سکتا نہیں ہے جبکہ کسی بھی کام کے پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرم لینا ہی کافی ہے۔

اس پر قرآن کریم گواہ ہے کہ انا انزلنا اللہ شہیدان یقولون لہ کن فیہ سکون۔ اور میرے یہ یہ اللہ ہے اور ہر اہل اللہ ہے۔ کہا اور ہو گیا۔ اور پھر اس بشارت خداوندی کے بعد مستزاد ہے کہ سید الانبیاء حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اہم حسین اور دوسرے حضرات اہل بیت کو کمال میں لے کر بارگاہ خداوندی میں دعا گو ہیں کہ باللہ یہ میرے اہل بیت ہیں

ان سے اور جس و آلودگی کو دور رکھ۔ تو کیا انا الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ مبارک دعا ہے کہ قبولیت کو پہنچی کہ نہیں؟ کیا کوئی مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ محبوب خدا کی دعا قبول نہیں ہوئی جبکہ آپ سے پردہ کرو تو ان علم میں کوئی استجاب انداعات پیدا ہی نہیں ۱۵۲۔

آپ یہ دیکھتا ہے کہ دور جس کی ہے جس نے خاندانہ اللہ و عسکم الرجس کو طہر اور کھا یا۔ تو اس کے متعلق بھی طویل ذہین مباحثہ درمیانے ہوئے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ:

قال ابن عطیہ الرجس اسہ
یقع علی الاثم والعداب وعلی
النجاسات۔ وقال اصحاب نزوی
فیہل هو شک و قبل العذاب
وقبل الاثم قال الزہری
الرجس اسم کل مستفقد من
عسل وغیرہ۔ (اشرف الموعظ ص ۱۱)
شمیدان شہید ج ۲ ص ۳۹۹

وقال ابن عباس الرجس
عمل النبیضان ما لبس للہ
لبہ رضا۔ وقیل الرجس
الشک والبلبلس۔ (خازن ج ۵
ص ۱۱۱)

وقال اصحاب فخر الدین
اشرازی الرجس ای ہزیم عسکم
والذنبوب۔ (تفسیر کبیر عربی الجزء الخامس
وآخر من ص ۳۰۹)

ابن عطیہ کہتے ہیں: رجس کا وقوع بہ
اوپر گناہوں کے اور عذاب کے اور اوپر
لباسوں کے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ رجس
شک کو، عذاب کو اور گناہ کو کہتے ہیں
زہری کہتے ہیں کہ رجس اہل و غیرہ کے
نہ گناہوں کا نام ہے۔ نیز اہل لغت اس
پر افس ہے کہ رجس کے معنی پلیدی، گھلاؤ
نہراؤ ہرہ کام ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ
عنا فرماتے ہیں رجس عمل شیطان ہے اور
ہر وہ کام جو دشمنے اہل کے خلاف ہو اور
رجس شک اور ہرائی کو کہتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں
فرماتے ہیں کہ رجس الی بیت کے گناہوں
کو قسم کرنے کا نام ہے۔

شانِ نزول اور تفصیلی بیان

یہ آیت کریمہ نجران کے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بحث کرنے آئے تھے۔ نجران مکہ معظمہ سے جانب یمن سمت خیبر کے فاصلے پر ایک بڑا وسیع و عریض شہر ہے جو بحر الانبار زید بن حبیب بن حرب کے حکم سے موسم بہار میں شریک عرب میں عیسائی مذہب کا گہرا مرکز تھا۔ اور اسے گلاسا اس سے متعلق تھے۔ یہاں ایک عظیم گرجا تھا جس کو عیسائی مہب کہتے تھے۔ اسی میں ان کے بڑے بڑے پادری رہتے تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہچتر یہاں کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساتھ افراد پر مشتمل خاندان مدینہ منورہ آیا۔ ان میں لارڈ ہشپ بھی تھا جس کا نام ابو حارثہ تھا۔ اور ان ساتھ افراد میں چوبیس ۱۲۳ افراد مدینہ منورہ کے اشراف کے لوگوں سے تھے۔ اور پھر ان ۲۳ میں سے عیسیٰ مریض نکل گئے۔ ان میں ایک کا نام عبدالمسیح اور عبدالمسیح کا خلیفہ تھا یہ اپنی قوم کا سرور تھا جس کی روانے کے بغیر عیسائی کوئی کام نہیں کر سکتے تھے دوسرے کا نام ابیم تھا یہ اپنی قوم کا افسر تھا جس کے ذمہ ساری قوم کے خورد و نوش اور رسد کا انتظام تھا۔ تیسرے کا نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ جو نصاریٰ کے قہار بادشاہ پورے کا پورا پیشوا تھا۔ یہ گروہ نماز عسکر کے وقت مدینہ منورہ پہنچا۔ اس وفد کے قہار شہزادہ نہایت عمدہ اور جتنی پادشاہیں چین کی بڑی شان و شوکت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناظرہ کرنے آئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ہم نے آج تک ایسی شان و شوکت والی جمعہ نہ دیکھی تھی۔ یہ لوگ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں آئے۔ نماز کا وقت تھا تو ان لوگوں نے وہیں جانب مشرق توجہ ہو کر نماز شروع کر دی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں اپنی نماز پڑھ لینے دو۔ (تفسیر تہذیبی ص ۳۸۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عدت کریمہ کے مطابق ان وفد کو بھی دعوت اسلام دی۔ لیکن وہ رشتہ نہ ہوئے اور مہارت نہ کئے۔ ان کا مرکزی مسئلہ

یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح خدا تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں آیات فرمائی کہ جہن میں جس دن وہ کل غلبہ سے ثابت کر گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں خدا نہیں۔ بلا باپ کے پیدا ہوا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ خدا ہیں۔ آخر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو ان میں سے ایک ہیں کہ پیدا کیے گئے تھے۔ تو سب انہیں اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی مخلوق اور بندہ مانتے نہیں کیا کیونکہ وہ نکلتے ہیں۔ بند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو حضرت مریم سے پیدا ہوا ہے یہی ثابت ہے۔ لیکن عیسائی یہ کہہ دیتے تھے کہ وہ خدا کی مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا ایک شریک و شریک اللہ ہے۔ اپنے مذہب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ان آیات مبارکہ کو نازل فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: اے نبی محبوب ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اپنے دوسرے میں سے ہو تو اگر تم اور تم اپنے باپ محبوب کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے آ جاؤ گے کہ جو اپنے دعوے میں بھروسہ ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور وہ مذہب خداوندی کا متعلق ہے۔ اہل اسلام اس کو مبارک کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس عہد مبارک کے بعد وفد نے علاوہ فساد میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دن کی مجلس مانگی کہ ہم کل ایک گواہی کا جواب دیا گئے۔ جب وقت ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے شخص عاقبہ سے کہا کہ اے عہدائے مسیح آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے ان کے سامنے ضروری تمہید بیان کیا تو سب ہلکے ہو چلے گئے۔ اب اگر تفرامیت ہو تو تمہارے پاس ہے تو انہیں چھوڑ دو اور اپنے اپنے گھر لوٹ چلو۔ یہ مشورہ کرنے کے بعد وہ فراموش ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے وہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہیں فراموش ہیں اور دست مبارک میں امام حسن کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت علیہ وسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں سے فرما دیا کہ جب میں یہاں آؤں تو تم سب آؤ گے۔ نجران کے سب سے بڑے پادری ہشپ نے جب اس نورانی فطرت کو دیکھا تو کہنے لگا: ہاں ہاں ہاں ہاں!

اسی لاری وجوہا لبو سالوا
اللہ ان یزیل جہلا من مکانہ
لاوالہ سہا فلا و تاحلوا
فنتہلکوا ولا یسلی علی رحمہ
الاورہ نصوائی الی یوم
القیامہ (تکبیر الجہاد الثامن
ص ۸۵)

یعنی ہے شک میں اپنے چہرے دکھو رہا
ہوں کہ مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے چھاڑ کو
اس کی جگہ سے ہٹنے کی دعا کریں تو یقیناً
اللہ تعالیٰ ہمارا کوس کی جگہ سے ہٹا دے گا۔
پس انا سے مباہلہ مت کرو ورنہ پاک ہو
جاؤ گے اور قیامت تک دوسرے زمین پر کوئی
بیٹائی باقی نہ رہے گا۔

چنانچہ عیسائیوں نے اپنے پادری کی بات مان لی اور مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی
اور جزیہ دینا منظور کر لیا کہ ہم ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑے (جن میں ایک جوڑے کی
قیمت چالیس روپے تھ) دے سکتے ہوگی اور اس سے ایک ہزار ملے مغریں اور ایک ہزار مالہ
وجہ نہیں۔ اور ہمیں (۳۰) اونٹ، ہمیں (۳۰) زہہ اور ہمیں (۳۰) بڑے پیش کرتے
رہیں گے۔ صاحبِ تعمیر بھی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عیسائی ہلوہ
جزیہ دو ہزار جوڑے ۳۳۰۰ اونٹ اور ۳۳۰۰ گھوڑے دیا کریں گے۔

تاریخ اسلام و لفظ عبدالرحمن شوق امرتسری اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸۱ جلد اول
میں تحریر کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے جہاں جزیہ دینا قبول کیا وہاں کے ساتھ ساتھ یہ صلح
نامہ بھی لکھا گیا کہ (۱) مسلمانوں کی طرف سے جو بھی قصہ ان کے پاس آئے گا اور اس کی
مصمان نوازی کریں گے۔ (۲) نہ سودیں گے اور نہ سود کا دھارہ کریں گے۔ (۳) مسلمان
ان کے دین اور ان کی آقاؤں کے گھرانہ رہیں گے۔ اس صلح نامہ پر نامو و صحابہ گرام
نے اختلاف فرماتے اور ان کے حوالے کروا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا:

والذی یسعی ببدہ دن
الہلاکۃ قد تدلی علی اہل
نہوان ولو لا عنوا المسکوا
قرہہ ینحازہر ولا یحطرم

یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے کہ اہلِ نحران پر یقیناً
ہلاکت ڈالی ہو جاتی اگر وہ ہم سے مباہلہ کر
لیتے تو بندہ رواں اور سووں کی صورت میں

۱۔ عسہم الوادی نارا ولا
بساہل اللہ نہجران و اہلہ
حنی الطیر علی رؤس
الشجر ولما حال الحول علی
لسماری کلہم حنی
مہلکوا۔ (بیرت رسول ربی و غیر
ص ۸۵)

معاہدہ کر دیے جائے اور مطالب الہی کی آگ
سے ان کے جھل جلی جائے۔ بجز ان اور
دہاں کے رہنے والے حنی کہ درختوں پر
ٹپٹے ہوئے پرندے جلی جائے اور ایک
سہل کی مدت میں تمام مہلکی پاک ہو
جائے۔

مواہب لدنی میں لکھا ہے کہ جس کسی نے بھی مباہلہ کیا ہے اگر وہ باطل پر ہے تو
یہ بارہ روز مباہلہ سے ایک سال بھی شہینا تر ہوئے گا کہ وہ پاک ہو جائے گا۔
خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۳۳ پر ایک حدیث پاک حضرت ابو نعیم کے حوالے
سے تحریر فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوشلہ فرمایا کہ اہلِ نحران کی
ہلاکت کی خبر دینے والا آیا تھا جس کی پرندے بھی ان کی ہلاکت کی خبر دے رہے تھے اگر
وہ مباہلہ کرتے تو پاک ہو جاتے۔

صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۷ اور صاحب مرقاۃ المفاتیح نے ص ۸۶ ص ۲۵۰ پر
حوالہ مسلم ایک حدیث پاک حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی
ہے کہ:

لما لزلت ہذہ الایہ لدع
بساہلنا وابناءکم دعا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علینا و فاضلہ و حسننا و
حبنا فقال اللهم مولانا
حبیب یہ آیت ابنی آیت مباہلہ نازل
ہوئی کہ ہم اپنے اور ہمارے بچوں کو
پاکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت علی اور فاطمہ اور حسن و حسین کو
ایلیا اور فرمایا یہ میرے گھروالے ہیں۔

صاحب مواقع محرقہ نے ص ۵۴۴ پر کشف کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس
بندہ کو پاور والوں کی نفیست کی کوئی غمی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی، حضرت

فاطمہ اور حسین کریمین ہیں کیونکہ ہنسب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں ملا کر حسین کو گویا حسن پکارا اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی آپ کے بچھے۔ یہی معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور آلِ ان کے ذریعہ سے جنہیں وہ اپنے بچے کہتے ہیں آپ اور آپ کی طرف منسوب ہے۔

آیت میاں میں

ابناءنا وبناتنا وانفسنا

سے کون لوگ مراد ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور نہ اس سے مروی جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں اور نہ اس سے مروی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ علی عزت ہے:

قال جابر بن سمرة: رسول الله صلى الله عليه وسلم وعسى ونساء
 نأ فاطمة رضي الله عنها وابناء نأ الحسن والحسين رضي الله
 عنهما. (تكملة ابن عثيمين ٣/ ٢٠٣ لعل عمران ص ٤٦)

تفسیر کبیر عربی الجزء الثامن ص ۸۶ پر لکھا ہے کہ:

ہند لایہ دالہ علی ان الحسن والحسین علیہما السلام کانا
ابنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعادان یدعو بناء ۛ فیدعا
الحسین والحسین فوجب ان یکونا ابنیه یعنی یہ آیت کریمہ دلیل اس
بات کی کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام حضور و مرور کو نہیں صلی اللہ علیہ وسلم
کے بیٹے ہیں۔ فقہر تخرمین کرام! آیت مبارکہ کی ۛ تفسیر و حقیقت حضور و مرور کو نکالت
صلی اللہ علیہ وسلم کی علی تفسیر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اسے نہ اس

اپنے فرزند یعنی امام حسن اور امام حسین کو پیش کر دیا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور
 سب سے بڑے ہیں۔ انہیں اپنے گھر کی عورتوں میں سے اپنی سب سے چھٹی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا
 رضی اللہ عنہا کو پیش کر دیا اور ان کے ساتھ ایک چکر خروانی ڈالت کرادی اور حضرت مولیٰ علی
 کو پیش کر دیا اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی اس عملی تفسیر سے حضرات پختون پاک یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ اور
 حضرات حسین و حنین رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو کتنا بڑھا دیا ہے۔ اسی لیے علامہ
 کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰ بن پاک کا وسیلہ دعا کی قبولیت کے لیے اکسیر اعظم ہے
 کہ ان کے واسطے سے ہر گناہی دعا قبولی اللہ شاء اللہ روئے ہوگی۔

محبت اہل بیت اور قرآن حکیم

جب تک مسلمانوں کے بقا کو سامنے قرآن حکیم اور اہل بیت اطهار کا واسطہ نہ ہوگا
نہی گمراہ اور سوامیں ہوسکے۔ کذب و فحش کا مڑنی ان کے قدم حق سے وہی، لیکن جیسے
اہل مسلمانوں نے ان دونوں سے اس میں سے وابستگی جوئی ہو رہی ہے دلت و سوائی ان کے
حاصلہ قبیح چلی گئی، آج عالم اسلام کے مسلمانوں کی منہی بھراسر ایسیوں کا کاذب بدلہ
عطا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے قرآن حکیم اور اہل بیت
نبوت کو گھمایا، آج بھی وقت ہے اگر مسلمان وہی سرخرو ہیں اور فتح و کامرانی چاہتا ہے تو
اپنے آپ کو قرآن حکیم اور اہل بیت نبوت سے وابستہ کر لے اور اپنے دل کو اہل بیت
نبوت کی محبت کا دل نہ بنالے قرآن شریف اور قرآن کامل پھر حسابہ قدم چوئے گی۔

اہل بیت اطہار کی محبت کا مقام اور اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ خود خدا نے اسے مقدس گلاسے پاک میں بارشِ لہریں کیا ہے۔

لَا اسْتَلْكُم عَلِيْجَ اِجْرَالَا
السُّدَّةُ فِي الْقُرْبَى

تم فرماؤں میں اس پر غم سے کچھ اجرت
میں مانگنا مگر فراہم کی محنت۔

۱۳۲۵ء کی

یعنی میں تم سے اپنے قرابت و اردوں کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔

شائے نزول اور تفصیلی بیان

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق حضور صمد الانا ناض حضرت علامہ مولانا سید محمد عظیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عابدین عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دو وقت افروز ہوئے اور انصاف دے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ حصار بست ہیں اور (انصار) مال بھی رکھتے تھے ان سے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو احسانات دیکھ کر کے حضور کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لیے بہت مسائل جمع کیا اور اس کو لے کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں چرابت ملی تم نے کھوکھی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے فرما رجابت زیادہ ہیں اس لیے ہم قدام استاذہ بی مال آپ کی خدمت میں زار کے لیے آئے ہیں امید ہے کہ حضور قبول فرما کر اعلیٰ عزت و رفائی فرما دیں گے۔ اسی پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور سید عالم نے وہ احوال و اسیر قبولے۔

صاحبِ تفسیر کبیر حضرت امامِ دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر کشاف کے حوالے سے
 لکھتے ہیں کہ:

لَمَّا زَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَبَيَّنَ بِهَا
رَسُولُ اللَّهِ مِنْ لِبَائِكَ هَوَاءَ
الَّذِينَ وَحِشْتَ عَلَيْهِمْ مَوَدَّةَ
نِفَالٍ عَلَيَّ وَالْأَظْفَرِ وَأَسْأَلُ
خَيْرَ كَبِيرِ الْجَزَاءِ الرَّاحِ وَأَحْسَنِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اصحابِ باطل اور نبی کریم ﷺ کے درمیان
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وہ
 کون دشت دار ہیں جن کی محبت ہم پر
 واجب کر دی گئی ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ

ضیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ علیؑ کا علم ہو اور
ان کے دونوں فرزند (امام حسن و امام
حسین) ہیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

عربی میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ تو مجھے بہت پسند ہے اور وہ نہیں بچتا کہ وہ بھی جان لے کہ میں حسن ہوں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَصِیْعَةُ عَمَلِ الْإِبْرَهیمیَّةِ اُخْرٰی۔ پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں اور میں اہل نبیت سے ہوں اہل جن کی محبت و دوستی اللہ عزوجل نے ہر فرد فرشتہ فرمائی ہے اور اسی بارے میں اس نے اپنے محبوب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت قل لا اسئلكم عیہ اجرا اُزل فرمائی ہے۔

والله اعلم بالصواب

طہری نے دعوت بیان فرمائی ہے۔ جب حضرت سیدنا ام الرضیٰ العزیز رضی اللہ عنہ کو اپنے والد گرامی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ کی حالت میں مدینہ کی ایک جگہ پر کھڑا کیا گیا تو ایک عالم بن کارشائی نے آپ سے

الحمد لله الذي فتحكم
وخلصكم وقطع قرن
الغشوة فاعلم انما قرات قل

خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا غلہ کھلی
اور تمہاری جڑوں کو کاٹ دیا تمہیں گمراہی کو
مطلب (محلہ) (نہ)۔ آپ نے اس سے فرمایا

الحمد لله الذي فضلكم
بما يصلحكم وقطع قرن
الدمية - فإنا له أمانات قبل

الا ومن مات علی حب آل
محمد یزف الی الجنة کما
یزف العروس الی بستان زوجها۔

اور فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل
محمد فصح له فی قبره باسان
الی الجنة۔

پھر فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل
محمد جعل اللہ قبره مراد
ملائکہ الرحمن۔

پھر ارشاد فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل
محمد مات علی الجنة
والجنة۔

(تفسیر کبیر الجزء السابع والعشرون ص ۱۵۵) تفسیر کشف الجزء الثالث ص ۱۶

یہ ساری بشارتیں اود خوش خبریاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو اہل بیت اطہار اود
قائدان نبوت سے محبت و الفت رکھتے ہیں اود اپنے برقر اولاد اپنی تحریروں سے
اہل بیت کی محبت کا اظہار فرماتے ہیں۔

ان شاء اللہ آنکھ صفحات میں آپ اہل بیت کے فضل پر چاہیں احوال کا
ایک مجموعہ دیکھیں گے تو ایسا نازہ ہو جائے گا اود جو لوگ اہل بیت رسالت اور خاندان
رسالت سے بغض رکھتے ہیں اود اپنے قول و فعل اور اپنی تحریروں سے ان
مقدس نفوس کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ان کے لیے چند احادیث پیش کی جاتی

حضور فخر کائنات سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الا ومن مات علی بغض آل
محمد حاء یوم القیامہ
مکتوباً یمن عیبه ايس من
رحمہ اللہ۔

اور فرمایا:

الا ومن مات علی بغض آل
محمد مات کافراً۔

اور ارشاد فرمایا:

الا ومن مات علی بغض آل
محمد لم یسم رائحة الجنة۔

نوٹ: پوری حدیث چاک میں آگئی محمد کا ترجمہ اہل بیت اس لیے کیا گیا کہ اہل
بیت کے آپ رسول ہوئے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور رسول کا کمال رسول ہونا
اقتنافی ہے۔ تفصیل کے لیے تفسیر کبیر الجزء السابع والعشرون عرب (حصہ نمبر ۲) کا
ملاحظہ فرمائیں۔

اب ان گستاخان اہل بیت کو سوچنا چاہیے کہ ان کا تمکات کدھر ہے؟ بڑی جیسے
فاسق و ظالم انسان کو امیر المؤمنین عقی لاد امام علی (ع) امام حسین رضی اللہ عنہ کو
معاذ اللہ حد محاذ اللہ باغی، گنہگار، اور مجرم کہنے اود لکھنے والا! اپنے انجام کو سوچو۔ ایک
نہ ایک دن مر جائے، اس بھی وقت سے توہ کا دواؤ بند نہیں ہوا ہے۔ بارگاہ خداوندی
میں یوں سب مصلطے صلی اللہ علیہ وسلم معافی مانگ کر اہل بیت اطہار کی چوکھٹ کے سرگ
ہی جاتے۔ اس لیے کہ یہ بدی گھر ہے جس سے جس نجات کا پروانہ ملے گا۔ یہی وہ گھر

ہے جو سفینہ نجات ہے۔ ان کی کے معلق اور شاہد رسول ہے کہ اگر ان کو چھوڑ دے تو غرق ہو جاؤ گے۔ اس لیے اسے ایمان کرنا جہنم کے چٹا چٹا کنگھڑے پر سے ڈالنا ایسے ہی ہے جتن کو بکھاؤ اور ان کے اہل بیت سے عقیدت و محبت رکھو۔ اے شاہ، اللہ عزوجل اس کے رسول کی خوشنودی نہیں ضرور حاصل ہوگی۔ اسی لیے اہل بیت حضرت سیدنا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی صیہ الحرمہ نے کچھ خوب کہا ہے:

کیا بات رضا اسی چہستانِ نورم کی
زہرا ہے کل جس کی حسین اور حسن پھول

آیت مودت میں ”قربانی“ سے کون لوگ مراد ہیں

آیت کریمہ میں قربانی سے کون لوگ مراد ہیں اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت علی، حضرت فاطمہؑ، اور حضرات حسینؑ کریمین مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے اہل علی و آل عثمان اور آل جعفر مراد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے ازواج مطہرات اور وہ رشتہ دار مراد ہیں جن پر حدود حرام ہے۔ (تفسیر نوافل، عربی)

یقین جیسا کہ آپ نے مذکور بالا حدیث پاک میں پڑھا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام کے پوچھنے پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل واضح طور پر فرمادیا کہ محبت و مودت کے صحیح حقدار علی، فاطمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے ہیں۔ اور قرآن حکیم حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ تو جب صاحب قرآن نے خود اس کی تفسیر فرمادی تو پھر کاتبوں اور دیگر انوفال کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں، اور صاحب اختیار بھی ہیں۔ جس کو چاہیں اعزاز عطا فرمائیں ان کا یہ کرم ہے۔ اسی لیے سرکارِ اہل بیت حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے جنت و اختیار ہیں

سخاوتِ اہل بیت

اور

قرآن حکیم

اہل بیت اطہار کا تعلق ان کی پرورش اور تربیت کلمہ در الہامی معطلہ حضور سید عالم و المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس و مطہر آیت کریمہ سے رہا اور اسی حلق اور تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہے کہ اہل بیت میں تنقید و سرکار و دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی حسنہ، عادات کریمہ، ایثار و قربانی اور غریبوں میں اور مسکینوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی محبت کا اثر ان حضرات اہل بیت نبوت پر بھی پڑنا چکی امر ہے۔ اس وقت ہم ایسی ایک واقعہ جو اہل بیت نبوت کی غریب نوازی سے تعلق رکھتا ہے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ اللہ جل جلالہ و تعالیٰ بھی اہل بیت نبوت کے اس فعل پر اتنے خوش ہوا کہ اپنے مقدس کلام پاک میں اس واقعہ کو بیان فرمادیا۔ ملاحظہ فرمائیے:

پارا واقعہ ہم تفسیر کبیر عربی الجزء التاسع والعشرون ص ۲۳۳۔ تفسیر موضح قرآن ص ۸۸۔ تفسیر حسینی ج ۲ ص ۶۳۴۔ تفسیر کشاف ج ۳ ص ۱۹۶۔ اور تفسیر خزانہ القرآن ص ۱۸۰۔ مصنف علامہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے حوالے سے تحریر ہے جس کو جمع و مفسرین اس بات پر ہیں اور راوی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک بار حضرت حسینؑ بنار ہوئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ

کرام کی ایک جماعت کے ساتھ حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ تو کسی صحابی نے باخود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مشورہ کیا کہ تمہارے فرزند پیار ہیں تو اللہ کے لیے کچھ نذرانہ دو۔ چنانچہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور آپ کی لڑکی حضرت فاطمہ نے تین روزوں کی نذر مانی۔ دونوں شہزادے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔ تو ان تینوں حضرات نے روزے رکھ لیے۔ مگر کئی سالوں میں اس دن کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

حضرت علی شہون خیری یہودی کے پاس گئے اور تین صابن جو بلوہ قرض لے آئے۔ حضرت خاتون جنت نے ایک تھالی حصہ جو اپنے ہاتھ سے پیسا اور پانچ کوسوں کے حساب سے شام کی دوپاؤں تیار کرائیں اور افطار کے وقت کھانا سامنے لا کر رکھ دیا۔ ابھی روزہ افطار کرنے کی تیاری تھی کہ اچانک ایک شخص کاشانہ علی پر آواز دیتا ہے کہ اہل بیت رسول اللہ! میں ایک مسکین مسلمان ہوں۔ بھوکا ہوں۔ تیسرا سہ روزہ ہے پر آبا ہوں۔ اللہ کے نام پر کچھ کھانا دے وہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے ثوابوں پر کھانا کھائے گا۔ یہ سن کر اہل مقدس حضرات نے وہ سادہ دوپاؤں اس مسکین کے حوالے کر دیں اور خود پانی پی کر روزہ افطار کر لیا اور دو سو گئے۔ دوسرے روز پھر روزہ رکھا اور ایک تھالی جو کی دوپاؤں بنائیں۔ اور جب افطار کرنے کے لیے بیٹھے تو پھر روزہ دے پر نہ سکتے ہوئی اور کوئی آواز دینے والا آواز دے دیا ہے کہ اے اللہ کے رسول کے گھر والو! میں تجم ہوں بھوکا ہوں مجھے اللہ کے لیے کچھ کھانا دے دو۔ ان حضرات نے پھر تمام دوپاؤں اس یتیم کو دے دیں اور خود پانی پی کر روزہ افطار کر لیا۔

تیسرے روز پھر روزہ رکھا اور جیسے وہ کوچیں کر دوپاؤں بنائیں کہ اچانک پھر ایک سائل نے آواز دی کہ اے اہل بیت اطہار! میں امیر (غیری) ہوں۔ بھوکا ہوں۔ اللہ کے لیے کچھ کھانا دے دو۔ تیسرے روز بھی ان حضرات نے تمام کی تمام دوپاؤں اس غیری کو دے دیں اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ اور خداوند قدوس کا شکر ادا کیا کہ اب ہماری نذر پوری ہو گئی۔

پچھتے روز صبح اٹھے تو بھوک کی شدت اور شغف سے پلے پھرے کی طاقت نہ

تھی۔ حضرت مولانا علی نے حضرات حسین کا ہاتھ پکڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مت عالیہ میں لے گئے۔ دونوں ساتھ زادے بھوک کی شدت کی وجہ سے کھل چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو رنج پیدا ہوا۔ پھر آپ حضرت علی کے دامن پر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت سیدہ امنا زوجہ رضی تھیں۔ حضور نے ان کو دیکھا تو بہت بے قرار ہو گئے۔ یہاں تک کہ آنکھیں اٹھکا دی گئیں۔ اسی وقت حضرت محمد نیل الشہن علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے اہل بیت کو مہلک ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی شان میں اپنے مقدس کلام میں فرما دیا ہے کہ:

يوسفون بالغفد ويخافون
بوما كان شره مستطيرا
ويطعمون الطعام على حبه
مستكبرا ويحماوا اسبرا۔ انما
نعلمكم لوجه الله لا نريد
ممنكم جزاء ولا شكورا۔
(احزاب ۲۹)

اللہ تعالیٰ یہ ہے عظمت اہل بیت رسول اللہ کی کہ تین دن تک نگاہ نہ کرے پانی سے افطار کر لیا اور اپنے صفے کی تمام دوپاؤں سائل کو دے دیں لیکن سائل کو پاپوس دینے میں کیا کیا کوئی ایسی مثال پیش کر سکتا ہے؟
اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اہل بیت اطہار کے فضیل ایسا ہی جذبہ ایثار عطا فرمائے۔ آمین۔



اہل بیت پر درود

اور

قرآن مجید

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود سلام بھیجنا واجب ہے۔ اور ہر ایک مجلس میں آپ کے ذکر کرنے والے پر اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ واجب اور اس سے زیادہ مستحب ہے۔ یہی قول مسند ہے اور اس پر ہر سورہ عشاء کا پڑھنا ہے۔ اور آپ کے تابع کر کے آپ کے اہل راسخا پر بھی درود شریف بھیجا جاسکتا ہے۔ یعنی آپ کے تمام اقدس کے بعد آپ کی آل کو شرف کیا جاسکتا ہے۔ مگر مستقل طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان میں سے کسی پر درود شریف بھیجا نہ کرہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے متعلق اوشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّوْنَ
عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا۔ (الاحزاب: ۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بنائے والے (پیغمبر) پر۔ اسے اعلان دلائل پر بھی درود اور خوب سلام بھیجئے۔ (آخر الامکان)

شہنِ نزول

حضرت کعب بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم آیت کریمہ نازل

کی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

فد عَلَيْنَا كَيْفَ نَسْلَمُ
مَنْ يَكُنْ لَكَ قَوْلًا قَوْلُوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ
مَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ
مِمَّا لَانَ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَسْبُ
مُحَمَّدٍ (اشد الاموات ص ۲۶۶)

ہے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمھارا
ہے کہ آپ پر سلام کس طرح پڑھیں آپ
آپ لہائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح
پڑھیں؟ فرمایا میں کو اسے اللہ درود بھیج
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی
آل پر یہی جاکہ درود بھیجا ہے تو اسے حضرت
ابراہیم اور ان کی آل پر۔ بے شک تو محمد
اور بزرگ والا ہے۔

ایک اور روایت میں فرمایا ہوں گو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَذَوْنِهِ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ
حَسْبُ مُحَمَّدٍ۔ (اشد الاموات ص ۲۶۸)

اے اللہ رحمت نازل فرما (حضرت) محمد
اور آپ کی ذرات اور آپ کی اولاد پر۔
یہی جاکہ تو نے رحمت نازل فرمائی آل
ابراہیم پر۔ بے شک تو محمد اور ان کے

فور فرمائیے، صحابہ کرام نے اپنے سوال میں یہ روایت نہیں کیا کہ آپ پر اور
آپ کے اہل پر کبھی درود بھیجنا؟ بلکہ صرف آپ پر درود بھیجنا کی کیفیت پوچھی۔ مگر
پہلے اپنی نصیحت میں اپنے اہل بیت کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ بلکہ جس درود میں
آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت کو نہ ملا جائے اسے ناقص قرار دیا۔ کامل درود یہ ہے
میں آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت کا نام بھی شامل ہو۔ چنانچہ فرمایا:

لَا تَصَلُّوْا عَلَى الصَّلَوٰه
لَسَرَّاءَ فَيَقُوْلُوْا مَا الصَّلَوٰه
لَسَرَّاءَ فَيَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَرَجُلٍ رَّكَ بَيْنَهُمَا يَوْمَ يَكُنْ يَوْمُ

مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو۔ صحابہ
نے پوچھا یا رسول اللہ! ناقص درود ان سے
ہے؟ فرمایا تم کہتے ہو اللہ صلی اللہ علیہ
محمد اور ان کے درمیان رک جائے گا۔ بلکہ ان

اہل بیت پر درود

اور

قرآن مجید

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے۔ اور ہر ایک مجلس میں آپ کے ذکر کرنے والے پر اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ واجب اور اس سے زیادہ مستحب ہے۔ یہی قول محدث ہے اور اس پر ہمسو علماء کا مؤلفی ہے۔ اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب پر بھی درود شریف بھیجا جاسکتا ہے۔ یعنی آپ کے نام اللہ کے بعد آپ ہی آل کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ مگر مستقل طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان میں سے کسی پر درود شریف بھیجتا نہ کہتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

ان الله وصلاتكم على صلوات
على النبي. يا ايها الذين
آمنوا صلوا عليه وسلموا
سليما۔ (احزاب: ۴۳)
سلام بھیجو۔ (تحریر: علامہ)

شان نزول

حضرت کعب بن جحرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل

اولیٰ ما ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قد علمنا كيف تسلم
عليك قال قولوا اللهم صل
على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم
وعلى آل ابراهيم الك حميد
مجيد ان شاء الله ج ۲ ص ۳۶۹

سبب شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا
ہے کہ آپ پر سلام کس طرح چھینیں آپ
فپ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح
چھینیں؟ تو فرمایا میں کہو اے اللہ درود بھیج
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی
آل پر جیسا کہ درود بھیجتا ہے تو نے حضرت
ابراہیم اور ان کی آل پر۔ سبب شک فخر
اور بزرگی والا ہے۔

ایک اور روایت میں فرمایا میں کہو:

اللهم صل على محمد
وسمى ازواجه وذريته كما
صليت على ابراهيم الك
حميد مجيد ان شاء الله ج ۲ ص ۳۶۹

اے اللہ رحمت نازل فرما حضرت محمد
اور آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر۔
جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی آل
ابراہیم پر۔ سبب شک فخر و بزرگی والا ہے۔

فقر فرمائیے صحابہ کرام نے اپنے سوال میں یہ دریافت نہیں کی کہ آپ پر اوو
آپ کے اہل پر کیسے درود بھیجیں؟ بلکہ صرف آپ پر درود بھیجنے کی کیفیت پوچھی۔ مگر
آپ نے اپنی ہیئت میں اپنے اہل بیت کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ بلکہ جس درود میں
آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت کو نہ ملا جائے اسے ناقص قرار دیا۔ کامل درود وہ ہے
جس میں آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت کا نام بھی شامل ہو۔ چنانچہ فرمایا:

لا تصلوا على الصلوة
السواء فقالوا وما السواء
لسواء لئلا نقولون اللهم
صل على محمد وحمسكون

مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو۔ صحابہ
نے پوچھا یا رسول اللہ ناقص درود کون سا
ہے؟ فرمایا تم کہتے ہو اللہ صلی علی
محمد اور کہیں رک جاتے ہو بلکہ پڑھنا

بل قولوا اللهم صل علی
محمد وعلی آل محمد۔
(اصول الحق ص ۳۹۵)
گنا کرد کہ اللهم صل علی محمد
وعلی آل محمد۔ یعنی آل کا نام لے کر
پڑھنا خاص ہے اور آل کے نام کے ساتھ
پڑھنا کامل درود شریف ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم من صلى صلاة لم
يصل فيها علي وعلي أهل
يحتسب له تقبل الله (امام پاک
ترجمہ)۔

اور چہا

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک تشریف میں آپ پر او و آپ کے اہل
بیت پر درود پڑھنا واجب ہے۔ اس سلسلے میں ابن کے یہ اشعار بہت ہی مشہور و معروف
ہیں۔

يا اهل بيت رسول الله حكمة
فرض من الله في القرآن امره
بكتفكم من عظيم اللزوم
من لم يصل عليكم لا صلوا له
(صواعق غرقہ ص ۵۰)

اے اہل بیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے ہماری محبت کو
فرض قرار دیا ہے اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے۔ تمہاری عظمت و شانیت
کے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی قبول نہیں۔
وہ بھی نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک
مضور علیہ الصلوٰۃ والسلام او و اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے دعا قبولیت سے دکن و ہتی
ہے۔ (صواعق غرقہ ص ۵۰)

ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا پورا
تراب کا وزین لے کر خوش ہوٹا چاہتا ہے وہ کہے اللهم صل علی انیس محمد
وہو واحد امہات المؤمنین وقتبہ و اہل بیتہ کما صلبت علی
عمر اہمہم ایکے حبیبہ حبیبہ۔ (صواعق غرقہ ص ۳۹۶)

بہر حال یہ حق و صلی اللہ علیہ وسلم کا صلوة و سلام میں اپنے اہل بیت و اہلما و کا
اپنے ساتھ لانا ان کی عظمت و شان کی بہت بڑی دلیل ہے و درود و سلام کے فضائل و
منازل کے لیے مولف پُرانی کتاب فضائل و درود و سلام کا مطالعہ کیا جائے۔



اہل بیت اطہار

اور

احادیث کریمہ

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اطہار کے فضائل آسمان کے
ناروں اور زمین کے ذروں کی طرح بے شمار و بے انتہاء ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ جب
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک
پہنچے ہیں تو وہ روایات آپ میں نہ ملے۔ حضرت ام یمن رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بول شریف (پیشاب) پانی لیں تو ان کے پیٹ کا داغی درد ختم ہو
جائے اور پھر آنکھ بھی بہت کا عرض نہ دوسے کی بشارت مل جائے۔ ام المومنین
حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کا بول شریف پانی پیا تو انیس ہجرت سے نجات
کا پروانہ مل گیا۔ تو وہ انفس فخریہ جنسین اہل بیت اطہار کے نام سے یاد کیا جائے۔ جن
کا غیر خون سبز افریقین صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہو اور جن کے مغلف آپ نے فرمایا
ہو کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، تو ان کے فضائل و مناقب کا کوئی شمار کر سکتا
ہے۔

اہل بیت نبوت کے فضائل قرآن کریم کی روشنی میں آپ نے گزشتہ صفحات میں
ملاحظہ فرمائے۔ اب ہم اہل بیت کے فضائل احادیث کریمہ کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں
معاذت حاصل کر رہے ہیں۔

(۱) حدیث ثقلین

حدیث ثقلین در حقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت ہے جو
معاذ کرام سے مروی ہے۔ ہم یہیں پر مسلم شریف جلد دوم ص ۷۷ کی روایت
میں مشہور صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے غریب کر رہے
ہیں آپ فرماتے ہیں کہ:

قام رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یوما فینا خطبنا
بما یدعی عما بین منک و
الحمدینہ لحمد اللہ والشی
علیہ ووعظ و ذکر ثم قال اما
بعد الا یہذا الناس انما اتوا بشیر
بہ نکتہ ان یماتینی رسول ربی
فاحیب وانا تارک لکم
لسلس او لہما کتاب اللہ
فہ الہدی والنور لحذرا
مکتاب اللہ واستمسکوا بہ
لحس علی کتاب اللہ ودع
لہ ثم قال و اہل بیتی
ذکرکم اللہ فی اہل بیتی
او ذکرکم اللہ فی اہل بیتی
او ذکرکم اللہ فی اہل بیتی۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہہ اور میں نے کہہ وہاں اس پانی کے
مقام پر جسے شرکاً پاتا ہے کفر سے ہو کر خلیفہ
دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی حمد و ثناء
وضاحت فرمائی۔ پھر حورو و نساء کے بعد فرمایا:
اے لوگو! تم لو اور جو جہل میں ایک بشر ہو
قریب میرے پاس میرے رب کا لہجہ آ
جائے اور میں اس کا بار بار قبول کروں گا۔
اور میں تم لوگوں میں دو دنیا جزیں
پھونکے جا رہا ہوں جن میں جلی تو اللہ
تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت و نور
ہے۔ تم اللہ کی کتاب کو اور اسے مطہر علی
سے پکڑ لو۔ پھر کتاب اللہ پر انبارا اور
ترغیب دی۔ پھر فرمایا اور (دوسری جہاں)
میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم کو اپنے اہل
بیت کے مغلف اللہ سے زودتا ہوں۔ میں تم
کو اپنے اہل بیت کے مغلف اللہ سے زودتا

ہوں۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق
اللہ سے ڈرانا ہوں۔

فارغین کرام! حدیث نقلین کے آخری جیلے پر بیٹے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عین بار فرمایا ہے بڑی اہمیت و فضیلت کا حامل ہے اس سے بہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کے متعلق اپنی امت کو یہ یاد دہانی فرما دی ہے کہ میری اہل بیت کا بہت زیادہ خیال رکھنا۔ ان کی تعظیم و تکریم میں بھی فریضہ نہ آئے دینا اور ان کے حقوق و شہرہ برابر ادا کرتے دینا۔ اور دوسری بات جو اس حدیث سے حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب والی نبی ہیں۔ آپ کو اس بات کا علم تھا کہ میرے اہل بیت اطہار میں سے جو خاص میرے فرزند ہیں یعنی حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما ان کو طرح طرح کی تکلیف دینی جائے گی اور ان کے ساتھ نازیبا سلوک کیا جائے گا کہ ان میں سے ایک کو زہر دے کر اور دوسرے کو مین مار دینا بھوکا پیا سارہ کر ایک دران چٹیل میدان میں شہید کیا جائے گا۔ اسی لیے آپ نے بطور خاص ان بادشاہ مقدس نفوس کے متعلق انجینی فرما کر امت کو ان کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت فرمادی۔ لیکن نفوس صدادفوس کہ اپنے آپ کو امت حمیرہ میں شمار کرتے رائے رسول کریم کا کلمہ پڑھنے والے ان نام نساو مسلمانوں نے حضرات حسین کریمین اور دیگر اہل بیت اطہار پر جو مظالم اٹھائے ہیں عالم انسانیت ایسے واضح ثابت کرنے سے قاصر ہے۔

نہایت بات یہ کہ حدیث نقلین میں خطاب صحابہ کرام سے ہو رہا تھا۔ تو آپ غور فرمائیں جب صحابہ کرام سے اہل بیت اطہار کے حقوق کی تاکید فرمائی جارہی ہے تو ہم نے کس شاد میں ہیں اور ہمیں ان کا کتنا ادب و احترام کرنا چاہیے اور ان سے کتنی عقیدت و محبت رکھنی چاہیے۔

(۳) قرآن مجید اور اہل بیت کلو امن

تھامنے والا گمراہ نہ ہوگا

اوپر جو حدیث نقلین لکھی تھی ہے وہ مقام خم میں حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم خطبہ اور اہل بیت اطہار کے لیے ایک بہت نامہ ہے۔

اسی قسم کا ایک اور اہم خطبہ چبتر الاولیاء میں عرفہ کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چڑاواں صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا تھا جسے ہم سنن زہدی ج ۲ ص ۵۷ کے حوالے سے صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تحریر کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

عن جابر قال والیت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لی حبیبہ یوم عرفہ وهو علی
ساقہ المصواء یخطب
فسمیہ یقول یا بہا الناس
انسی توکث فیکم ما ان اخذتم
وہ لن تضلوا کذاب اللہ
وعسری اہل بیتی۔
اہل بیت۔

اس حدیث پاک میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غور فرمایا کہ اگر تم ہدایت چاہتے ہو اور گمراہی اور ضلالت سے اپنے کپ کو دور رکھنا چاہتے ہو تو میرے اہل بیت کا امن تمام لو۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

یہ ارشاد عالی بھی صحابہ کرام چہی مقدس جماعت سے ہو رہا ہے۔ اس سے آپ اللہ اذہ لکھیں کہ اہل بیت اطہار کا درجہ کتنا بلند رکھا ہے کہ صحابہ کرام سے فرمایا جا رہا ہے

کہ اپنے آپ کو اہل بیت اطہار سے وابستہ رکھو۔ جو تم اور ہم کس شمار و قطار میں ہیں۔
اور ہمیں اہل بیت اطہار کا واسن شمار کرنا ضروری اور لازم ہو جاتا ہے۔

اہل بیت سے وابستہ رہنے کی ایک اور حدیث

حدیث تھکین میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اپنے اہل بیت کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا۔ اس کے بعد کی حدیث میں اہل بیت سے وابستگی کا ثبوت بیان فرمایا کہ اہل بیت سے وابستہ رہنے والے بھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ اور اب جو حدیث پاک، بان کی جا رہی ہے اس میں آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے اہل بیت سے جو لوگ وابستہ ہوں گے اور ان کے حقوق ادا کرتے رہیں گے تو قیامت کے دن میرے اہل بیت ان کی سفارش کریں گے۔

حضرت زید بن ارقم اس حدیث پاک کے راوی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انسی تاؤکذہ قسکم ما ان
لستکم بعل تظلو اعدی
احدهما اعظم من الآخر
کتاب اللہ حبلی ممدود من
السماء الی الارض وعترتی
اہل بیتی ولس یتفرقا حتی
یرد علی الحوض فانظروا
کیف تحلبونی فیهما۔
(ترمذی شریف ج ۲ ص ۷۹)

اس حدیث پاک میں بھی بالکل واضح الفاظ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ اے میرے امتیر! اگر تم گمراہی و ضلالت سے بچنا چاہتے ہو تو قرآن اور میرے اہل بیت سے اپنے آپ کو وابستہ کرلو۔ مگر اسوس اور دکھ کا مقام ہے کہ نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتھی، کپہ فرمانے کے بعد بھی امت محمدیہ میں آپ کو شہل کرنے والے ایک گروہ نے قرآن حکیم پر طرح طرح کے میلے کیے اور اہل بیت اطہار کی شان میں سخت زبان اور بدسلوکیاں کیں جس سے تاریخ اسلام کے خاتمہ پر پڑے ہیں۔



ہوں امید کہ شرف قبولیت سے نوازا جائے گا اور جہان نکل بیت کے لیے بھی ایک جہاں و نور ہو گا۔

اہل بیت کی فضیلت پر چالیس حدیثیں

۱۱ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سینہ اربعین کے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا: جو مجھ سے میرے ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت کرے گا وہ دنیا و آخرت کے دن میرے ساتھ ہو گا اور مجھ کے بھی اس وجہ میں رکھا جائے گا جہاں میں رہوں گا۔ (مجموعہ تہذیب و تمدن ص 2۵)

۱۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہل بیت امت کے لیے مائیں ہیں۔ جب اہل بیت نہ رہیں گے تو امت پر وہ فتنے گھاتوں ان سے وعدہ ہے۔ (صواعق مرقومہ ص ۱۵۵) (صواعق واعلیٰ ص ۳۲)

۱۳ (۱) دہلی نے روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد ۶ طبقہ بنائیں سکھاتا (۱) اپنے نبی کی اہل بیت و محبت (۲) اہل بیت اطہار کی محبت (۳) قرآن کریم کی قربت۔ (صواعق مرقومہ ص ۵۵)

(۴) کافی اور دہلی نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ دو مہینے کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کو ان کی جان سے زیادہ پیارا نہ ہوں اور میری اولاد اس کو اپنی جان سے زیادہ پیاری نہ ہو اور میرے اہل اس کو اپنے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری اولاد اس کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ (سرائف ص ۱۵۳)

(۵) امام احمد نے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اہل بیت سے بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔ (صواعق مرقومہ ص ۱۶۳)

(۶) دہلی نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ سے توکل کی قسم رکھتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اس کو میری بارگاہ کرم میں روزِ قربت حق شریعت ہو تو

فضائل اہل بیت کے متعلق چالیس (۴۰) حدیثیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ علم کی تعلیم اور تربیت کون سا ہے جس پر پہنچ کر مروت پیدا ہو سکے اور فساد کے زمرے میں شامل نہ ہو تا ہے اور ان کا ثواب کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دین سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرے اور لوگوں تک پہنچائے تو اللہ تعالیٰ فیما بین کے دن کروہ و ثناء میں لکھائے گا۔ اور میں فیما بین کے دن اس کے گناہوں کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان و اخلاص کی کوئی اور دعا نہ ہو گی۔ (مشکوٰۃ فصیح)

اس حدیث پاک کی روشنی میں سلف و خلف اکابر علمائے کرام نے حضور نامہ اور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے اسرار و پختہ انداز بننے اور آپ کو شامل ہونے کے لیے اور حبیبنا (چالیس حدیثوں) کو جمع کیا اور غریب فرما کر شائع کروا دیے۔

اس حقیر سربراہ فقیر سب بارگاہ اہل بیت نے بھی چالیس حدیثوں کا ایک مجموعہ اپنی ذیلیت کردہ کتاب فضائل و درود و سلام اردو اور گجراتی میں تحریر کیا ہے۔ الحمد للہ دارالعلوم محمدیہ (ممبئی) میں درس عالیہ نظامیہ کی فراغت کے بعد سب سے پہلے جس تالیف کو مجھے نوشتہ ہوئی وہ بھی کتاب فضائل و درود و سلام تھی۔ اب دوبارہ میرا اس نئی تالیف کردہ کتاب میں جو آپ کے ہاتھوں میں ہے فضائل اہل بیت کے متعلق چالیس حدیثوں کا ایک مجموعہ حوالہ جات کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا

اسے چاہیے کہ وہ میرے اہل بیت کی نیاؤں مندگی کرے اور ان کو ہمیشہ خوش رکھے۔
(صواعق مرآت ص ۵۸۸)

(۷) دینی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں زیادہ بہتر وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لیے بہتر ثابت ہو۔ (صواعق مرآت ص ۶۰۲)

(۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جس نے میرے اہل بیت سے بغض و کینا خداوند قدوس اس کو وژن میں ڈالے گا۔
(خصائص الکبریٰ ج ۶ ص ۳۹۶)

(۹) امیرالمومنین حضرت سیدنا موسیٰ علی مشکین کشا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری محبت یعنی اہل بیت اور انصار کے حقوق کو نہ بچائے اور ان کے حقوق ادا نہ کرے تو اس میں میں باغیوں میں کوئی ایک باغی ضرور ہوگی۔ یا تو وہ منافق ہوگا۔ یا ذکاں اولاد ہوگا۔ یا بھروسہ و نفاس جیسی بظاہر کی حالت میں اس کی ماں کے پیٹ میں رہا ہوگا۔ (صواعق مرآت ص ۵۸۰)

(۱۰) دینی نے حضرت موسیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو لوگ نوش کوثر پر پیئے انہیں اس کے وہ میرے اہل بیت ہوں گے۔ (صواعق مرآت ص ۱۶۲)

(۱۱) امیرالمومنین حضرت سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں اولاد و عبد المطلب یا اولاد نبی باہم بنی اہل بیت سے کچھ بھی یا اچھا سلوک یا احسان کیا بجز اہل بیت اس کا بدلہ نہ دے سکے تو فیصحت کے روز اس سہر کی طرف سے میں چلاؤں گا۔ (صواعق مرآت ص ۱۶۱)

(۱۲) حاکم اور دہلی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں چار ایسی ہیں کہ جو شخص ان چیزوں کی حفاظت کرے

۱۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور دین و لوہار کی حفاظت فرمائے گا۔ ۲۔ جو شخص ان باتوں کو سنا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے کسی کام کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔ ۳۔ اسلام بنی رات ۴۔ میری عزت ۵۔ میرے قربت دادوں اور ان کی بیعت ۶۔ عزت ۷۔ صواعق مرآت ص ۶۹۷

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ایمان کے نامے اہل ذہن کے لیے سزا دہا میں ڈوبنے سے بچانے میں باعث نیک او موجب ایمان ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف اور تفرقہ میں پانے سے بچانے میں باعث امن ہیں۔ جب میرے اہل بیت سے کوئی گروہ اختلاف کرے الگ ہو جائے تو وہ گروہ شیطانی گروہ سمجھا جائے گا۔ (خصائص کبریٰ ص ۳۹۷)

(۱۴) دینی نے حضرت ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری اولاد کے متعلق مجھے لڑے گا اس پر سخت غضب الہی نازل ہوگا۔ (صواعق مرآت ص ۱۶۲)

(۱۵) دینی نے حضرت ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر بمی او اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس سے لطف اندوز ہو تو اسے چاہیے کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میرا اچھا خیال رکھے۔ اور جو ان کے بارے میں میرے بعد ان کا اچھا خیال نہیں نہ تو اس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ فیصحت کے دن میرے پاس روٹا ہو کر آئے گا۔ (صواعق مرآت ص ۱۶۲)

(۱۶) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثل سفینہ نوح کی طرح ہے جو شخص اس میں سوار ہوگا نجات پا کر آجائے گا اور جو اس میں رہے گا ہرگز نہ بچے گا۔ (صواعق مرآت ص ۱۶۲)

(۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کسی کے واسطے گھرے نہ ہو مگر حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) اور ان کی اولاد کے لیے گھرے دباؤ۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۳۹۷)

(۱۸) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر اور میرے اہل بیت پر اللہ تعالیٰ نے صرفہ حرام کر دیا ہے۔ (بخاری ص ۳۳۰)

(۱۹) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مسجد نبوی اور ہر شخص کے لیے حلال نہیں ہے مگر میرے لیے اور رسولی علی وفاقر اور ان کے صاحبزادے حسن و حسین کے لیے۔ (بخاری ص ۳۳۲)

(۲۰) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ فرمائے۔ تو اس نے میری بہ دعا قبول فرمائی۔ (صواعق عرق ص ۱۳۲)

(۲۱) محبوب طبری نے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے جو میرا اجر مقرر کیا ہے وہ میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے اور میں کل تم سے ان کے بارے میں درباشت کروں گا۔ (صواعق عرق ص ۱۵۳)

(۲۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ تم کو دے رہا ہے ان کے باعث اس سے محبت رکھو اور مجھ سے خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (ازدی شریف ص ۱۷۹)

(۲۳) طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری کلام یہ فرمایا: کہ میرے بعد اہل بیت کے متعلق میرے چالیس دن۔ (صواعق عرق ص ۱۵۰)

(۲۴) حضرت ابو بکر خازمی کے حوالے سے روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کا رخ انور اس طرح عظمت پارتا تھا جیسے چاند کا انوار۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس سرست کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے پروردگار کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ میرے پچاڑا بھائی علی اور میری چالیس بیٹی لاطمہ کو اللہ تعالیٰ نے رشتہ

بیت میں شریک فرما کر رضوان خازن جنت کو حکم فرمایا کہ وہ نبوی و طہی طہی کو اور اس کے گرنے والے تمام بیٹے عیان اہل بیت کی لحد کے مطابق اٹھائے۔ یہ پھر طہی کے بیٹے نور سے فرشتے پیدا کیے اور وہ اپنے ان فرشتوں کو دے دیے۔ جب سب بیعت کا نام ہو گیا تو فرشتے تمام غلوکات میں نداء فرمائیں گے اور عیان اہل بیت میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو گا جسے وہ پند نہ دیا جائے اور اس بیٹے پر عیان بیت کے لیے جہنم سے راہی کے بارے میں لکھا ہو گا۔ (صواعق عرق ص ۱۵۸)

(۱۵) طبرانی اور حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ امانت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے ایک کونے پر کھڑا ہو جائے اور تمام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت پر دعا کرے تو جہنم کی آگ میں جائے گا۔ (صواعق عرق ص ۱۵۵)

(۱۶) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے وہ ان سے جنگ کرنے والے اور انھیں برا بھلا کرنے والے ان سب پر جنت کو دیا ہے۔ (صواعق عرق ص ۱۶۹)

(۱۷) طبرانی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تو میرے اہل بیت کو نماز پڑھانے والے (محب) جنوں انے میرے صحابہ کو ان کے بیٹے علی پر امت اعتبار میں کی دو خوش کو کر پر سیراب اور شایہ اور ظاہر ہوں گے۔ (صواعق عرق ص ۱۶۹)

(۱۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل بیت سے ایک دن کی محبت وہ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنا سات سالہ عبادت کا بدلہ ہے۔ (صواعق عرق ص ۱۶۹)

(۱۹) محبوب طبری نے تفسیر النبوت میں حضرت ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور اس کی شاخیں ہیں ویسا ہی وہ ان سے وابستہ ہیں اور اپنے رب کی طرف راست پائے گا۔ (صواعق عرق ص ۱۵۸)

(۲۰) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

و سلم نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ بڑا صراط ہے عیادت قدم در پہنے والا وہ شخص ہو گا جو میرے اہل بیت اور میرے اصحاب کی عیادت میں زیادہ مشہور ہوئی ہو اور سخت ہو گا۔
(صواعق محرّضہ ص ۳۰)

(۳۶) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے اہل بیت کو برا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ کو اسلام سے محروم ہو گیا۔ اور جس نے میری کولاد کو تکلیف دی اس پر اللہ کی لعنت ہو گی۔ (صواعق محرّضہ ص ۴۰)

(۳۷) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت (یعنی) اور دروغ کے عذاب سے نجات کا باعث ہے اور محبت رکھنا آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایمان ہے عذاب سے۔ (شفاء شریف ص ۲۰۷)

(۳۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے پہلے میری شفاعت میرے اہل بیت کے لیے ہو گی۔ (صواعق محرّضہ ص ۴۸)

(۳۹) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فیامت کے روز میں چار قسم کے آدمیوں کی شفاعت کروں گا۔ ایک جو میری رحمت کی عزت کرے گا۔ دوسرے جو ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ تیسرے جب وہ کسی کام میں پہنچیں جو ان کے امور کو پورا نہیں کر سکتے پچانے کے لیے سرگرم عمل ہو جائے۔ اور چوتھے جو اپنے دل اور زبان سے ان کا چاہنے والا ہو۔ (انتساب اہل بیت ص ۵۱، صواعق محرّضہ ص ۵۳-۵۴)

(۴۰) طبرانی شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت کے بارے میں ہماری محبت کا خیال نہ رکھو۔ اس لیے کہ جو شخص اہل بیت سے اور ہم سے محبت رکھتا ہوئے اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی اور ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہو گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ہماری دنیا ہے کسی شخص کا کوئی بھی نیک عمل اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک کہ وہ اسے حقوق کو نہ پہچانے اور ان کو روانہ کرے۔ (صواعق محرّضہ ص ۷۰)

(۴۱) رسولی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص

ہو اے تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب اور قرابت داروں سے محبت رکھتا ہے۔ (صواعق محرّضہ ص ۷۶)

(۴۲) محب طبری نے روایت کیا ہے کہ موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا سب اور مہربانی اور شفیق القلوب اہل بیت سے نہیں رکھتا ہے۔
(صواعق محرّضہ ص ۷۶)

(۴۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اہل بیت کے کسی آدمی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ (صواعق محرّضہ ص ۷۷)

(۴۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل بیت حوض کوثر پہ آئیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ وہاں ائمہ کی طرح ان سے ساتھ و آشنا ہو گا۔ (صواعق محرّضہ ص ۷۷)

(۴۵) حافظ ابن عساکر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد میری محبت اور میرے اہل بیت کی محبت ہے۔ (انتساب اہل بیت ص ۱۹)

اہل بیت اور صحابہ کرام و صلحائے امت

حضور سید الانبیاء المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حالی ہے کہ آل محمد کو پیچھے آجس و دوش سے نہایت بکڑا رہے۔ اور آل محمد سے محبت رکھنا بڑی صراط سے گزرا رہا ہے۔ اور آل محمد سے عقیدت و مذہب الہی سے ایمان بننا، شرف بہہ دوم ہے۔ اس کے علاوہ ہر مسلمان امت میں جنت آپ نے فتح کر دی ہے اور ان سے چاہا ہے۔ اللہ کے رسول اور اسے فخر مولیٰ نچا اور دیکھا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹ اپنے اہل بیت اطہار کی عظمت و تکریم کی تعمیر صحابہ کرام کو دینے رہے۔ یہی وہ ہے کہ صحابہ کرام راہبین، حج، یاجعین اور ائمہ و علماء رسول اللہ تعالیٰ علیہم السلام، یاجعین بھی بیٹہ اہل بیت اطہار کی دست و پاؤں و تکریم دینے رہے اور ان سے محبت و رافت رکھنے اور اپنے آپ کو

ان سے وابستہ رکھتے ہیں فخر محسوس کرتے رہے۔ چنانچہ غلیظہ اول حضرت سیدنا سید بن اکبر رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار سے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لفرایدہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم احب الی ان احصل من
قربانی (بخاری شریف ج ۲ ص ۳۰۵)
اسی کا ایک اور ارشاد ہے:

اوقبوا محمددا صلی اللہ
علیہ وسلم فی اہل بیتہ
(بخاری شریف ج ۲ ص ۳۰۵)
بہت ہیں۔

یعنی عزت و حرمت محمدی ان میں ہے کہ ان کے اہل بیت کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

ان کی اطاعت سب سے عین اہم خبر الوری
یوں ہوئے محبوب رب ذوالکرم حضرت حسین

غلیظہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد سے زیادہ اہل بیت اطہار سے محبت فرمایا کرتے تھے اور ہر موقع پر ان کو فوجتہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے مال غنیمت جو آپ کے عہد خلافت میں شمران کی فتح کے وقت آیا تھا۔ حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو بڑا بڑا درہم دیے اور اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ کو صرف پانچ سو درہم دیے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یا امیر المؤمنین میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو ان نثاروں آپ کے حضور چلا کر کہا کرتا تھا اور حضرات حسین اہل بیت کے وقت پہنچتے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو بڑا بڑا درہم دے دیے اور مجھے صرف پانچ سو درہم دئے۔ آپ نے فرمایا: بیٹے وہ مقام اور افضلیت تو حاصل کر رہے ہو حسین کو حاصل ہے پھر بڑا درہم کا مقابلہ کر۔ ان کے سپاہ حضرت علی مہدی حضرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی حضرت خدیجہ الکبریٰ ہیں۔ یہ سن کر حضرت رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ (نور اسلام ج ۱ صفحہ ۱۷۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے کان عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ کی ضرورت سے ملے گئے تو آپ نے فرمایا اگر آئندہ آپ کو کوئی ضرورت پیش نہ آئی تو میرے پاس بھیج دیا کیجئے یا خدا لکھ کر بلا لیا کیجئے میں اس وقت قنایت ماں جو جاتا ہوں جبکہ آپ میرے دروازے پر کسی ضرورت کے لیے آجائے ہیں۔
قرطب ج ۲ ص ۱۰۰ صواعق محرقہ ص ۱۰۳

اسی طرح ایک مرتبہ فاطمہ بنت علی آپ کے پاس آئیں تو آپ نے ان کا ہاتھ اکرام کیا اور فرمایا خدا کی قسم اسے اہل بیت دوئے زمین پر تم سے زیادہ محبوب (حسین اور تم مجھے میرے اہل سے زیادہ محبوب ہو۔ صواعق محرقہ ص ۱۰۴)

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اہل بیت نبوت کی ہمت تقطیع کرنے اور ان کے ظاہری و دہی شیعہ نادر لوگوں پر خوب خرچ کر کے ان کی قربت حاصل کرتے تھے کہنے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خقبہ نادر فوجی کو بارہ ہزار درہم لکھوائے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی اہل بیت کی تعظیم کا رونا دیا کرتے تھے۔ اسواقین ج ۱ ص ۱۰۰

حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار سے بے انتہا محبت فرمایا تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی ایک طویل قلم میں ارشاد فرمایا: اے اہل اللہ خلیفے۔ چلتے کے لیے ہموار راہیں اور ریل ہیں۔ مجھے امید کا ہے کہ کل وہ ان کے در سے محبت اعمال نامہ کو میرے دائرہ میں لائے گا۔ ایک بار فرمایا: جنت میں نے لوگوں کو ملے۔ وہ ان لوگوں کی راہ پر چل رہے ہیں جو بدعت اور جہالت کے سمندر میں غرق ہیں میں اللہ کا نام لے کر کعبہ کے سٹیج میں سوار ہو گیا اور وہ نہایت بے نیازی۔ حضور خاتم نبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۴) ایک ص ۱۰۳
ایک مرتبہ اہل بیت سے اپنی خوش محبت کا اظہار اس طرح فرمایا:

مقتول ہے۔ (صواعق مرکز ص 104)

ایک مرتب امیر المومنین حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کاشانہ عیونیت پر تشریف لے گئے کہ وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اوسے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا شہر باہر کھڑے ہوئے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ اخلاقی سے ان کو حاضر ہونے کی اجازت ملی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ خیال کر کے جب انہوں نے اپنے صاحبزادہ اندر آئے کی اجازت نہیں دی تو مجھے کب دیں گے؟ وہاں ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معبود ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس خیال سے واپس نہیں آئے آپ نے فوراً ان کو بلوایا۔ انہوں نے آکر کہا یا امیر المومنین! میں نے سوچا کہ آپ نے اپنے صاحبزادے کو اجازت نہیں دی تو مجھے کب دیں گے؟ تو حضرت عمر اللہ عنہ نے فرمایا:

انست احلی لایاذن منہ وھل
انست الشجر لعی المراس بعد
الشد الا انشد۔ (۱) ص ۱۸۷ (۲) ص ۱۸۷
ادامہ راست پٹی اور حصار کی برکت سے ا
مرے کو پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن حسن مشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتب حضرت عمر عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن حسن مشی تو عمر سے اور آپ زلفیں بنی ہوی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلائے جبکہ پر ہتھکڑیاں اور ان طرف خصوصی توجہ فرمایا کہ ان کی جو ضروریات تھیں ان کو فوراً پورا کر دی۔ جب حضرت عبداللہ طے گئے تو آپ کی قوم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو طاعت کیا کہ آپ کا نام آپ نے اپنی عزت فرمایا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے اللہ آوی نے یہاں کیا ہے؟ میں نے فرمایا تمہارا غلط میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا اور میں چاہتا ہوں کہ اگر حضرت سیدنا طاہرہ رضی اللہ عنہا بغیر حیات ہو میں

آپ نے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے بہت خوش ہوتی ہیں۔ (صواعق)

آل رسول کے متعلق اہم اہل سنت مجددین و ملت حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بی بی علیہ الرحمہ وارضوان کا ایک ایمان افروز اور سید عالم حضرت علامہ ارشد الغاوری صاحب ادبامت کا شہر کے انتظام میں

پہنچا ہے کہ ایک مرتب اہم اہل سنت اپنے ہی شہر پر ہی شریف کے ایک محلے میں جانے والے تھے۔ اس لیے پانچویں آپ کے دوراز سے پرکھا دی۔ ان کا زمانہ بدادار انتظام میں کھڑے تھے۔ آپ نے وٹو فرمایا، کپڑے زیبہ تمام۔ ان کا دور انتظامی حالت میں شان و شوکت کے ساتھ باہر شریف لائے۔ چہرہ صبر و تحمل کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا راز طاعت جہاں کی نگہبانی سے مجمع پر ایک وقت انگیز بے خودی کا عالم کہ ان کے ہجوم میں ایک شخص فردوس مسکرا رہی تھی اور عند اللہ شرفی ایک کھڑکی پر بٹھکا ہوا تھا۔ بڑی مشکلی سے سوار کی تک پہنچے کا موقع مل۔ ان کا رخ ہونے کے بعد کماروں نے پانچویں آگے پیچھے ہانپنے کا رخ بناتے تو یہ حال دیکھ ہی نہیں سکتے تھے کہ تھوڑی ہی دور طے کرنے کا اہم اہل سنت میں پانچویں ہوا۔ سو حکم کے مطابق پانچویں کو گئی میرا محلے والا مجمع بھی وہیں پہنچا۔ آپ کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ کماروں کو اپنے قریب بلایا اور ان میں درپاؤ کیا۔ آپ لوگوں میں کوئی آل رسول نہ تھیں؟ آپ نے یہ ارمانی طے کیا کہ میرا کافر کوئی لطیف من جاہل کی خوشبو کو محسوس کر رہا ہے۔ ان کا حال ان میں سے ایک شخص سے پوچھ کر تک پتہ ہو گیا۔ پانچویں پر ٹیپرٹ لائے اور انہیں سبے نوایا، آشفہ حالی اور گردش ایام کے انہیں ایک پتہ پتہ لایا۔ اس کے ایک ایک سے آفکار تھے۔ کئی دیر غامض رہنے کے بعد ان کی زبانوں سے کہہ مژدور سے کام لیا جاتا ہے وقت پتہ نہیں پوچھی

باقی۔ آہ! آپ نے میرے جدا علی کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سرسبز راہِ فائز کر دیا۔ کچھ گھبرے کہ میں اسی جن کا ایک مرصع ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جاں معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بہل سکتا اس لیے اہلِ رسول ہوئے ہیں۔ انکار نہیں ہے۔ لیکن اپنی خالیاں بہادری کو دیکھ کر یہ کہنے ہوئے شرم آتی ہے۔ پہلے سینے سے آپ کے اس شہسب آبِ ہوا ہوں۔ کوئی بشر نہیں جانتا کہ اسے اپنا رب معاشِ بلاؤں، پاکلی اٹھانے والوں سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ ہر روز سورہ سے ان کے ہنسنے میں آکر جھپٹتا ہوں اور شام کو اپنے جیسے کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں نوٹ بانٹتا ہوں۔

ابھی اس کی بات تمام نہ ہوئے پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تبارک کا یہ حیران کن مظهر دیکھا کہ عالمِ اسلام کے ایک معتد راہِ ماری و ستارہ اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور درہستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر اٹھا کر رہا تھا۔

معزز شہزادے! میری سنگینی سواکھ کر دو لاشیں ہیں یہ خطا مرزد ہو گئی ہے۔ ہلے غضب ہو گیا۔ جن کے کفّ کا کالج آج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے ان کے کانٹھے پر میں نے سواری کی۔ دنیا مت گے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزند کو کاوشِ باز رہن اسی لیے تھا کہ وہ فیروزِ سوادری کا بیڑا اٹھائیں؟ میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت مجھے میدانِ حشر میں میرے ناموسِ عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوئی؟

اؤ! اس بولاناگِ نصور سے کجا جھن بوا جا رہا ہے۔ دیکھتے دیکھتے دامن کا بیڑا ہے کہ جس طرح ایک عاشق رو گھیر رو گھیرے ہوئے محبوب کو منانے پہلے اسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی مسرت و تاجت کرنا ہر روز لوگ پستی آنکھوں سے عشق کی تازہ دہریوں کا یہ رفتِ تکثیر تماشا دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ کئی بار زہن سے معوق نہ رہنے کا اقرار کر لینے کے بعد امامِ اہلسنت نے پھر اپنی آخری انگوٹھ شوقِ پیش کی۔ چونکہ رادِ عشق میں خونِ جگر سے زیادہ و چاہت و ناموس کی فریادِ عزیز ہے۔ اسی لیے لاشعور کی کئی اس نصیحت کا آثار نہ جب ہی اُترا ہو گا کہ اب غمِ پاکلی میں بیٹھو اور میں اسے

فراموش ہے اٹھائیں۔ اس انتخابِ جذبات کے علاوہ علم سے لوگوں کے دل و گل گئے۔ وفور سے اٹھائیں جیسا بلند ہو گئیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زاہد کو عشق جنوں خیز پارسی کئی پڑی۔

آہ! اور مظهرِ کثافت! گنہگارِ ولد و زنا جن کا طویل اللہ و امامِ کباروں کی سے لگ کر اپنے علم و فضل و بہ و ستارہ اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز کوٹھہری جیب کے لیے ایک گنہگارِ مزدور کے قدموں پر ڈا کر رہا تھا۔ شوکتِ عشق کا یہ ان افرودِ نظارہ دیکھ کر پھر سراسر دل چل گئے۔ کدو توں کا گھر چھٹ گیا۔ غلطوں کو حل مل گئی اور دشمنوں کو بھی مان لیتا ہر اک اہلِ رسول کے ساتھ جس کے دل کی نے و اخلاص کا یہ عالم ہے خود رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی نفسی کا اندازہ کن لگا سکتا ہے۔ اہلِ انصاف کو اس حقیقت کے اعتراف میں اب کوئی نہیں ہو سکتا کہ نبی سے لے کر سارے پورے رسولِ اللہ کے گناہوں کے خلاف کف کی برہمی قلعاعق نہایت ہے۔ سحرانے عشق کے اس درد مجھے ہوئے دیوانے کو پہلی نہیں مٹا سکتا۔ وقایعِ دل کی غیبِ ایمان کا بخشا ہوا ہے نفسی جہان کی پیداوار

ہے ان کے عطر ہوئے عمریاں سے مست گل
کھل سے ہنسنے ہیں صبا اور صبا سے ہم

لفظ ”سید“ کی تشریح اور اس کے فضائل

سید کے لغوی معنی ہیں امام، پیشوا، سردار۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق سورہ آل عمران میں فرماتا ہے: ان اللہ یبشّر محمد بن عبد اللہ بکلمہ من اللہ و صلا و حصوا و اسب من الصالحین۔

مفسرِ زادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو آج ہمارے یہاں سید کہتے ہیں وہ ہمیں

سے لیا گیا ہے۔ سید کے متعلق بعض کا قول یہ ہے کہ سید وہ ہے جس کا غمہ اس کی عقل پر غالب نہ ہو۔ بعض نے فرمایا سید وہ ہے جو خیر و نہ گناہ میں دو سروں سے بڑھ کر ہو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا ان انس ہذا میرا بیٹا سید ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے متعلق فرمایا الحسن والحسین سیدنا سیدنا اہل الجنۃ۔ حتیٰ حسن اور حسین جتنی خوبیوں کے سردار ہیں۔ ان کی اصابت کریمہ کے چٹن نظر حضور سید الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو نظر سید سے بکا رہ جائے گا۔ دوسرے اس لیے کہ سید کے معنی سردار کے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب یہ سید المرسلین۔ یہ حضرات ان کی اولاد میں ہیں جو رسولوں کے سردار کی اولاد بھی مسلمانوں کی سردار کلمانی ہے۔ حضور نبیوں کے سردار حضرت علی شیر خدا ولیوں کے سردار، حضرت فاطمہ زہرا مسلمان بیبیوں کی سردار اور حضرات حبیبہ کریمین جنت کے جوانوں اور شہیدوں کے سردار۔

حضرت علی شیر خدا کی وہ اولاد جو حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ہے اسے عرف عام میں سید کہتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں کے بطن سے ہے اسے علوی کہتے ہیں سید نہیں کہتے جبے محمد بن حنفیہ وغیرہم۔

اور سید وہ ہو گا جس کا باپ سید ہو گا۔ اگر ماں سید ہی ہے۔ اور باپ غیر سید تو سید نہیں کیونکہ نسب باپ سے ہوتا ہے ماں سے نہیں۔ اور اگر باپ سید ہے اور ماں غیر سید تو وہ سید ہے۔ اور اگر ماں باپ دونوں سید ہیں تو وہ نجیب الطرفین سید ہے۔ جیسے حضور غوثِ انقلابین رضی اللہ عنہ کے والد حسنی سید ہیں اور والدہ حسنی سید ہیں۔ فی زمانہ حسنی سید کو اور حسنی سید زیادہ ہیں مگر دونوں واجبِ تعظیم ہیں۔

نوٹ: فی زمانہ بہت سے اہل علم مسلمان مومن اپنے علماء کرام اور پیرانِ مقام کو "سید" کے نام سے پکار رہے ہیں حالانکہ وہ سید نہیں ہوتے۔ خواں کا معنی سردار یا

اور امام کے کرنا چاہیے یعنی اس سے مراد ہمارے سردار، ہمارے چاہیہ یا ہمارے عزیز ہیں۔ جبے سید اعلیٰ حضرت با سیدنا حضور نقی اعظم ہند وغیرہ۔

فی زمانہ علوی سید بہت بن گئے ہیں کہ سید نہیں مگر اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں۔ یہ حرام اور شدید مذہبی جرم ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد علی

من ادعی الی غیر امیہ یعنی جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی مدح لے لے اللہ واللہ واللہ لکھو
لناس اجمعین لا یقبل اللہ
منہ یوم القیمہ صرف لا
ہذا (توئی رفوہ: ج 5 ص 264) فرس قبول کرے گا اور نہ نفل۔

سید زادوں کے فضائل

۱) نقی بن فدا حلقہ ہاشمی کی سے وہاں کہا ہے کہ میرے پاس شریف (سید) عیسیٰ بن عقیل آئے۔ انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت کی اور کچھ نہ دیا۔ اسی رات ہی دوسری رات کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا حضور میں آپ کی حدیث کا احترام کرتا ہوں۔ میرا بچہ مجھ سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کیوں اعراض نہ کروں۔ میرا بچہ تجھ سے رات کا کھانا طلب کرنا ہے اور تو اسے کھانا نہیں دیتا۔ وہ کہنے پر آمادہ ہوئی تو میں نے اسے اس شریف سید صاحب کے پاس جا کر معذرت کی اور جو حاضر تھا وہ سہ ماہی اور دان سے حسن سلوک بھی کیا۔ (صواعق عریضہ ص ۸۶)

۲) حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے مجتہد کے ساتھ مسجد سے نکلے تو ایک سید ملاوے نے کہا اے عبداللہ! یہ کیا بیچ ہے؟ دیکھ میں فرزندِ رسول ہوں۔ محمد باپ تو ہمارا نہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے جواب دیا۔ میں وہ کام کرنا

ہوں تو تمہارے ہاتھ پاؤں نے کیا تھاؤ و تر نہیں کرنے۔ او وہ بھی نہا کہ جب تک فرسید ہو اور سرورے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی او و میرا والد اہلبائت نہ۔ عمر تمہارے والد سے علم کی میراث پائی رہی۔ میں نے سہو سے والد کی میراث لی۔ میں عزیز و بزرگ ہو گیا۔ تم نے میرے والد کی میراث لی۔ تم عزت نہ پاسکتے۔

ای ذات خواب میں حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ چہرہ اوٹو آپ کا حقیقہ ہے۔ عرض کیا رسول اللہ پر رنجش کیس ہے؟ فرمایا تم نے میرے ایکہ بیٹے پر گتہ چٹنی کی ہے۔ عبداللہ بن مبارک جاگے اور اس سید تراوسے کی تلاش میں لگے تاکہ اس سے معافی طلب کریں اور اس سید تراوسے نے بھی اسی ذات کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا حضور نے اس سے یہ فرمایا کہ بھنا اگر تو اچھا ہوتا تو وہ تمہیں کیوں ایسا کھلے کھنا۔ وہ سید تراوسے بھی جاگے اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی تلاش میں لگے۔ چنانچہ وہ لوگوں کی طاقت ہو گئی اور وہ خود نے اپنے اپنے خواب مبارک ایک دوسرے سے مدد و تعلق طلب کر لی۔ (انجی حکایت حداد ص ۱۱۱) (۳) حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کل رسول کی تعظیم و تکریم کے مخلص اور شہ فرماتے ہیں کہ سید سے جب تک کفر سرزد نہ ہو وہ واجب انتظام ہے۔ او وہ اس لیے کہ ان کا منہ بٹھا جائے گا۔ اور اللہ ان کی غلطیوں سے روک دے فرمائے گا۔ اور انہیں موت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرما دے گا۔ جیسا کہ آیت تخییر سے ظاہر ہے۔

اسی طرح اہل بیت نبوت کے فاسق کی عزت ان کے فسق اور وہی عملی کی وجہ سے نہیں کی جاتی ہے بلکہ ان کی مبارک نسبت جو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے اس کی بنا پر کی جاتی ہے۔ اس لیے ان کا فاسق ہونا انہیں اہل بیت نبوت سے خارج نہیں کر دے گا۔

حضرت ابو محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ حدیث منورہ کے بعض حجتی سیدوں سے ان کے فسق کی وجہ سے نفی و حذر دیکھتے تھے۔ تو انہی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو فرمایا اے ابو محمد قاسم! کیا بات ہے میری اولاد سے نفی دیکھتے ہو۔

کہ کما یا رسول اللہ! وہ آپ کی سنت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس لیے میں ان کی محبت نہیں کرتا۔ حضور نے فرمایا کیا یہ نفسی مسئلہ نہیں کہ نافرمان اولاد نسب سے رہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا یہ نافرمان اولاد ہے۔ حضرت ابو محمد قاسم نے کہا کہ جب میں پیدا ہوا تو میرے دل سے ان کی عداوت دور ہو گئی تھی۔ پھر نو سال میں سے جب بھی ملتا ان کی خوب تعظیم و تکریم کرتا۔ (خلیلت محرم ص ۳۵)

سید حضرت رجب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان علی کو اپنے مد نظر میں کہ سنت کے خلاف عمل کرنے والے کو آپ اپنی نافرمان اولاد فرمایا ہے۔ او جبکہ والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے تو سلامت کرام اپنے جدا علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی کریں تو کیا حال ہو گا۔

اس لیے بعض محققین فرماتے ہیں کہ خدا غفور نہ اگر کسی سید سے زیادہ شراب پانی یا توہی جہا جرم سرزد ہو جائے اور اس پر حد جاری کرنے کا سوغہ آئے تو یہ گناہ تاجیہ کے شہرہ کے بدلہ بر و عیوں گئی ہے اسے صاف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی تعظیم و تکریم کی توفیق عطا فرمائے۔ اور زندہ رہیں تو ہماری محبت میں۔ اور اس دنیا سے جائیں تو ان کی محبت میں انتقال ہو۔ آمین۔

صحابی کسے کہتے ہیں

صحابی وہ خوش نصیب مومن ہیں جنہوں نے ایمان و ہوش کی حالت میں حضور ﷺ کو ایمان دیا اور مسلمان بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نظر دیکھا یا انہیں صحبت نصیب ہوئی ہو۔ پھر ان کو ایمان پر خاندہ بھی نصیب ہوا ہو۔ لہذا حضرت ابراہیم و طیب و طاہر و زکریا علیہم السلام صلی اللہ علیہ وسلم جو پنجین ہی میں وفات پا گئے صحابی نہیں۔ کیونکہ رسول نے شہر خوار میں حضور کو دیکھا جسے ہوش میں ہوتا اور حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی طالب صحابی ہیں۔ کیونکہ وہ بزرگ اگرچہ نابالغ ہونے کی وجہ سے حضور کو دیکھ نہ سکے مگر اس صحبت میں حاضر ہوئے۔

اور ہر لوگ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو کر مرتد ہو گیا۔
مسئلہ کذاب پر ایمان لے آئے والے، وہ صحابی نہیں، کیونکہ صحابہ میں ایمان پر خاص
ہونے کی شرط ہے۔ اہل بیت دو لوگ جو مرتد ہو کر پھر ایمان لے آئے تیسہ اشعث بن قیس
زمانہ صدیقی میں زکوٰۃ کے متکبرین ہر بعد میں تائب ہو گئے، وہ صحابی ہیں۔ دمرہ (۱۳۳۳ھ)
ص ۱۳۳۳ ہجری مآثر (۱)

مذہب اسلام میں نبوت کے بعد صحابہ سب سے بڑا درجہ ہے۔ پیغمبر کے بعد
صحابی ہی اعلیٰ و سب سے والے ہیں۔ تمام دنیا کے اولیاء و اولاد و اولاد، غوث صحابی کی گرد
کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور کیوں نہ ہو کہ صحابی صحبت و قرب حضور سید الانبیاء و المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

صحابہ کرام کا معاملہ دنیا کے عام افراد کی طرح نہیں ہے کہ ان کے مقام و فضائل
کا فیصلہ کسی تاریخ اور اس کے بیان کردہ حالات کے تعلق کیا جائے۔ جیسا کہ کچھ متافض
رائسی اور خارق فہام عالی مقام اور حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ
عنہم کے متعلق بکواس کہتے ہیں۔ بلکہ صحابہ کرام ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک
واسطہ ہیں۔ اس واسطے کے بغیر نہ امت کو قرآن کریم کا فہم آ سکتا ہے اور نہ ہی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اور آپ کی تعلیمات کا علم ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی قرآن
حکیم کی ان قیامت کا جو جمل ہیں، جن کا بیان حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی
ذات پاک پر چھوڑا گیا ہے۔ تو ایسے گروہ کے فضائل قرآن کریم اور احادیث کریمہ ہی
سے مل سکتے ہیں۔ اور ان کے متعلق حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیان
فرمایا ہے اس کی حقیقت صرف آخر کی ہے تو اگر ایسے مقدس گروہ کے مقام کو کوئی متافض
باہرینہ کی تاریخی کتابوں سے جان کر کے ان کی شان میں گستاخیاں کرے تو اس سے بڑا
ظلم اور احسن فراموشی کون ہو سکتا ہے۔

اور صحابہ کرام حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کے سامنے، آپ
کی تعلیمات کو تمام دنیا میں پھیلانے والے اور اپنے وطن و ممال اور خود اپنی جین سے

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہنے والے اور آپ ایک اشارے پر اپنی جان و
جان کر دینے والے ہیں۔ ان کی سیرت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا
دلائل و ثبوت ہے۔ اسی لیے آپ کا رشتہ گرامی ہے:

اصحابی کالسجود یعنی میرے صحابہ آدموں کی طرح ہیں تو
اللہ اعلم بالصواب۔ تم ان میں سے جس کی چوٹی کر کے
دہشت پاؤ گے۔ (مرآۃ اللعاب ص ۳۳۵)

ایک اور حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:
فعلیکم بحسنی و حسنۃ یعنی اپنے آپ میری سنت اور میرے
اصحاب و اولاد کی سنت کو ادا کر لو۔
اللہ اعلم بالصواب۔ (اشھد الملعات و ابن ماجہ ص ۳۳)

اس لیے یہ محدث گروہ عام لوگوں کی طرح صرف کتب و تاریخ سے نہیں پہچانے
جاسکتے، بلکہ قرآن و احادیث کریمہ سے پہچانے جاسکتے ہیں۔

اس لیے ہم سب سے پہلے ”صحابہ کرام کا مقام قرآن کی روشنی میں“ پیش کریں
تہا بعد ان کے فضائل جو صحیح احادیث کریمہ سے ثابت ہیں بیان کرنے کی سعادت
دہلی کریں گے۔

صحابہ کرام اور قرآن حکیم

صحابہ کرام کے فضائل میں کثرت سے آیات قرآن مجید وارد ہوئی ہیں۔ یہ آیات دو
قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی خاص صحابی کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ جیسے حضرت
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بارہ آیات، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے فضائل میں چار آیات، حضرت علی مرتضیٰ و حسین و فاطمہ الزہراء اور حضرت
عمر کے فضائل میں سورہ ہر کی پندرہ آیات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج
مطہرات کے فضائل میں سورہ احزاب کی اٹھ آیات، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنا کے فضائل میں سورہ نور کی انیس آیات وغیرہ۔ اور دوسری قسم کی وہ آیات جو صحابہ کرام کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں وہ بھی بہت ہیں۔ ہم بطور اختصار کچھ آیات پیش کریں گے جن سے ناظرین اپنے رب کا فرماں دیکھیں اور غور کریں کہ رب کریم نے کس شان سے صحابہ کرام کے فضائل، طہارت، ایمان، وابستہ، صدق، امانت اور عدالت کا اعلان فرمایا ہے۔ اور شاہد اور گواہ ہے:

والذین معہ اشہدہ علی
الکلماء وحماہ بینہم سراہم
رکعہ سجدۃ ۱۰۱: الف: پ: ۶۶:

(آیت ایمان ص ۵۴۸)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی عبادات ان کے گویا اور سجدے اور ان کا آئینہ میں ایک دوسرے پر مصداق بنایا ہے۔ فرمایا ہے کہ پھر یہ کہیے ہو سکتا ہے کہ وہ انہیں میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔ صحابہ کرام کی وہ تمام جنگیں اچانک وہ جنگ جمل ہو یا جنگ مہین، یہ سب اللہ تعالیٰ کے لیے تھیں جس کے لیے نہ تھیں۔ ان میں سے بعض کو لڑنا بھی ہوئی تھی، بعض ہاتھ بٹل نہ تھے۔ مگر جن سے غلبہ ہوئی وہ انجنادی تھی جو شرعاً جرم نہیں۔ اس کا کلام ۱۱۱ جوت ان امور سے ملتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جنگ جمل میں شکست دی۔ اور جب حضرت عائشہ کا وراثت جس پر آپ سوار تھیں گرا دیا گیا تو انہیں گرفتار کیا گیا۔ عیادت احترام و عزت کے ساتھ والدہ محترمہ کا مادیات فرماتے ہوئے مدینہ منورہ واپس پہنچا دیا۔ نہ ان کے مال پر قبضہ فرمایا اور نہ ان کے کسی سپاہی پر کوئی سختی فرمائی۔ جب خوارش نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ نے دشمن پر قبضہ کیا تو اسے چھوڑ دیا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ عظیمہ فرماں برداری میں ہیں۔ رب فرمایا ہے: ولذا وجہ اہل بیت علیہم السلام کی جو بد مسلتوں کی باتیں ہیں۔ اور میں فرمائی حکم سے بیٹے پر حرام ہے۔ فرمایا کہ میں ہے حدیث علیہ السلام کہ تم نے فرمایا میں ہوں مگر تم غیبت عائشہ کو کیا نہیں مانتے نہ کافر اور اگر انہیں

ہاں ہاں کرنا کو لڑی بنا کر رکھنا چاہتا ہے تو کافر۔ (اصواعق خز مس ۱۵۱)

(ب) حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی اسے جنگ صفین کہتے ہیں۔ اور یہ جنگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خونِ شہداء کے لیے تھی۔ لیکن اس میں حضرت امیر معاویہ کو طوطی بھی ہوئی جس سے یہی طرفہ ایک جنگ کا معاملہ ہوا۔ لیکن جب صلح صفائی ہو گئی تو حضرت علی کے بھائی حضرت عثمان امیر معاویہ کے پاس گئے تو آپ نے ان کا بہت اہم و احترام کیا اور سالانہ پندرہ لاکھ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے دربار میں ایک شاعر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں چند قصیدے پڑھے تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ایک ہزار اشتریں انعام میں دیا۔ کسی نے پوچھا کہ اسے امیر! جب آپ حضرت علی سے اپنے معتقد ہیں تو آپ نے ان سے جنگ کیوں فرمائی؟ آپ نے فرمایا: الملک عظیم یہ وہی جنگ تھیں کل معاملہ کی جنگ ہے۔ یعنی خونِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ پر ایک فقر ص ۵۸۸

فرمائی ہے ایک صحیح روایت بیان فرمائی کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کرمہ سے جنگ صفین کے زمانہ میں امیر معاویہ کے معتمد و وابستہ کیا تو آپ نے فرمایا: لعلنا و فضلنا معاویہ فی ہرے اور معاویہ کے معتمد سب لعلہ۔ یعنی ہیں۔

بعض حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے معتمد اور شاہد فرمایا:

حواہ یغفر علیہ۔ (حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی اور انہما کے لیے) میں تم سے بڑھ کر بخشنے۔

۱۵۱: ایک فقر ص ۴۳) صحابہ کرام کی ایسی جو لغزشیں ہوئیں جن میں ان کے معتمد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرائی ہے کہ میرے صحابہ سے جو لغزش ہوئی ان کے ان سائبانہ قلابی بناؤں پھر میرے ساتھ انہوں نے کیے ہوئے اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ اس لغزش پر جب آپ فہم میرے بعد عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل جہنم میں اتار دے گا۔ (انہما ص ۱۰۱) میری حدود ص ۴۹۸

صحابہ کرام کے آپس میں مشاجرت کے بارے میں سیدنا ثوبت اعظم و عظیم رضی اللہ عنہ اپنی کتاب غیث الطالبین ص ۱۶۵ پر وارد فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم انھیں کے درمیان جو جنگ ہوئی اس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس میں اور صحابہ کی تمام جنگوں میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام کردوئوں کو غیبت کے دن دور فرما دے گا۔ اور حضرت علی ان صحابہ سے جنگ کر سکتے تھے جن پر نئے اور پورے ان کی اطاعت و فرمانبرداری سے خارج ہوئے اور ان کے معقول جنگ آزمائے اس سے امام برحق سے بغاوت کی۔ لہذا اس سے جنگ جائز ہوئی۔ اور جن بزرگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جیسے حضرت طلحہ، زبیر، امیر معاویہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے کامیاب کیا تو کہ فتنہ برحق اور مظلوم ہو کر شہید ہو گئے۔ اور عثمان کے قاتلین حضرت علی کی فوج میں شامل تھے۔ لہذا ان میں سے ہر ایک صحیح مایوں کی طرف گئے۔

اور اسی غیث الطالبین ص ۱۶۷ میں اہل سنت کا حنفیہ پر بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہنا چاہئے اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے۔ ان کے فضائل اور خوبیاں ظاہر کی جائیں اور ان بزرگوں کا معاملہ رب تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی اور حضرت عائشہ، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم انھیں میں واقع ہوئے۔ اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ما علی قادی نے فتنہ اکبر ص ۸۵ میں نقل فرمایا ہے کہ:

فصلوا ہم جميعا ولا تذکر
الصحابہ الا بحسبہ۔
کہتے ہیں اور انہیں بھلائی سے ہی یاد کرتے ہیں۔

خزیم قارئین! آپ نے حضرت سیدنا ثوبت پاک اور حضرت سیدنا امام اعظم

ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے اقوال پڑھ لے۔ اب اگر آپ واقعی ان بزرگوں کے بارے میں اس لیے اور سچے سچے متقی ہیں تو صحابہ کرام کی جنگوں کے بارے میں بحث نہیں کریں گے۔ اور اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے خدا اور رسول کی خوشنودی کے متعلق ہنس گئے۔

آیت کریمہ والمذین معہ محمد بن علی الکفار سے حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ردائش کے کفر کا مظلوم اظہار کیا ہے تو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کیونکہ صحابہ ان کو فتنہ دلائے ہیں اور جیسے صحابہ فتنہ دلائے ہیں وہ کافر ہے۔ حضرت امام شافعی نے اسی ردائش کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی آپ سے متفق ہے۔ (مجموع خرقہ ص ۲۱۹)

والزمہم کلمۃ بالتقویٰ و
تخالوا احق بہا و اھلہا۔ اسودہ
۱۶۷ پ ۱۲۶
اٹل نے۔ (کنز الدین ص ۳۳۷)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کے لیے تقویٰ و طہارت ایسی لازم ہے جیسے سورۃ کے لیے دینی اور آگ کے لیے کرنی۔ جسے آگ لٹھڑی میں ہو سکتی، سورج نکلا نہیں ہوتا۔ ایسے ہی کوئی صحابی ناقص یا غیر کامل نہیں ہو سکتا۔

و کذلک حعلہ کرم احمد
وصفا لتکولوا شہداء علی
الساس و یحکون الرسول علیکم
سیدنا۔ (سورۃ بقرہ ۲)
گوار۔ (کنز الدین ص ۳۳)

تقریباً اس سے پہلی آیت اور اس آیت میں صحابہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ہائشہ خطاب کیا گیا ہے۔ قدرت الہی پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے۔ ان کی قیامت کے روز ایسی امتوں پر گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ غیر عادل اور نیک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پروردگار کے بعد عترت ہو جائے و ان کے بارے میں

کہیے اس قسم کی گواہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان راہبوں کو ذلیل کرے اور ان پر لعنت کرے اور ان کو یہ بارود و گار چھوڑ دے۔ یہ کس قدر جھوٹے، جاہل اور افترا پر مبنی اور بہتان طرازی سے گواہی دینے والے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ سوائے چم آؤ میوں کے سب صحابہ رسول کریم کے بعد مرہ ہو گئے تھے۔ (صواعق مبرحہ ص ۶۵)

لقد رضی اللہ عنہ
سے شک اللہ وارضی ہوا اعلان داور
المومنین اذ یسألونک
سے جب وہ اس بڑے نیچے نزاری بیعت
تحت الشجرة کرتے تھے۔

(سورہ النہا پ ۲۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ان لوگوں سے اطمینان و رضامند فرمایا ہے اور یہ کوئی چورہوڑ کے قریب تھے۔ اور جس سے اللہ وارضی ہو اس کی موت کلمہ پر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ آیت طہ میں اور مکررین قرآن کے معرکہ کی نزول کر رہی ہے۔ جبکہ قرآن پر ایمان لانے سے یہ بات ثابت و لازم ہوتی ہے کہ اس میں جو کچھ بیان ہے اس پر بھی ایمان لانا چاہئے۔ اور آپ کو یہ علم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں صحابہ کو خیر و کرم، عادل اور نیک قرار دیا ہے اور یہ کہ اللہ ان سے راضی ہے۔ اب جو شخص ان کے متعلق ان باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن کریم کا کلمہ ہے اور جو قرآن کریم کی تکذیب کرے، جس کی کوئی تدبیر نہ ہو سکے تو ایسا گروہ یا شخص کافر، منکر، لحد اور دین سے خارج ہے۔ (صواعق مبرحہ ص ۶۶)

صحابہ کرام اور فرمان نبوی ﷺ

لقد نکل صحابہ کے سلسلے میں قرآن حکیم کی آیت کریمہ ابھی آپ نے پڑھیں۔ اب ہم فضل علی صحابہ کے متعلق احادیث کریمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

ہم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فلو ان
میرے کسی صحابی کو نکالنا نہ دو (ہرانا نہ کرو)
حدکم النقی مثل احد ما یبلغ
کیونکہ اگر تم میں کوئی احد (ہماز) بھر سونا
حد احدہم ولا یصفیہ۔ (بخاری
خرید کرے تو ان کے ایک دبا صاف کرے
قرطبہ ج ۲ ص ۳۸۳)

۲۲ حضرت چارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمس النار مسلما وانی
اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس
او وای من وانی۔ (ترمذی ج ۲
میں سے دیکھا جائے۔ دیکھا۔)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی لا
تسبوا وھم غر مشا من بعدی
سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے بعد انھیں
ثبات نہ دے گا۔ کیونکہ جس نے ان سے محبت
کی تو میری محبت کی وجہ سے جہنم کی۔ اور
جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض
کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ اور جس
نے انھیں ستا دیا اور جس نے ان کو ایذا دی،
اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے
ایذا دی، اس نے اللہ کو ایذا دی۔ تو فریب
ہے کہ اللہ اسے پکڑے۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۶۲)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعد حضرت علی رضوان اللہ علیہ وسلم ہجرت مہاجرین۔ ان کے بعد عشرہ مہاجرین ان کے
بعد عام صحابہ اہل بدر، پھر اہل احد، پھر بنو نہدیہ، حضرت ابروہہ، حضرت عمار، حضرت
وہابی، حضرت عمار، حضرت عمار، حضرت عمار، حضرت عمار، حضرت عمار، حضرت عمار،
لاسنہ والے صحابہ افضل ہیں۔ ابو مسعود، حضرت ابو بکر، حضرت ابو بکر، حضرت ابو بکر،
مسلمہ کا، فاتح ہے۔ تاریخ الخلفاء ص ۹۸، جیل، مدینہ من ۱۲۵۳، مصر، مطبعہ ص ۱۰۰، شرح لہ
اکبر ص ۱۳۵

وہ بار ہشتی اللہ نفس
ابوبکر و عمر عثمان و علی
سید است و سعید و ابو جہیدہ
طلحہ و زبیر و عبدالرحمن

خلفائے راشدین کے فضائل سے شمار ہیں۔ ان بزرگوں کے ناموں کو رب تعالیٰ
اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ قربت حاصل ہے کہ سبحان اللہ
لا الہ الا اللہ کے حروف بارہ ہیں۔ اسی طرح محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق، عمر بن
الخطاب، عثمان بن عفان، علی ابن ابی طالب نام میں بارہ حروف ہی ہیں۔ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: خیر الصوفیوں قوی۔ یعنی تمام زمانوں میں میرا زمانہ زیادہ بہتر
ہے۔ قرنی میں ہی سے اشارہ صدیق اکبر کی طرف ہے، ر سے عمر فاروق، ان سے عثمان
غنی اور ی سے حضرت علی کی طرف اشارہ ہے۔ گویا ان بزرگوں کا زمانہ حضور کی کارنامہ
ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔ ان تمام خلفاء
میں سے ہر ایک کی عمر بھی ۶۳ سال ہی ہوئی، سو اسے حضرت عثمان غنی کے لئے مختصر ہے کہ
خلفائے راشدین کے مناقب میں جو آیت قرآنیہ ظاہر ہوئی ہیں ان کو فخر کریں گے۔
بعد ۱۰ احادیث کریمہ اور ان کے حالات زندگی پر بھی مختصر اردو شنی ڈالیں گے۔
۱۔ ہر دس غرض حبیبہ صحابہ ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت مل چکی۔

خليفة اول

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

سایہ مصطفیٰ مایہ امضا
عز و تاز خلافت چ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد المرسل
ثانی اشہن ہجرت چ لاکھوں سلام
اصدق الصوفی سید المستقیم
چشم و گوش وزارت چ لاکھوں سلام

(اعنی حضرت فاضل بیلوی رضی اللہ عنہ)

الا تصبروه فقد نصره الله
اذا نصرجه الذين كفروا ثانی
النسب انهم افاض بقول
لصاحبه لا تحزن ان الله معنا
فانزل الله مکیبته علیه
وابهده یجنود لم یروها وجعل
کلمه الذین کفروا السلفی
وکیلمه الله هی العلیا والله
عزیز حکیم۔ (القصہ: ۱۲ پ ۱۱)

اگر تم خوب کی مدد کرو تو بے شک
اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں کی
شرارت سے انہیں باہر تکلیف ملے چاہے
ہر۔ مرتبہ (۱۲) جن سے حبیب و دونوں
عاریش تھے جب اپنے باؤ سے فراتے تھے
فرم دے کہ آپے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو
اللہ نے اس پر اپنا سیکرہ لگا دیا اور ان فوجوں
سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ رکھیں۔ اور
کافروں کی ہمت بچنے والی۔ اللہ ہی غالب ہے۔
بے در اللہ غالب نکلتا رہتا ہے۔
(تکوا: ۱)

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں صاحب سے مراد
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے
ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکرہ (سکون خاطر و نس) تو کبھی زائل نہ
ہوا۔ اسی جن پر سیکرہ نازل ہوا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (شرح تفسیر
اکبر الاطالی قاری ص ۱۸۵)

بہر حال یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں بالکل
 واضح بیان ہے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس پر بھی نفس قطعی ہے۔ اسی لیے حضرت
 حسن بن فضل و محبت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 کی صحابیت کا انکار کرے وہ نفس قرآنی کے انکار کرنے کے سبب کافر ہے۔ (امریغ اللہ
 ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲) عربی عبارت یہ ہے من قال ان ابابکر لم یکن
 صاحب رسول اللہ علیہ وسلم فهو کافر لان کفارہ نص
 القرآن۔ (تفسیر کبر الہدایہ امامان مرقم ص ۹۴)

۱۴۱۔ وصب حبیبہا الا تفسی
الذی یونی حالہ یسرکی و ما
لاحد عنده من نعمہ تجزئ الا
ابغواء رجحہ وبعہ الاعلی۔
(الکحل: پ ۳۰)

تو بہت اس سے (جسم سے) دور رکھا
جائے گا جو سب سے بڑا چیز گزارا اپنا مال
 دیتا ہے کہ تمہارا ہو۔ اور کسی کا اس پر کچھ
 احسان جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے
 رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند
 ہے۔ (تکوا: ۱۲ پ ۱۱)

یہ آیت کریمہ بھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں
 نازل ہوئی۔ (تفسیر کبر الہدایہ الامامین ص ۱۲۵) تفسیر مردہ ص ۱۲۵
 صاحب صواعق محرقة اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس میں یہ تصریح
 موجود ہے کہ آپ ساری امت سے زیادہ افضلی (پرہیزگار) ہیں اور افضلی اللہ تعالیٰ کے
 نزدیک مکرم ہو گا ہے۔ چنانچہ کہ ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

ان اکرمکم عند اللہ
یعنی بے شک تم میں زیادہ عزت والا وہ
 آقا کیم۔
 ان دونوں آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام امت سے زیادہ مکرم و عزت والے ہیں۔ (صواعق محرقة
 ص ۱۲۸)

حضرت صدر المااض مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر
 خزائن العرفان اور حضرت امام وازی تفسیر کبر میں اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے
 ہوئے لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت جلال کو ذر کیشو سے کر آؤ کر دیا
 لیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا حضرت صدیق اکبر نے ایسا اس لیے کیا کہ جلال
 کا ان پر کوئی احسان ہے جو ان کی تشریف بردہ سے کر خرید اور آؤ کر دیا۔ اس پر یہ آیت
 کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ جلال کا کوئی احسان نہیں ہے بلکہ یہ
 کام ابوبکر نے کھن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا ہے۔ (تفسیر کبر الہدایہ الامامین
 ص ۱۲۶)

۱۳۱۔ والذی جاء بالصدق اور وہ جو یہ کچھ کہے کر شریف لائے اور
 وصدق بہ اولئک ہم وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی
 المصفون۔ (الرعرہ پ ۲۳) والے ہیں۔ (تکذیب ایمان ص ۱۶۸)
 یہ آیت کریمہ بھی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعلان کر
 رہی ہے۔ جبراک یزاد اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حق لائے والے حضرت محمد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق کی تصدیق کرنے والے آپ کے یار و غار
 حضرت سیدنا صدیق اکبر ہیں۔ (صواعق حرقہ ص ۱۳۸)
 صاحب تفسیر کبیر امام رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر الجزء السادس والعشرون
 ص ۲۷۱ میں اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
 ان العواد شخص واحد یعنی اس سے ایک ہی شخص مراد ہے کہ
 فالذی جاء بالصدق جاء بالصدق۔ حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم والذی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے اور
 صدق بہ هو ابوبکر وهذا والذی صدق بہ سے حضرت ابوبکر
 القبول مروی عن علی ابن ابی حضرت سیدنا علی ابی طالب رضی اللہ عنہ
 طالب رضی اللہ عنہ وجماعۃ حضرت سیدنا علی ابی طالب رضی اللہ عنہ
 من المعصومین رضی اللہ اور دیگر مفسرین کا ہے۔
 عنہم۔

املا ان مفسرین کرام کی تفسیر سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی منتخب فرمایا ہے۔ اسی لیے
 آپ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام متقیوں کے سردار اور سید المستقیمین ہیں۔ اعلیٰ
 حضرت امام احمد رضا فاضل ربیو علیہ الرحمہ اسی لیے فرماتے ہیں:
 اصدن السائقین سید المستقیمین
 چشم دگوش و زارت پہ لاکھوں سلام

۱۳۲۔ لا یستوی منکم من حق من قبل اللع وقابل (لکے اعظم درجہ من الذین
 من بعد ولانقلوا وکلا
 هذا الله المحسنی واللہ بما
 يعملون خبیر۔ (الرعرہ پ ۲۷) کاموں کی خبر ہے۔ (آثار الایمان ص ۱۷۹)
 کبھی نے کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل
 ہوئی۔ کیونکہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جو اسلام لائے اور پہلے وہ شخص ہیں جس نے راہ
 ہدایت مال خیر کیا اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کی۔ (تفسیر قرطبی
 ج ۱ ص ۷۹)

صاحب تفسیر صفی قادری اپنی تفسیر کے ص ۵۸ پر اس آیت کریمہ کے تحت
 لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس
 واقعے کے آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جو ایمان لائے اور خیر کیا اور کافروں سے جنگ کی۔
 ابن حزم نے کہا کہ تمام صحابہ قطعی طور پر یقینی ہیں اور نہ کوہ پال آیت کریمہ
 کا ذات فرمائی۔ (صواعق حرقہ ص ۱۶۸)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں
 کثرت سے احادیث کریمہ وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند پیش خدمت ہیں۔
 (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

عن انصف زوجین من شیء جو اللہ کی راہ میں ایک چیز کا دوڑا خیر
 من الاشیاء لمی مسبیل اللہ کرتے تو اللہ اسے جنت کے سب

دعی من ابواب علی الجنة با
عبداللہ هذا خبر فممن کان
من اهل الصلوۃ دعی من باب
الصلوۃ ومن کان من اهل
الجهاد دعی من باب الجهاد
ومن کان من اهل الصدقۃ
دعی من باب الصدقۃ ومن
کان من اهل الصیام دعی من
باب الصیام باب الوہان فقال
ابوبکر ما علی هذا الذی
یدعی من تلک الابواب من
ضرورۃ وقال حل یدعی منها
کلہا احد یارسول اللہ قال
لعم وارجوا ان تكون منهم با
ابوبکر ۱۰۴۱ ہجری شریف ص ۳۸۰

دروازوں سے جاسے گا۔ جو پہلو ہے اسے
جہاد والے دروازے سے جو خیرات کرتا
ہے اسے خیرات والے دروازے سے اور
جو روزے رکھے گا اسے روزوں والے
باب الریان سے پلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر
کہنے لگے تو ان سارے دروازوں سے
جاسے جاسے تو اسے غلط ہی کہا پھر عرض
مگزار ہونے والے رسول اللہ کیا کوئی ایسا بھی
ہے جس کو تمام دروازوں سے پلایا جائے
گا؟ فرمایا: ہاں اسے ابوبکر مجھے امید ہے تم
اپنے لوگوں میں سے ہو۔

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ:

ما لاحد عندنا ہد الا وقد
کافینا ما احلنا ابوبکر فانہ
عندنا ہد یکا فیہ اللہ بہا
یوم القیمۃ وما نلعنی مال
احد قط ما لنعنی مال ابی
بکر وثو کدت متخذاً خلیلاً لا
تخذت ابوبکر علیہ الا وان

ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس
کا بدلہ کر دیا سو ابوبکر کے ہم پر ان کا احسان
ہے کہ اللہ انہیں اس کا بدلہ قیمت کے
دن دے گا۔ اور مجھے کسی کے مال نے اتنا
لغبت دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا۔ اور اگر
میں کسی کو دوست بنانا تو ابوبکر کو دوست
بنانا۔ خیال رکھو کہ تمہارے صاحب اللہ

ہمکم خلیل اللہ۔ (ترمذی کے دوست ہیں۔
ص ۶۸۸)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الصلوۃ وسلم نے فرمایا:
ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے والد گرامی
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
فرمایا تو فرمایا:

ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر

(۵) ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر
ما احب الی اللہ والرسول من امر

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرمائی ہیں کہ ایک
راست میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں
عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں گی؟
فرمایا: ہاں عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اتنی ہی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمائی
میں نے پھر چھاپا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ تو حضور علیہ الصلوۃ
والسلام نے فرمایا:

الما جميع حسانات عمر
لحسنه واحده من حسانات
ابى بكر (عمر) (تاریخ ص ۳۹۰)
(۷) ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حب ابى بكر وشكوه واجب
على كل امسى (تاریخ و خلفاء
ص ۱۱۱)

(۸) ابن عساکر نے حضرت مقدم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک وفد
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں کچھ بدعمری
ہو گئی۔ حضرت ابوبکر فہم و دوشمند تھے۔ دوسرے حضرت عقیل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے قربت دار بھی تھے۔ حضرت ابوبکر نے ان سے کچھ نہ کہا اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت ابوبکر کی شکایت سن کر رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین میں ٹکڑے ہوئے اور فرمایا:

الا تدعون لى صاحبى ما
شأنكم وشأنه فوالله ما
منكم رجل الا على باب بيته
ظلمه الا باب ابى بكر فان
على بابہ النور فوالله لقد
قلتم كذباً و قال ابو بكر
صدقتم وامسكوا الاموال
وجادلى بماله وخذلتموني
وواستاني واتبعنى (تاریخ و خلفاء
ص ۱۱۱)

نے میری غم خواری کی اور میری اطلاع کی۔
یہ چند حدیثیں ہو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فطائل و مناقب کرتی
ہیں اب ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن کریم کی روشنی میں پیش
رہتے ہیں۔ بعدہ آپ کی خلافت پر احادیث کریمہ پیش کی جائیں گی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آیات قرآنی

خليفة اول حضرت سید ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استدلال علمائے
کرام کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے کیا ہے:

يا ايها الذين امنوا من بركة
صكم عن دينه فسوف يلقى
الله بقوم يحبههم ويحبونهم
اولئكة على الصوابين اعز الله
للكافرين. بعدا دون طي
صيل الله ولا يخافون لومة
لائم ولكن فضل الله يوتيه
من يشاء والله واسع عليم.
(الحجرات: ۲۷)

علمائے کرام نے اس کی تفسیر یہ کیا ہے کہ قوم سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ اور ان کے اصحاب ہی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال فرماتے کے بعد
ب کچھ عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر اور ان کے اصحاب اہل نے ان سے جہاد کیا اور
ان کو مسلمان بنایا۔

یونس بن کثیر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے حضرت

اقتدوا بالذہین من بعدی یعنی میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ
اہی بکرو و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو۔
عنہما۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۶۸۹)

اس حدیث پاک سے تو بالکل واضح طور پر حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہما کی خلافت کا ثبوت مل رہا ہے۔ اور پھر اس میں بھی اول حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق کا لفظی پتہ غلط
حضرت ابو بکر صدیق ہونا ہے اس کے بعد حضرت عمر فاروق۔

ابک دو سری حدیث پاک میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
یہاں اہل غزوہ کے سفیروں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے
مجھ سے کہا کہ میں آپ سے پوچھوں کہ اگر آئندہ سال آئیں اور آپ کو نہ پائیں تو
صدقات کس کو دیں؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں سے کہہ دو کہ اپنے صدقات ابو بکر کو
دیں۔ میں نے ان کو یہ بات پہنچادی تو انہوں نے کہا کہ اگر ابو بکر کو نہ پائیں تو پھر
صدقات کس کو دیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا عمر کو دیں۔ میں نے
ان لوگوں سے کہہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ اگر کمر
کو نہ پائیں تو کس کو دیں۔ آپ نے فرمایا عثمان کو دیں اور جس روز عثمان شہید ہوں اس
روز انہیں پانچ گنا دیں۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۹۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع فرمائی تو
پہلا پتھر معبود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا۔ پھر بنو ہاشم نبی ایک حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اٹھایا۔ پھر عثمان
غنی رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اٹھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اصحاب
میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۷۸)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع

احمد ائمہ نے لغات میں معاریہ بن فرو کے حوالے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام
نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی شک نہیں کیا۔ اور وہ آپ کو
بیش غلطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان صحابہ کرام کا اجماع بھی غلط اور
غلط پر نہیں ہو سکتا تھا۔ (درج الفقہاء ص ۱۹۹)

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عام مسلمانوں
نے جس چیز کو اچھا سمجھا رسول اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس چیز کو عام مسلمانوں نے
برا سمجھا وہ رسول اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ اور چونکہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احسن اور پسندیدہ سمجھا ہے پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی
احسن ہے۔ اور حاکم بن علی نے مسند رک اور ذہبی نے اپنی صحیح میں حوالہ اللیب کے
حوالے سے لکھا ہے کہ ابو سفیان ابن حرب ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس
آئے اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ انہوں نے قریش کے ایک معمولی آدمی سے بیعت کر
لی (یعنی حضرت ابو بکر صدیق) ہے! اگر آپ چاہتے تو آپ کو بیعت اسماعیل سے یہ خلافت مل
جاتی۔ تو حضرت علی نے فرمایا ابو سفیان! تم اسلام اور مسلمانوں درویش کے دشمن ہو۔
مجھے تو ابو بکر کی خلافت میں کوئی غرابی نظر نہیں آتی کیونکہ وہ ہر طرح اس کے اہل تھے۔

(درج الفقہاء ص ۱۹۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہے کہ وہ ہر اور درویش عثمان
صدیق کو بہتر حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خلافت کے حق دار حضرت علی رضی
اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرنے والے کافر ہیں

حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و ائمہ مطلق حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مصطفیٰ علی۔ پھر چھ بیٹے کے لیے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم ہوئے۔ ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت و اشرف کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی نبیّت کا پورا پورا حق ادا فرمایا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق اور آپ کے بعد دونوں خلفاء راشدین کو حضرت علی حضرت امام حسن اور امام حسین نے قبول فرمایا اور ان کے ماتحت رہ کر جنگیں لڑیں اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ لیکن فرقہ امامیہ نے حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کیا۔ اور ان کی شان میں طعن طعش کی گستاخیاں اور تازیبا ناغاف کہنے رہے۔ ہم اس سلسلے میں قدوہ الحنفین خدامہد شہین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ عربیہ سے چند اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

بخاریہ فرقہ امامیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر ہے اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کرے تو وہ اجماع قطعی کا منکر ہو اور وہ کافر ہو گیا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

المرالحضی اذا کان بسبب
فیہ و الفی جو برا لکھا ہو حضرت عثمان
الشیعین و بلعنہما العیاذ
کو اور ان حضرات پر لعنت بھیجتا ہو تو وہ
باللہ لہو کافر وان کان
باللہ من ذالک تو وہ کافر ہے۔ اور اگر برائے
کتاب ہو کر اس امر کا قائل ہو کہ حضرت
یغسل علیا کرم اللہ وجہہ

المکرم علی ایسی بکری دھسی
اللہ عنہ لا یكون کافرا لکنہ
استدع ولوقد عاتلہ دھسی
اللہ علیہا بالزنا لقد کفر۔
ابو بکر نے حضرت علی کو نصیحت ہے تو وہ کافر
نہیں پڑھتی ہے۔ اور اگر عائشہ رضی اللہ
عنها کی شان میں ذلوف کا مرکب ہو تو وہ
بھی کافر ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

من انکرو امامہ ایسی بکری
الصدیق دھسی اللہ عنہ فہو
کافر و علی قول بعضہم ہو
ولیس بکافر
والصحيح انه کافر و کذلک
من النکر خلاصہ عمر رضی
اللہ عنہ فی اصح الاقوال۔
تو وہ کافر ہے۔ اور بعض علماء کے
نزدیک وہ بدھتی ہے کافر نہیں۔ اور صحیح یہ
ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور ایسا ہی جس کو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امام ہونے
سے انکار ہو تو زیادہ قبیح فعل ہے کہ وہ
بھی کافر ہے۔ (فتاویٰ عربیہ ص ۳۴۰)

صاحب ہمار شریعت حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب علی علیہ الرحمہ ہمار
شریعت حصہ اول ص ۱۰۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرات یمن (حضرت ابو بکر و عمر رضی
اللہ عنہما) کی خلافت سے انکار و نفی کرام کے ذریعہ کفر ہے۔
دروافض حضرات یمن رضی اللہ عنہما کی شان میں توبہ بازی بھی کرتے ہیں اس
کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حب ایسی بکری و عمر ایمان
و بلعنہما کفر۔ (مظاہر حق ج ۳ ص ۲۸)
جس حضرات ابو بکر اور حضرت عمر کی
محبت اور ان کی خلافت ہے۔ اور ان سے
دھسی کفر ہے۔

اور خلاصہ میں ہے کہ:

من انکرو خلاصہ الصدیق
یعنی جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ
عنہ کی خلافت کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی نبیّت

محبت و ثلای عطا فرمائے۔ اور آپ کے سچے جانشین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت و الفت سے ہمارے دلی متوکل و تجلی فرماوے۔ آمین، بھائی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔



خلیفہ دوم

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا ستر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فاروقِ حق و باطل امامِ اہدئی
تبغِ مسلوی شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی، ہمزبانِ نبی
چانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
(سیدنا علی حضرت فاضل ربیوی علیہ الرحمہ)

نام ونسب

فلید دوم کا نام عمر، کنیت ابو حفص، ابو العزب، فاروق اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور ماں کا نام حشر ہے جو بصرہ میں مصلوب کی بیٹی ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب بن عبد العزیٰ بن رباح بن اقرط بن رباح بن عدنان بن عبد شمس بن کعب بن لوی۔ انھوں نے پشت میں آپ کا شجرہ نسب حضور مصطفیٰ علیہ السلام کے خاندانی شجرہ سے ملا ہے۔

آپ کا اسلام قبول کرنا

دائیدہ فیل کے حیرہ سالی بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ اور نبوت کے چھٹے برس
مناکبیس برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ولادت اسلام لائے۔

اللہم اعز الاسلام وعمومین
الخطاب خاصہ۔
اللہ العالیٰ ابن عمر بن الخطاب سے اسلام
کو ظہر عطا فرما۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۳، مج ۱، حاکم)

آپ کے اسلام لانے پر آسمان کے فرشتوں نے خوشیاں منائیں۔ اور اسلام کی شہادت و شہادت میں اضافہ ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے جو حضرات اسلام لائے تھے وہ دو چھپ چھپ کر عبادت برداری کیا کرتے تھے لیکن جیسے ہی حضرت عمر فاروق مسلمان ہوئے آپ نے اعلان فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ کی عبادت چھپ کر نہیں بلکہ کھلم کھلا ظاہر میں ہوگی۔ چنانچہ تمام مسلمان دو ٹھیک ہوا کر گئے۔ ایک صف کی قیادت حضرت تہذہ رضی اللہ عنہ اور ایک صف کی قیادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی۔ اور اسی طرح حقوق کی کھل میں مسلمان مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ جب قریش نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عبادت کو مسلمانوں کی ہواست کے ساتھ آتے دیکھا تو ان کو حد درجہ ملال ہوا۔ اسی روز سے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے آپ کو فاروقی کا لقب مرحمت فرمایا کیونکہ اسلام ظاہر اور باطنی اور حق و باطل
میں فرق پیدا ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۹)

آپ کا نام اشراف راکار قریش میں ہوا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کے خاندان
کے لوگ کی سلطارت تھیں اور خصوصاً تھیں۔ یعنی دسب بھی قریش خاندان کے درمیان بڑا
سی اور ملک سے جگہ ہوتی تھی تو آپ ہی کے خاندان کے افراد صلح و صفائی کے لیے
طریقہ کار کیجے جاتے تھے۔ باکر بھی قحطی و غریب کے امداد کی ضرورت پیش آتی تو آپ ہی
کے بزرگ اس کام کے لیے روانہ کیے جاتے تھے۔ آپ جس وقت ایمان لائے تو چالیس
سوا دو گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سال مرو
اور تھیں عورتیں مشرب اسلام ہو چکی تھیں۔ آپ کا شمار بھی حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے طرز سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ آپ عشوہ میں پیدا ہوئے اور اہل
یعنی راس خویض نصیب صحابی جن کو دنیا میں نہت کی خوشخبری دی گئی، آپ کو رسول
کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر سہا بنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ علماء و زو
صلیاء کرام میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ سے پانچ سو اسی اہل حدیثیں مروی ہیں۔ (امام

حکمرانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المومنین کے خطاب سے موسوم کیا گیا۔ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے تاریخاً سال جبری (سن جبری) جاری کیا۔ بیت المال قائم کیا، ماہ رمضان میں زکوٰۃ کی نماز باجماعت جاری فرمائی، لوگوں کے حالات مہظوم کرنے کے لیے راقوں کو آٹھویں کا حق چاند خور آپ ہی نے شروع فرمایا، کچھ لوگ ہر مدت کرنے والوں پر حد جاری فرمائی، شراب پینے والوں پر اسی کوٹہ لگوائے، حدیث کی حرمت کو عام کیا اور اسے ہوک دیا گیا۔ رفاقت قائم کی، اور دروازہ بھی متھیں فرمائیں اور گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول کی۔ حضرت موسیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اہل اللہ بقاء کے اور دایک اللہ کے گروہ بندی۔ اور آپ ہی نے سب سے پہلے روئے اکباد کیا۔ شہرہاں میں قاضی مقرر فرمائے اور آپ کا سب سے بڑا کاغذ یہ ہے کہ آپ نے مسجد نبوی شریف کو وسیع فرمایا اور اس میں ثلاث کا

قرش چھوڑا، آپ ہی نے مقام ابراہیم کو اس جگہ قائم کیا جہاں وہ اب تک موجود ہے
و دنیا پہلے وہ بیت اللہ سے ملا ہوا تھا اور مٹی لوحات آپ کے درو خلافت میں ہو گئیں
اس کی مثال نہیں ملتی۔ غرضیکہ اس مرد مجاہد نے دس سال چھ سینے لو دیا بیچ وں بڑی ہی
شان و شوکت کے ساتھ خلافت و نبوت و صل کا حق ادا کیا۔ او ۳۹۵ھ و ۳۹۶ھ و ۳۹۷ھ بروز
بدھ ۳۹ سال کی عمر پر مسجد نبوی شریف میں نماز فجر کے وقت ایو لو کے زہر آلو بخیر
سے تین کا دی شریں گئیں۔ بے ہوش ہوئے جب ہوش آیا تو فرمایا اللہ اللہ ایک کافر
کے ہاتھ سے شہادت ملی۔ او و آپ کا وصل ہو گیا۔ گنبد حضور میں پہلوئے صدر بنی اکبر
وضی اللہ عندہ میں تدفین کی گئی او و نماز جنازہ حضرت صیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

(نارنج الملاء ص ۳۱۵)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور قرآن حکیم

لیکن مزید بے جا حد سے دوام کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کچھ راستے
کسی اہم مسئلے میں دیتے تھے قرآن حکیم کا حکم اسی کے مطابق نازل ہوا تھا۔ امین عساکر
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں اکثر حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کی دائیں موجود ہیں۔ امین عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر بعض امور میں
لوگوں کی رائے کچھ اور ہوتی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کچھ اور وقت قرآن
شریف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوا تھا۔ (نارنج الملاء ص ۱۹۷)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے وہ بے میری رائے سے آپس کچھ
قرآن کریم میں موافقت فرمائی ہے۔ ہم ان میں سے چند آیتوں کو تا و تین کی خدمت
میں پیش کر دے ہیں۔

(۱) بخاری و مسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے رب
نے میری رائے سے تین موقعوں پر امتثال کیا۔ اول اس وقت کہ جب میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کاش ہم مقام ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بناتے۔ تو

کے ہند کی یہ آیت نازل ہوئی:

وان جعلوا من مقام ابراہیم
مصلی۔ (البقرہ: ۱۲۵) نارنج الملاء ص ۱۹۷

دوم میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے
تھے ہیں اور ازواج مطہرات بھی ہوتی ہیں۔ بہرہ و گاہ کہ آپ ان کو روک دینے کا حکم فرما
یہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں کہ اس گزارش کے بعد اہل بیت کے لیے
آئی یہ آیت نازل ہوئی:

سالمون من مقامہم من ان سے برستے کی کوئی
میں و را صاحب۔ چیرا کو تو پردے کے برابر ہے۔ (انگو)

آپ ۲۶ ع ۳۱

سوم جب تمام ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان وفات کی جگہ کی
طریق میں انیس و دانے پر کتب نماز اودھ ہو گئیں تو میں نے کہا تمہیں ہے کہ اگر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے بہتر دیاں دے
دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بالکل میرے انہی الفاظ میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

حسبی ذیہ ان طلاقک ان
سیدہ الزہراء خیرا منک۔ جس طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر
دیاں دے طاعت والیاں۔ (نارنج
الملاء ص ۱۹۷)

الملاء ص ۱۹۷

(۲) نبی شریفوں میں افلاک کے بعد کتنا چاہا جماعت کرنا صرف نارنج عشاء تک
ملاں تھا۔ بعد نماز عشاء یہ سب چیزیں راست میں حرام ہو جاتی تھیں۔ یہ حکم زندہ اندرس
صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تھا کہ اہلک رمضان المبارک میں بعد نماز عشاء راست میں
حاض سما کر اس کو خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے معاشرت و توجہ میں آئی
تو اس پر ان حضرات کو شرمندگی ہوئی اور دست بوم ہو کر ہا و گدہ و رالت میں حاضر ہوئے
او پ و ارا و دیان قربا تو نہ خیالی نے ان کو معاف فرما دیا او و یہ آیت نازل ہوئی:

احمل لکم لیلۃ الصیام یعنی روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں
 الرکلت الی نساءکم۔ کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہو۔
 (البقرہ: پ ۲ ع ۷) (تاریخ الخلفاء ص ۸۱)

(۳۲) ابن حاتم نے بروایت عبدالرحمن بن ابی نعیم بیان کیا ہے کہ ایک یہودی
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملا اور آپ سے کہا کہ جبرئیل فرشتہ جی کا ذکر
 تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر
 فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من کان عدوا للہ وملتکفہ یعنی جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے
 ووسلہ و جبرئیل و میکئل فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل
 اللہ عدو للکفرین۔ (البقرہ: پ ۲ ع ۱۱۴) اور میکئل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

ع ۱۱۴

قرآنی الفاظ میں یہ آیت کرمہ نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۹) علامہ سید نسیم
 الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ اس آیت کرمہ کے آخری الفاظ لسان اللہ
 عدو للکفرین سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور ملائکہ کی عداوت کفر اور غضب الہی کا
 موجب ہے اور محمد بن حق سے دشمنی خدا سے دشمنی کرتا ہے۔

(۳۳) بشرانی ایک متفق ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا تو یہودی نے کہا چلو سید عالم
 (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فیصلہ کر لیں۔ متفق نے خیال کیا حضور تو بے رعایت شخص
 حق فیصلہ دیں گے جس سے اس کا مطلب حاصل نہ ہو گا۔ اس لیے اس نے پھر جو دعویٰ
 ہونے کے یہ کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو بیخ بنو یہودی جانتا تھا کہ کعب رشتہ خور
 آدمی ہے اس لیے اس نے پلو جو دوسرے یہ بولنے کے اس کو بیخ تسلیم نہ کیا۔ ناچار متفق
 کو فیصلے کے لیے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا پڑا۔ حضور نے جو فیصلہ
 دیا وہ یہودی کے موافق ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سننے کے بعد پھر وہ متفق
 یہودی کے دوسرے ہوا اور اسے مجبور کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہ پاس
 لایا۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

لہا یکے ہیں لیکن یہ حضور کے فیصلے سے راضی نہیں ہوا۔ اب آپ سے فیصلہ چاہتا ہے
 تو آپ نے فرمایا: غمرو! میں ابھی آکر اس کا فیصلہ کر دیتا ہوں۔ یہ لہا کر مکان میں
 غریب لے گئے اور تلواریں لاکر اس متفق کو قتل کر دیا۔ اور فرمایا جو اللہ اور اس کے
 راجل کے فیصلے سے راضی نہ ہو اس کا میرے پاس یہ فیصلہ ہے۔ اسی ہی حضور سید عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قاروق کا لقب دیا۔ اور اللہ
 چرک و دشمنی نے یہ آیت نازل فرمائی:

الہم قر الی الذین یزعمون یعنی کیا تم نے انہیں نہ دیکھا کہ جن کا
 انہم اعتوا یسوا الفضل البکنت وما دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو
 اہلہ من قبلک یریدون ان تمہارے اوپر انہما اور اس پر جو تم سے پہلے
 یحاکموا الی الطاغوت وقد انرا۔ پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیخ
 امروا ان یحکموا بہ و یرید بتائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے املاؤ
 الشیطان ان یضلہم ضلالا مانیں اور انہیں یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور
 یضلوا۔ (احزاب: پ ۵ ع ۶)

(تفسیر کبیر عربی) ازہرہ العاشر ص ۵۵۳ (تفسیر تہذیبی خاص ص ۵۷) (تاریخ الخلفاء ص ۸۹)
 پھر دوسرا شخص مجھاکا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
 اور اس واقعہ کی اطلاع حضور کو پہنچائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو عمر سے یہ امید نہیں
 کہ وہ کسی مومن کے قتل پر اس طرح جرات کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل
 آیت نازل فرمائی:

فلا و یکنہ لا یومنون حتی تو اسے محبوب (قتل) سے رپ کی قسم دے
 محکمون فیما شجرہم یسئلونہم مسلمین نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس
 نہ لا یجدوا فی انفسہم کے جھگڑے میں جیسے اپنا حاکم نہ بنائیں
 حرجا مما قضیت ویسئلوا پھر وہ کچھ نہ حکم فرمادے اپنے راتوں میں اس
 لیسئلوا۔ (احزاب: پ ۵ ع ۱۲) سے رکھنا نہ پائیں اور کسی سے انہیں
 تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس متفق کے خون سے بری ہو گئے۔ اور اس

کاٹون رائیگاں گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۰)

مقررہ تاریخ ۱۱ اپنا تمام ہاؤس سے اللہ تعالیٰ کے ذریعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عزت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے جو پائیں کہیں اس کی موافقت میں اکثر دستوراتیں نافذ ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ارسطو سی آیات قرآن میں شائع ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما لکھ کر یہ وصواعتی عمرہ کا مسند کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

ظہیر دوم حضرت سید عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کثرت سے حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم
المسلمين حتى الظهور الى البري
يجبوا في ظفري او في
اشد اري ثم لا تلت عمر فقلوا
فما اولئك قالوا العلم - (بخاری)
شریعت ص ۳۸۸

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد كان فيما قبلكم من
الامم محدثون فان بكتم في
امتي احد فانه عمر (بخاری)
شریعت ص ۳۹۰

اس حدیث خدا کی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: میں سو رہا تھا کہ لوگوں کو میری خدمت میں پیش کیا کہ میں نے ہوتے تھے پس کسی کی قبض تو ہونے تک آتی تھی اور کسی کی اس سے تھی۔ لیکن جب عمر کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو ان کی قبض لٹن پر لنگ لوگ عرض گزار ہوئے۔ با رسول اللہ! آپ اس سے کیا فیصلہ فرماتے ہیں فرمایا:

عمر بن الخطاب ص ۱۳۸

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الله جعل الحق علي
عمر وقلبه - (بخاری شریف)
حق کو جاری فرمادیا۔

۱۶۹

حضرت عتبہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

كان بعدي فليس لكان
من الخطاب - (بخاری شریف)
ابن خطاب ہوتے۔

۱۷۰

ظہیر نے کبیر اور ابن عدی نے کمال میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عمر جعي و اما مع عمر و
عدي مع عمر حبث
عمر ابن عمر ص ۳۳۳ الدور

ابن عمر میرے ساتھ ہے اور میں عمر کے ساتھ ہوں اور میرے بعد حق وہاں ہوگا جس عمر ہوگا۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۷۱

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت عمر فاروقؓ، صحابہ کرام اور

صلیٰ علیہ وسلم رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان سب میں حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ سیکڑ عمر کی زبان پر باطن اور طاروق بن شام سے مروی ہے کہ ہم لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ پہلے سے باطن ہوتے ہیں۔ (تذکرہ ائیں اکبری ج ۲ ص ۲۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین پر مجھے عمرؓ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علیہ السلام مقرر فرمایا تو لوگوں کے ایک سوال کے میں فرمایا: میں نے تم سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے تم، خیر طبع اور صالحہ فہم تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوئے تھے حضرت علیؓ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے بعد اس چادر لاؤ نے والی ہستی کے اقوال سب سے زیادہ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو! حضرت ابوبکرؓ عمر رضی اللہ عنہما کے بعد وہ دونوں حضرات اسلام کے لیے بہترین مددگار تھے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص حضرت ابوبکرؓ عمرؓ کے قہما کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے تو میں ایسے شخص سے بالکل بڑا اور انگ

اول من یصافحه الحق
عمر واول من یسلم علیہ واول
من یاعدہ بعدہ فیدخلہ
الجہنم (ابن ماجہ ج ۲ ص ۶۳)

(۸) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یطلع علیکم وجہ من
اہل الجہنم فاطلع ابوبکر ثم
قال یطلع علیکم وجہ من
اہل الجہنم فاطلع عمر۔
(ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۷۱)

(۹) طبرانی نے اس میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عمرؓ سے محبت کی اور اللہ نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل عرش پر عموماً اور عمرؓ پر خصوصاً غرور مہابت کی ہے۔ چنانچہ انبیاء کرامؑ اسلام مبعوث ہوئے ہیں ہر ایک کی امت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے اگر یہی شخص کا کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محدث کون ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کی زبان سے ملائکہ جھٹکتے ہیں (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳۔ خاص اکبری ج ۲ ص ۶۳)

(۱۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جن و انس اور شیاطین کو عمرؓ سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں (ترمذی ج ۲ ص ۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبوت میں رکھا گیا تو لوگوں کا بھٹکانا ہو گیا۔ آپ کا جنازہ اٹھنے سے پہلے لوگ دعا مانگنے اور نمازیں پڑھتے رہے اور میں بھی ان میں تھا۔ اچانک ایک شخص نے میرا کندھا پکڑ لیا اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر کے لیے دعائے رحمت اور فرمایا: آپ کے بعد ایسا کوئی شخص نہیں ہو جائے گا کہ آپ کے برابر محبوب ہو کہ وہ خدا کا بارگاہ میں آپ کے مثل لے کر جائے۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۳۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کسی دلیل کے قائم کرنے ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ بات ہر صاحب عقل و فہم جانتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیقت سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت لازم آتی ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیقت اجتماع اور نصوص قرآن حدیث سے ثابت ہے۔ پس اس سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر نصوص قرآن حدیث اور اجماع لازم آتے ہیں کہ جو چیز اصل کے لیے ثابت ہے وہ فرع کے لیے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر چند حدیثیں پیش ہیں اس وقت ہم قدرے تفصیل کے ساتھ آپ کی خلافت کو علامہ راہی کی روایت سے بیان کر رہے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلا دیا۔ آپ عشاء مشوش میں سے ہیں۔ ان سے فرمایا کہ تم عمر فاروق کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر بھی تمہاری ان کے بارے میں رائے ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں تو وہ اس سے بڑھ کر ہیں جتنا آپ ان کے بارے میں خیال فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی کہا کہ آپ ان کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جانتا ہے ہم تو کوسا میں ان کا مثل ضرور نہیں۔ پھر آپ نے سعد بن زید، اسید بن خضیر اور دوسرے انصار اور صحابہ جرح حضرت سے بھی مشورہ کیا اور ان کی رائے معلوم کی۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے کہ آپ کے بعد عمری رہے جس میں اللہ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس سے ناخوش ہوئے وہ بھی اس سے ناخوش ہوتے ہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی اچھا ہے اور کار خلافت کے لیے ان سے زیادہ قوی اور مستعد کوئی در سرا نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد وہ صحابہ کرام تشریف لائے۔ ان میں سے ایک نے حضرت صدیق سے عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی سے آگاہی کے بعد جو اگر آپ نے ان کو خلیفہ نامزد کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے پہلے کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم نے مجھ کو خیر اور کربا کر دیا۔ لیکن میں ہانگہ والی میں عرض کروں گا کہ با اللہ اعلیٰ میں نے میرے بندوں میں سے بہترین شخص کو خلیفہ منتخب کیا ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ اس سے بھی بہتر ہیں۔ اور یہ جو کچھ میں نے کہا ہے تم دوسرا تک بھی پہنچاؤ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ کہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وصیت نامہ ہے جو ابو بکر بن عقیل نے اپنے آخر عمر میں دینا سے جاتے وقت اور حمد آخرت کے آقاؤں میں عالم ہلاش داخل ہونے وقت لکھا ہے۔ یہ یہ وقت ہوتا ہے جب کافر بھی ایمان لے آتے ہیں اور ایک کاذب بھی کی ہوتا ہے اور فاسق و فاجر بھی نور نقیین حاصل کر لیتا ہے۔ لوگو! میں نے اپنے بعد تمہارے ارے عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ ان کے احکام کو سنو اور ان کی تعمیل کرنا۔ میں نے حتیٰ المقدور خدا اور اس کے رسول اور دین اسلام کو اپنے نفس کی اور تمہاری خدمت کی ہے اور ہر ملک مسکن خاندان و بھائی اور رشتہ میں کوئی وقت نہ تھا نہیں رکھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) بدل و انصاف سے کام لیں گے۔ اور اگر ایسا ہو تو میرے ظن و خیال کے مطابق ہو گا اور اگر وہ بدل جائیں تو ہر

فحص اپنے کیے گا جو آپ وہ ہو گا۔ اہل بیت میں نے ہمارے لیے نیکی اور بھلائی کا اللہ کیا اور غلاموں کو عزیز پر مملوم ہو جائے گا کہ وہ کسی طرف رجوع کرنے والے اور اسلام و حکیم و رحمت اللہ و برکاتہ۔

پھر آپ نے اس وصیت نامہ کو عمر بن الخطابؓ کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حوالے کر دیا اور حضرت عثمان غنیؓ اس کو لے کر چلے گئے اور لوگوں نے پرسہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت میں بلا کر جو کچھ وصیتیں کرنا تھیں وہ کیں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب چلے گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ انبی میں دعا کے لیے اٹھائے اور کہا اے نبیؐ یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے میرا مقصود مسلمانوں کی فلاح ہے۔ تو اس امر سے واقف ہے کہ میں نے حق و سلف کے اسلاف کے لیے یہ کام کیا میں نے اس مسئلے میں اجتہاد سے کام لیا ہے۔ میں نے ان میں جو سب سے بہتر قرار دیا ان کا دینی حکم ہے اور وہ ان میں سب سے زیادہ قوی اور نیکی پر مرتب ہے۔ اہل بیت سے حکم ہے میرے حضور حاضر ہو رہا ہوں اہل نبوی اپنے بندوں کا مالک و مختار ہے ان کی ہانگہ دوڑ میرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اہل ان (حاکم) میں مصلحتیت و دو مصلحتیت اور عمر کو خفاء و شہدین میں شامل کرنا اور عوام کو صالح زندگی بسر کرنے کی تلقین کرنا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۸)

ابن عباسؓ کے بڑے اہل بیت و اہل بیت و اہل بیت کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شدید مخالفت میں دوسرے (مذہبی) سے سراہہ رکھ کر لوگوں سے اس طرح خط فرمایا: اے لوگو! میں نے ایک شخص کو تم پر (خلیفہ) مقرر کیا ہے کیا تم اس کو انتخاب و رضی ہو۔ لوگوں نے بلا تفریق کہا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بالکل را ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ سن کر کہے ہو گئے اور کہا کہ وہ شخص اگر عمر ہیں تو ہم را رضی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے شک وہ عمر ہی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۸) حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ خیال حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ غلامی

میں نہ اس نے صرف حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نعمتوں کو نہیں بلکہ تمام ر و اسرار کو خطا کا ٹھکانا اور حضرت شریک رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ جس شخص میں ایک راہی بھی نیکی ہے وہ یہ بھی نہیں کہ سنا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ میں مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ (تاریخ

گستاخان ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سزا سنیں

یہ مسند غفری "والا علی ابنتہ" میں ایک شخص نے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں شخص رہتا تھا جو حضرت سیدنا عبداللہؓ و ابوبکر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا بھلا ایسا دن و دن ہمارے ساتھ سفر میں ہو گیا تو ہم نے اسے چند جھٹکے دیے۔ اس نے ان سے کہی کر دی۔ آخر ہم نے اسے کہہ دیا کہ ہم سے دو ہو جا۔ وہ ہم سے جدا ہو گیا۔ ہم واپس آئے گئے تو ہم نے اس کے نوکر سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ اس نے آقا سے کہا ہے۔ اس نے کہا میرے آقا سے ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا ہے۔ وہ آقا سے کہتا ہے کہ ہاتھوں میں سے ہاتھوں میں سے ہم اس کے پاس گئے تو اپنے پاس آئے۔ ہم واپس آئے لیکن اس نے کہا کہ میرے ساتھ ایک عظیم مخلوق ہو چکا ہے۔ اس نے ہاتھ اپنی آستین سے باہر نکالے جو سو کی طرح تھے وہ ہاتھ سے ہاتھ ہولناک چلنے پلٹنے کے لیے چلے جاتے۔ اس کا ایک ٹکڑا تھا جو ہاتھوں سے اس امر اور مردانہ سروروں کے لیے جو ہم اسے پہچان نہ سکے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۹)

ابن عباسؓ سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بانی و متبع ابو اوز کے ایک راہی سے کہا کہ ابوبکر و عمر فاروقؓ کو برا بھلا کہو۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ راہی ہے جو حضرت سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برے الفاظ سے باور کرنا ہے۔ جب میرا اس کے سلسل آتا جاتا ہوا تو ایک دن میری موجودگی میں اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں اس کے پیچھے سے بہت مفہوم و محزون ہو کر اٹھا۔

اس سے تر تھی۔

میں نے اس سے دو بات کیا کیا تم وہی امام ہو جو پچھلے سال حضرات شیخین کو تھا؟

اس نے میرے اشارہ کیا۔ ہاں میں وہی ہوں۔ (ارشاد: ۱۲ ص ۶۳)

اللہ تعالیٰ ان راضیوں کو عقل سلیم عطا فرمائے جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اپنے پس اور تبرہ بازی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرات شیخین کی محبت عطا فرمائے۔ آمین۔



اس اندوہ غم کے باعث میں اس وقت کھانا نہ کھا سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو وہ حضور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں کیا جگہ ہے۔ حضور حتی المرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے اس کی بات اچھی نہیں لگتی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہذا سے میرے لئے آؤ۔ میں گیا اور اسے لے آیا پھر فرمایا اسے سلا دو میں نے اسے سلا دیا پھر آپ مجھے ایک چمڑی ہوئی او و فرمایا اسے قتل کرو میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے سلا دوں؟ میں نے تین بار اسی طرح پوچھا کیونکہ کسی کو قتل کرنا میرے لیے عظیم گناہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسے سلا دو۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ ہوئی لہجے اس غیبیت کا حال دو بات کرنے کا خیال آیا۔ جب میں محلے میں پہنچا تو اس کے گھر سے باہر دو شو و فٹن کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا یہاں کیا ہو ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ کل رات کسی نے اسے بستی پر ختم کر دیا ہے۔ میں نے کہا اے کی قسم! میں نے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے قتل کیا ہے۔ جب اس کے سینے کو صورت حال کا پتہ چلا تو اس نے کہا تم اپنا مال و اسباب سنبھالو اور اسے چھوڑ دو میں اسے دفن کروں۔ میں اپنا مال و متاع لے کر وہاں سے چل رہا۔ (ارشاد: ۱۲ ص ۶۴)

ایک بزدل کا بیان ہے کہ میں نے شام کے سفر میں صبح کی بجائے ایک مسجد پڑھی جب امام نماز سے فارغ ہوا تو اس نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بد دعا دینا شروع کر دیں۔ آئندہ سال جب میں دوبارہ شام گیا تو اتفاق سے پھر صبح کی نماز میں مسجد میں ادا کرنی پڑی۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو اس نے حضرات شیخین کے من میں دعا کے بغیر کی۔ میں نے کہا انہوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ گزشتہ سال غیبیہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا او وہب دعا میں دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کیا مہلت امام کو دیکھنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا ہاں۔

وہ مجھے ایک سرائے میں لے گئے جہاں ایک کتا بندھا ہوا تھا۔ او اس کی آنکھیں

الحاصل ہے جب آپ کا اسلام پر متفقہ اور مستقل پایا تو مجبور ہو کر آپ کو فیدہ بند
آذوا کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳)

آپ صاحبِ جبریت ہیں: پہلی ہجرت حبش کی طرف اور دوسری مدینہ پاک کی
طرف فرمائی۔ آپ کا لقب (ذوالنورین) (دو نور والے) تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی دو صاحبزادیاں حضرت وحید اور حضرت ام کلثوم آگے پیچھے آپ کے کلاچ میں آئیں
اور آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک حضرت عثمان کے سوا کسی
شخص کے کلاچ میں کسی نبی کی دو ٹوٹیاں نہیں آئیں۔ اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے
ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

نور کی سرکار سے پایا دو شاد نور کا
ہو مبارک نم کو ذوالنورین جو نور کا

لیکن مساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں و شادنا ہے کہ آپ حضرت عثمان غنی سے فرمایا وہ ہے جسے کہ
اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوں تو میں یکے بعد دیگرے اس سب کا کلاچ قمر سے کر
دیتا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہتی۔ ایک روایت میں سو (۱۰۰) لڑکیاں کا ذکر آیا ہے۔
(تاریخ الخلفاء ص ۲۳۶)

آپ کو جنگِ ہند اور ہجرت و ضوان کے شرکاء میں بھی شاد کیا جاتا ہے۔ حالانکہ
ان دونوں میں آپ شریک نہیں ہوئے تھے۔ جنگِ ہند میں تو اس لئے شریک نہیں
ہو سکے کہ حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی طبیعت بہت زیادہ تماشا اور بڑک ہو گئی تھی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت ولید کی ویکھ بھال کے لیے مدینہ طیبہ میں ہی
روک دیا۔ مگر شرکاءِ ہند میں شاد فرمایا اور اپنی طبیعت سے بھی حصہ لیا۔ اسی طرح ہجرت
و ضوان میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ اس وقت آپ کہ منظرہ میں اپنے نبی
کے قاصد کی حیثیت سے کہہ کے قریش سے صلح کی ہمت نہ کر سکتے تھے۔ واپس
آئے میں مانیر ہوئی اور یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ اسی پر
حضور نے ہجرت و ضوان ہی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے

میں لہرایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے ہاتھ کے بازے میں فرمایا کہ یہ محمد
کا ہاتھ ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پھر حضور نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ
کا لہرایا یہ نبیت عثمان کی ہے۔ لہذا آپ کا شمار عشرِ مبشرہ میں بھی ہوتا ہے۔ آپ ہی
ان حکیم کے جمع شدہ عمل کتابی عقل واسلہ قرآن کے چند نئے پتار کروا کے
اسلامیہ میں روانہ فرمائے۔ آپ سے ایک سو پچیس احادیث مروی ہیں جن
روایات بخاری نے تحریر کی ہیں۔

مسکری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دو پہلے شخص ہیں۔ جنہوں
انہوں کے لئے جاگیریں مقرر فرمائیں۔ چاروں کے لیے چڑھا کھیں قائم کیں۔
وہاں میں خبر رات جھانے کا زمانہ دیا جس میں وہ طعنان کی آہیرش ہوتی تھی۔ جسہ
ان اذان اول دینے کا حکم صادر فرمایا۔ موزنون کی تحفہاں مقرر فرمائیں۔ آپ ہی
سب سے پہلے پوئیں اور اس کے حدید اور مقرر فرمائے۔ آپ ہی نے سب سے
سبح اہل و عیال و اولاد میں ہجرت فرمائی۔ آپ کا سب سے ام و بیوی و طلی کا وندہ یہ
آپ نے فرآئیں کے اشتغاف ختم کرنے کی فرض سے حد صدق و وعدہ فاروقی
ان قرآن مجید کو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کجا اور ذیہ بن
حفصہ اللہ ان ذیہ و نیرا سے نقل کیا مگر اسلامی ممالک میں روانہ فرمائے۔ اور حکم
آلہ دہلی کے مطابق قرآن لکھے اور پڑھے جائیں۔

الغرض اس مرحلہ پر آپ نے کم عمر الحرام ۲۳ھ کو مسند خلافت سنبھالا اور بارہ (۱۳)
سال تک اسور خلافت کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ اور اپنی سیل (۸۶) سال کی عمر
۳۵ھ تک بھی عمری کے ہاتھ سے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ چالیس (۳۰) دن کے
کام سے کے بعد چھ ماہوں نے آپ کے مکان پر کیا تھا۔ شہید ہوئے۔ اور منیجر کی
بائیں مغرب و عشاء آپ کو جنت البقیع (مدینہ منورہ) کے مشرقی کنارے حن کو کعب
وفون کیا گیا۔ روایتوں میں آتے ہے کہ آپ جس وقت شہید ہوئے قرآن حکیم کی یہ
کہ نہ فسبحکب کبھم اللہ وہو السميع العليم۔ کو تلاوت فرما رہے
تھے اور اسی پر آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ذیہ رضی اللہ عنہ نے

پڑھائی اور آپ ہی نے ان کو دیکھا کیا آپ نے ان کو اپنا ہاتھ کی وصیت فرمائی تھی
ابن عساکر حضرت زید بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر جن لوگوں نے چڑھائی کی تھی ان میں سے اکثر
اور بچوان ہو گئے تھے۔

حضرت عثمان غنی اور قرآن حکیم

طیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بھی قرآن حکیم
کی بہت سی آیات کثیرہ کا نزول ہوا ہے ان میں سے چند فارغین کرام کی خدمت میں
قرآن کی باری ہیں۔
(۱) اور شہابی تعالیٰ ہے:

الذین یصلون اموالهم فی
سبیل اللہ لا ینقصون ما
العقوا منا ولا الذی لهم۔
اجرمہ عند ربکم ولا خوف
علیہم ولا هم یحزنون۔
(۱) بقرہ: پ ۲۷

حضرت صدیق اکبر علیہ السلام مولانا سید فہم الدین مولانا ابوبکر علیہ الرحمہ تفسیر
قرآن المرفوعہ میں ۶۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت کثیرہ حضرت عثمان غنی اور حضرت
عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی۔

صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں یہ غزوہ
مسلمانوں کی سخت جنگی دشواری اور بے سلامتی کے عالم میں ہوا۔ گرمی سخت تھی اور
تبوک مدینہ منورہ سے چھ سو ساٹھ میل کی دوری پر واقع تھا۔ اور یہ غزوہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا۔ ۹ھ میں ہوا۔ اس کے بعد حضور نے کسی غزوہ میں شرکت

فرمائی۔ اس غزوہ میں چالیس ہزار اور ستر ہزار کے درمیان صحابہ کرام تھے۔ حضور
علیہ وسلم نے لوگوں کو چار کے لیے چاندہ دینے کا حکم دیا۔

ذی شریف ۲ ص ۳۷ میں حضرت عبدالرحمن بن خطاب رضی اللہ عنہ
کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
فراں، حاضر تھا جب آپ شرکاء جنگ کو تبوک کی مدد کے لیے لوگوں کو جو ش دلا رہے
تھے، عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور ان کے پیشواؤں کو کھڑے ہو گئے
اور ان کو فرمایا رسول اللہ میں سوار تھے ان کے کبیل اور پالان کے ساتھ خدائے تعالیٰ
اور نبی فرشتہ کرتا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور زید بن
آب نے منبر پر کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ذمہ دو سو (۲۰۰) ارث مع
و سامان کے ہیں میں اسے آپ کی بارگاہ میں پیش کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ
نے پھر رخصت دلائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! میرے ذمہ تین (۳) سو ارث مع ساز و سامان کے ہیں میں پیش کروں گا۔
حضرت کے راوی حضرت عبدالرحمن بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارث سے اتنے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

ما علی عثمان ما علی
ما علی عثمان ما علی عثمان
ص ۱۰۰

خطاب اس نایہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے بعد دیگر کوئی ایک
بھی کریں تو ان کے مدارج علیہ میں کچھ رکاوٹ نہ آئے گی۔ مشکوٰۃ شریف

حضرت فہم رازی تفسیر کبیر مصری الجزء السابع ص ۳۸ میں اس آیت کثیرہ کے
فائدے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان و حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما
فائدہ میں نازل ہوئی۔ حضرت عثمان غنی غزوہ تبوک کے لیے ایک ہزار ارث مع
و سامان اور ایک ہزار دینار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شفیقت دراز کر لیا اور بارگاہ الہی میں پیرا دعا فرمائی:

یا رب عثمان وحبیبہ عنہ اسے اللہ یہ عثمان ہے، میں اس سے فارغ عہدہ۔
راضی ہوا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

(۲) اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام پاک میں ارشاد فرما رہا ہے:

سیدکرم من بخشی یعنی عزیز پر نیکمت مانے کا جو ذرا آجے
وینجیہا الا شقی الذی اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا جو
یصلی النور الکھیری۔ سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔

(النور پ ۳۰) (کنز العمال ص ۸۶۷)

صاحب تفسیر کبیر نے الجزء المادی والاشلاون ص ۱۳۶ پر لکھا ہے کہ:

لزلت هذه الایہ فی عثمان یعنی یہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن
بن عفان۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل ہوئی ہے۔

(۳) ارشاد خداوندی ہے:

امن هو قانت اثناء البطل امن کو تھپکتے ہوئے اور پیرا ہونے والے
ساحدا او قانتا بعد الاخرہ محوایں گزریں گا کہ میں اور قیام میں۔
وہر جوارحہ وحمہ وبعہ۔ (المر پ ۲۳) آخرت میں ڈرے گا اور اپنے رب کی رحمت
کی آس لگائے۔ (کنز العمال ص ۶۱۵)

صاحب تفسیر کبیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امن هو لانت اثناء البطل امن کو تھپکتے ہوئے اور پیرا ہونے والے
عثمان لانہ کان یحیی البطل یعنی رضی اللہ عنہ عزاؤں اس لیے کہ آپ
پوری رحمت ایک ہی رحمت میں مگر اور دیا
کرتے تھے اور پورا قرآن حکیم ایک ہی
رحمت میں فہم فرماتے تھے۔

(تفسیر کبیر الجزء السادس والارون ص ۲۵۱)

حضرت امین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ حضرت عثمان غنی رضی
اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر مواب الرمن پ ۲۳۳ ص ۲۳۹)
صاحب تفسیر کبیر بھی لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے
بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر ج ۲ ص ۳۳۲)

حضرت عثمان غنی اور احادیث کریمہ

امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فاعل میں کثرت سے احادیث
کریمہ آئی ہیں ان میں سے چند قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

(۱) حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل نسبی رفیق وولیعفی یعنی ہر نبی کا ساتھی ہو گا اور میرا ساتھی
یعنی فی الجفۃ عثمان۔ جنت میں عثمان بن عفان ہے۔

(ترمذی ج ۲ ص ۴۰۲)

(۲) مروان کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو سنا جبکہ آپ نے قنتوں کا ذکر کیا اور ان میں بہت قریب تھا تو ایک چادر پوش
مخلص گزرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن وہ نہ دھنست نہ ہوگا۔ میں اس
مخلص کی طرف گیا تو وہ عثمان بن عفان تھے۔ مروی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے ان کا
پہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور کہا کہ کیا یہ شخص ہوگا۔ فرمایا حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہاں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۴۰۶)

(۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے ایک
بارغ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک صاحب آئے اور ورواؤ
کھولنے کو کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الفتح له وبشره بالجنة۔ یعنی ان کے لیے دروازہ کھول دیا اور

انہیں جنت کی بشارت دے دی۔

میں نے دروازہ کھولا تو حضرت ابو بکرؓ مجھے، پیس میں نے انہیں دو بیاتوں سے دی
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ پیس انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک
صاحب آئے۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الفتح له وبشره بالجنة۔ ان کے لیے دروازہ کھول دیا اور انہیں

جنت کی بشارت دے دی۔

میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمرؓ مجھے، پیس میں نے ان کو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے فرماں کی خبر دی تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور صاحب نے
دروازہ کھولا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الفتح له وبشره بالجنة۔ ان کے لیے دروازہ کھول دیا اور انہیں

علی بن ابی طالبؓ نصیب۔

پھر جنت کی بشارت دواور ایک مسکین پتہ

ہو انہیں پہنچے گی۔

میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا وہ عثمانؓ تھے۔ میں نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے فرماں کی خبر دی۔ انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اے اللہ! دعا کرو کہ وہ جلا ہے۔ (بخاری
شرف ج ۱ ص ۳۴)

(۳) ابو قحیس نے حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان میری امت کا سب سے زیادہ حبار اور کریم آدمی ہے۔

(صواعق محرقہ ص ۷۳)

(۵) ابن مساکر نے حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمانؓ کی شفاعت سے سزا بڑا ایسے آدمی ملا حساب
جنت میں داخل ہوں گے جو آگ سے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ (صواعق محرقہ ص ۸۷)

(۶) حاکم نے حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ رضی
اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنت خریدی ہے ایک مرتبہ تو بیس روئے خرید کر اس کی

ملا کر اے۔ (یہ کسواں ایک یہودی کا تھا مسلمانوں کی تکلیف کو نہ نظر رکھتے ہوئے
پس نے فرمایا تھا تاکہ مسلمانوں کو زیادہ پانی مل سکے، اور دوسری مرتبہ بھی مسرت کو
دے کر انہیں کر کے اس کا ذکر پہلے فرمایا ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جہز جيش العسرة فله الجنة
محصرا عثمان وکان من جہز جيش العسرة فله الجنة فہو جہز
عساکر۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳۹ بخاری ج ۲ ص ۳۹۳)

(۷) حضرت زید بن ثابتؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان میرے پاس ایسے حال
آئے کہ میرے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ موجود تھا۔ اس نے کہا عثمانؓ شہید
ہوں گے۔ اور ان کی قوم انہیں شہید کرنے کی اور ہم فرشتے عثمانؓ سے حاکم ہیں۔

(صواعق محرقہ ج ۲ ص ۲۰۲)

حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام و صلحائے امت

ابن مساکر نے حضرت امام حسنؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص
نے حضرت امام حسنؓ رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کی حیثیت کے
بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ان کو فرمایا کہ (آپ کی حیثیت کا کیا پوچھتے ہو) اگر آپ کبھی
نے ان کا قصد کرتے تو گھر میں کواؤں پر کر کے بھی پکڑے انہوں نے اس قدر شرم
لائے تھے کہ اپنی پہنچ سہی نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۷۳)

ابن مساکر نے ابو طلحہؓ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ
کو یہ فرمایا خود سنا کہ ابوسہیلؓ کہہ چکے ہیں کہ میں نے جن کو قتل کر لیا۔ میں اللہ کی
راست کی قسم کہ ان کو کتا ہوں کہ میں نے انہیں نہ قتل کیا ہے اور نہ قتل کی سازش میں
مداہن کیا۔ بلکہ میں نے ان کو لوگوں کو قتل سے ہر طرح باز رکھنے کی کوشش کی لیکن لوگوں
نے میرا کتا نہ سنا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳۹)

حضرت سید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
مظلوم شہید کئے گئے اور جنہوں نے آپ کو قتل کیا وہ ظالم تھے اور جنہوں نے آپ
ساقیہ چھوڑ دیا وہ مشرور تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۳۱)

حضرت سید کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے کوم
لے اسلام کے مضبوط قلعے میں ایسا رخنہ ڈالی دیا جو قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ اسی طرح
محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فرشتوں
نے اسلامی جنگوں میں مسلمانوں کی مدد کرنا ترک کر دیا۔ اور مسلمانوں میں رویت و نقلی
کے سلسلے میں آپ کی شہادت سے پہلے تک بھی اختلاف نہیں ہوا۔ (تاریخ الخلفاء
ص ۳۳۹)

حضرت عبداللہ دوی کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رات کو اپنے
کرخوری رضو کا مسلمان لڑاکم کر بیٹھے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کسی ملازم کو یہ
کر لیا کیجئے تاکہ وہ انتظام کر دے۔ تو آپ نے فرمایا میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ
رات کو وہ بھی تو آرام کرتے ہوتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۵۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غنی کی خلافت

خلیفہ دوم سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جب ابو لؤلؤہ جوی کے ہاتھ سے زہر
کا دھڑ بھرنے لگی ہو گئے اور دھڑ بند رہا پڑھا ہی چلا گیا تو لوگوں نے عرض کیا یا
ایہا المؤمن آپ کو جو دھمیں سن رہے ہیں اور کسی کو خلافت کے لیے بھی منتخب فرما
دیتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس کام کے لیے سوائے ان چھ اشخاص کے جن سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راغبی اور خوش رہ کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں کسی
اور کو ہتھار نہیں سمجھتا ہوں۔ پھر آپ نے ان چھ حضرات کے نام لے کر وہ حضرت
علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد ابن وقاص اور حضرت
عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم سے کسی ایک کا انتخاب ہو جاتا ہے تو وہ اس کے

تھے۔ ورنہ ان چھ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ اور میں نے سعد کو
نہایت کسی نااہلی کی بنا پر امارت سے معزولی نہیں کیا تھا۔ پھر آپ نے لوگوں سے
کہ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرنا ہوں کہ وہ خدا سے ڈرنا رہے
اور مہاجرین و انصار اور تمام رعایا کے ساتھ نیکی سے کام لے۔ اور اسی قسم کی بہت
سخنیں فرمائیں اور یہ بیان جان افروز کے سپرد فرمایا۔

پھر جب چیز اچھلتی تھی سے فارغ ہو گئے تو تین روز بعد خلیفہ کا انتخاب کرنے کے
لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ اولاً تمہیں
یہ منتخب کر لینا چاہیے۔ چنانچہ حضرت زبیر نے اپنی طرف سے حضرت علی کو، حضرت
سعد ابن وقاص نے حضرت عبدالرحمن کو، اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ کو منتخب کیا۔ پھر یہ جڑوں حضرت طلحہ مشرور کرنے کے لیے ایک طرف چلے گئے۔

پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا میں امر خلافت کے لیے پسند نہیں
کرتا۔ تم میں بھی اگر کوئی خلافت کی ذمہ داری سے بری ہونا چاہے تو مجھے بتا دے۔ اس
کا ایسا ہی شخص خلیفہ کا انتخاب کرے گا۔ اور جو کوئی خلیفہ منتخب ہو تو اس کے لیے

میری ہے کہ وہ امت محمدی میں سب سے افضل ہو اور اصلاح امت کی خواہش رکھتا
ہو۔ حضرت عبدالرحمن کا یہ فیصلہ سن کر حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما

خوش رہے۔ پھر حضرت عبدالرحمن نے خودی دیا نہ کیا۔ اچھا اس انتخاب کا کام تم
سے سپرد کر دو تاکہ میں سب سے افضل اور بہتر شخص کا انتخاب کر دوں۔ دونوں

انہوں نے کہا میں منظور ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
طرفہ سے گئے اور ان سے کہا۔ اے علی! رضی اللہ عنہ وہ آپ پہلے اسلام لائے ہیں

و انہی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز بھی ہیں اس لیے آپ خلافت کے زیادہ
حق ہیں۔ پس اگر میں آپ کو خلیفہ مقرر کر دوں تو آپ قبول کر لیں۔ اور اگر آپ ہر

وہ سب سے کو خلیفہ مقرر کر دوں تو آپ اس کی اطاعت کریں گے۔ حضرت علی نے
مجھے تسلیم ہے۔ پھر آپ اسی طرح حضرت عثمان کو ایک طرف لے گئے اور ان سے
فرمایا میں یہ دونوں چاہوں گا کہ فرمایا۔ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے

ان دونوں حضرات سے حمد و بیان لے لیا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ سے بیعت کر لی۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۴۳-۲۴۲)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب تاریخ الخلفاء میں ابن ہشام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا تو اس کی وجہ حضرت عبدالرحمن بن عوف یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جو بھی صاحب الرائے شخص تجلیہ میں ملتا تو وہ بھی مشہور دینا کہ خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ملنا چاہیے اس لئے کہ وہی اس کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ عبدالرحمن بن عوف بیعت لینے کے لئے بیٹھ گئے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حد و صلوة کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے علی! میں نے تمام لوگوں کی رائے معلوم کر لی ہے۔ سب کی رائے حضرت عثمان کے لینے ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا میں آپ سے سنت اللہ و سنت رسول اللہ اور ہر دو خلفاء رضی اللہ عنہما کی سنت پر بیعت کرتا ہوں۔ اس طرح سب سے پہلے آپ نے بیعت کی اور پھر تمام مہاجرین و انصار نے آپ کی بیعت کی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۴۳)

مسند امام احمد میں حضرت ابی داؤد رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت بیان کی گئی ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے دریافت کیا کہ تم نے حضرت عثمان سے بیعت کیوں کی؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیوں چھوڑ دیا ان سے بیعت کیوں نہیں کی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس میں میرا کچھ قصور نہیں میں نے اولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے کہن اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ میں اس کی استطاعت نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہی بات

کیا تو انہوں نے قبول فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۴۸)

تاریخ الخلفاء نے اسی مسئلے پر ایک روایت اور لکھی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے تجلیہ میں حضرت عثمان سے کہا اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کا مشورہ دیں گے آپ نے فرمایا حضرت علی سے۔ پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح تجلیہ میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کا مشورہ دیں گے تو انہوں نے کہا عثمان سے۔ میں نے اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پایا اور کہا میرا اور آپ کا ارادہ تو عاقبت کرنے کا نہیں ہے۔ لیکن آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے۔ اس کے بعد میں نے تمام اصحاب اور اہل بیت سے مشورہ کیا تو اکثریت کی رائے حضرت عثمان غنی کی طرف پائی۔

غلام کلام یہ ہے کہ ان تمام روایتوں کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی گئے تھے کہ خلافت کے لئے اکثریت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے۔ اس لئے آپ نے اسلام کی بنیاد و توحید اور باہمی اتحاد و اتفاق کی خاطر خود بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت فرمایا۔ اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک بھی تھی۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ اے عثمان! تمہارے لئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیض پہتے گا۔ عاقبت سٹاف فرمائے گا تو اگر تم سے اس کو ادر دیتا چاہیں تو تم ان کی وجہ سے اسے امت ادرنا۔ (مشکوٰۃ منصاب جلد ہفتم ص ۳۰۰)

ایک اور حدیث پاک جو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بلوایا وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ نہ محتول و شہید ہوئے نہ صبر کرتا اور جو لباس اللہ تمہیں پہنائے گا (تلافات) ادا کرو ملا۔ اور چھوڑ دے گی۔ مگر تم خود نہ ادرنا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ عثمان کو صبر دے کہ غلظت و دروغ کی حالت میں شہید ہوں گے۔ اور میرے ساتھ

دولہ افکار کریں گے۔ چنانچہ فرمان ہوئی کہ "حلقہ ایسا ہی ہوا کہ پاؤں سے آپ
 یہ صدمہ کیا کہ آپ خلافت سے الگ ہو جائیں۔ لیکن آپ نے چار شہادت نوش فرما
 مگر شہادت سے علیحدگی قبول نہ کی کہ فرمان ہوئی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھا۔



خلیفہ چہارم

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مرتضیٰ شیر حق افصح الامم
 ساقی شہد و شہرت پہ اکھوں سلام
 وصل نسل صفا وہ وصل خدا
 باپ فضل والیت پہ اکھوں سلام
 اولیں دفعہ اہل رفیع و خروج
 چارنی رکن ملت پہ اکھوں سلام
 شیر شہسیر زن، شاہ خیمہ شکن
 پرتو دست قدوت پہ اکھوں سلام
 سیدنا علی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

خلیفہ چاروم حضرت علی سید عالم ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم باوجود امامان میں سے پہلے امام ہیں۔ آپ کا اسم شریف علی اور حیدر ہے، اگر آپ کا لقب اور کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے۔ آپ کو ابو تراب سے زیادہ کوئی نام پسندیدہ نہ تھا۔ جب کوئی آپ کو ابو تراب کہہ کر پکارا تو تھوڑے ہی وقت میں مسرور اور شادمان ہوتے تھے کیونکہ یہ نام آپ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت عطا فرمایا تھا جب آپ مسجد شریف بنی ودا کے پاس لیجے ہوئے تھے اور پشت مبارک میں مٹی لگ گئی تھی۔ اسی وقت حضور شریف لائے تو آپ کو اس عالم میں رکھ کر فرمایا: مجلس داسو تراب اٹھئے اسے ابو تراب۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۰۶)

اود آپ کا نام حیدر ہے اس کے معنی ہیں شیر۔ یہ نام آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے والد کے نام کے پر رکھا تھا۔ اور گمراہ کے معنی پلٹ کر حملہ کرنے والا۔ آپ کے والد گرامی کا نام ابو طالب ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ حضرت ابو طالب نے آپ کا نام علی رکھا۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔ یعنی اللہ کا شیر۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ علی ابن ابی طالب المعروف بہ عبد مناف بن عبد المطلب حبیب بن ہاشم بن عبد مناف المعروف بہ مخیر بن قصی المعروف بہ زید بن کلاب بن مرثد بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ آپ کی ولادت مبارک عین جون خانہ کعبہ میں جمعہ کے دن ۳۰ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل میں ہوئی۔ آپ دو واعدہ تھے جن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کی والدہ حمزہ نے آپ کی ولادت کے بعد فورا آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دے دیا جب تک حضرت علی کی آنکھ بند تھی۔ چھپے ہی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں شریف لائے فورا آنکھ کھول دی۔ او و دنیا میں آنے کے بعد سب سے بڑا شرف آپ کو یہ حاصل ہوا کہ آپ نے سب سے پہلے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس چہرہ دیکھا۔ جس ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دیا۔ اور اپنا خطاب وہی حضرت علی کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر

چہ بی پرورش اور تقدیم و تربیت کی ذمہ داری حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمدرد کرم نے ہی سنبھالی۔ اس لئے آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ اسی وجہ سے آپ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت کو آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ تاریخ اٹھواں مئی ہے جس وقت آپ ایمان لائے۔ وقت آپ کی عمر شریف دس سال تھی۔ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال یا کھنڈ آٹھ سال اور کچھ اس سے بھی کم کہتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ دانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی الہی کے معنی اپنی جیسی نبی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کیا۔ و آپ ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک چلی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آپ فارشاد گمراہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اود میری ذریت کو علی ابن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔ (اصحاح مرقوم ص ۱۴۱)

آپ امامین ترکیبین حضرت سیدنا امام حسن و حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کے والد گرامی ہیں۔ اور ولایت کی مرکزی شخصیت ہیں کہ آپ کی ولایت سے ہر ولی فاضل ولایت ملتا ہے اود شریعت کے دیوانے ٹاپا اٹھتا ہیں۔ آپ کا شیر پنجتن پاک مشہور مشہور اور عقائد راستہ میں ہو جاتے۔ آپ ان کے گھر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ہوئی۔ جس روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ستہ حدیث دور کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ ہی کو اپنے ہمسفر مبارک پر خاک اچھینا کہہ کر انہیں راہ فرمائی تھیں۔ آپ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ سوائے غزوہ تبوک کے کہ اس غزوہ نے وقت رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا نائب بنا کر حدیث منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اور ارشاد فرمایا اے نبی! یا تم اس بات سے واضع نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جانا ہوں جس طرح موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر مہاجرت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ بس فرقہ اٹھتا ہے کہ ہارون علیہ السلام خود بھی نبی تھے اور ایک نبی کے خلیفہ بھی اور صرف میرے نائب ہو گئی نہیں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۰۳)

آپ کی شجاعت اور بہادری کا انکا دوسرے عرب میں مشہور تھا کہ آپ کا سرف
منتج ہی دشمنان اسلام تھا اٹھتے تھے۔ قلند خیر کو آپ ہی نے قح فرمایا۔ جنگ احد
احتمالی ناکہ وقت میں بھی حضور کے ساتھ ساتھ رہے اور اس غزوہ میں سولہ زخم
کھائے۔ محرمہ میں لغزش نہ ہوئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بعد
باغیان قہر اہل محل و عقد سے ۳۵ ہجری بروز جمعہ ۱۸ ذی الحجہ کو عقیدہ غیب کیا۔ تین ہفتے
وہ کوفہ کے سال تک مسند خلافت پر جلوہ افروز رہے اور ۱۸ یا ۱۹ مہرستان المبارک و حرم
میں نماز فجر کے لیے جاتے ہوئے مسجد کوفہ میں عبدالرحمن بن ملجم نے سراسر اندس پر،
آگور نگوار میں فور سے ماری کہ دماغ تک پہنچ گئی اور آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت وہ
حسن و حضرت امام حسین اور عبداللہ ابن جعفر طیار نے غسل دیا اور مقام حسن نے نماز
جنازہ پڑھائی۔ بروایت صحیح روئے میں بعض مہمف مدون ہوئے اس وقت عمر شریف ۵۸
سال تھی۔ آپ کی لوبہ و بال خیر جن سے کل ۲۱ اولادیں ہوئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قرآن حکیم

تقدیر چارم امیر المومنین حضرت علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ کے فضاخ و
منقب میں بھی قرآن پاک کی نسبت ہی انہوں کا نزول ہوا ہے۔ حضرت امام جلال اللہ علیہ
سید علی علیہ الرحمہ نے انجوان میں ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا:

القرآن مع العلی وعلی مع
قرآن کے ساتھ۔

طبرانی نے بھی حضرت ام سلمہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ اسی طرح ایک اور
حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی اور قرآن حوض کوثر میں
ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے بلکہ ساتھ ساتھ رہیں گے۔ (صواعق مرقوم ص ۱۵۸)
حکیم الامت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی امجدی مدظلہ صاحب رحمہ علیہ

نے ان کی منظر کشی فرمائی ہے:

یہ ہے خلافت قرآن اور وہ قرآن مطلق ہیں
نہ ہوں جس دل میں یہ ان میں نہیں قرآن کا رشتہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان القرآن انزل علی سبعة
انسان قرآن میں غزل ہوا ہے اور وہی
حرف ایسا نہیں ہے جس کا لہر اور باطن
لحاظ والی صراط۔ (مفتی قرآن ص ۱۸۳)
محم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہیں ہے۔

ابن ام ان آیات کریمہ کا ذکر کر رہے ہیں جو حضرت مولانا علی مشکین شاعر رضی اللہ
عنہ کے حق میں غزل ہوتی ہیں:

حضرت مولانا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انیت کریمہ
وہ تعبہا اذن واعیہ۔ اور اسے محفوظ رکھو نہ کان کہ سن کر

مفوظ رکھا ہو۔ (آلہ الامین ص ۱۸۳)

۱۲۰

۱۱. ہوئی نور سوز اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے علی کرم اللہ
وجہہ کے لیے سوال کیا کہ اللہ علی کو نہ بھولے والی باداشت عطا فرما۔ چنانچہ حضرت علی
صلی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دعا کے بعد میں جو کچھ
میں سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگے ہاں ہوئے اور نہ بھولے ہاں رہا اور پھر کبھی نہ
میرا کیا کہ یہ میری اجڑا نکاح ص ۱۷۷ خیر، سخی ص ۱۵۶:

۱۲. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی
اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے ان چار درہم کو اس طرح
اٹھ لیا کہ ایک درہم رات کو ایک دن کو ایک پشیدہ اور ایک حاتمہ طوی۔ یہ دو
پشیدہ وں فضل پانہ غالی نے یہ آیت کریمہ غزل فرمائی:

لہدین بمشعل اموالہم

بائبل والہندہ سرا و صلابہ
فلہبہ اجرہم عند ربہم ولا
خوف علیہم ولا هم یحزون
(اقتراہ ۳ پ ۶۷)

یعنی وہ جو اپنے مالی خیرات کرتے ہیں
وہ اس میں اور دینی میں اور پیچھے ہونے اور
خاموشی ان کے لیے ان کا اجر ان کے وہ
کے پاس ہے۔ ان کو کچھ اندیشہ نہ ہے نہ
غم۔

(اکثر ایمان ص ۸۸) تحریر کردہ مصری ماہرہ السیاح ص ۸۹ مواہن خزفہ ص ۴۵
عاصیہ نقیر سنی حضرت ملا حسین واعظ کاشفی اپنی مشہور و معروف نقیر سنی
ج ۲ ص ۸۷ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے تاویل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے علی! اس آیت کے جس میں اس
طرح صدف دہنے پر آمادہ کیا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! صدف و خیرات دینے
کا طریقہ ان چار صورتوں کے سوا نہیں اور کوئی نہ دیکھ اس سلسلے میں نے ان چاروں
صورتوں کو لازم پکڑا کہ ان میں سے ایک نو فیض ہو کر عمل، دوسرا پہنچ جائے گی۔
(۳) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل
ہوئی:

لما الت صدو ولسکل قوم
ہاد۔ (المرآۃ ۳ پ ۸۷)
اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند مہارگ پر دست
اندرس رکھ کر فرمایا:

اما السنو نہ اروا الی
مکعب عسی رضی اللہ عنہ
وقال دست المہادی المہندون
من بعدی (تحریر تحریر مصری الجز
الاسع عشر ص ۱۱۳)

مومن میں ڈر نہ کرو۔ بلکہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گنہ گار پر
ہاتھ نہ رکھ کر فرمایا: اس میں تو ہادی سے اور
میرے بعد وہ ہندہ والے تھے سے وہ
پاکوں کے۔ اس تحریر بعد مصری ماہرہ السیاح عشر
ص ۱۱۳

یعنی ولایت کے تمام سلسلے تھے سے جاری ہوں گے اور اس کے اولیاء علماء اور
خواجہ و اقطاب اللہ سے فیض پائیں گے۔

(۴) نقیر کشف میں ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک
جماعت میں شریف لے جا رہے تھے۔ منافقین نے انہیں و کچھ انہوں سے اشارے
پے اور ہنسی اور مسخر کیا۔ اور ان کی شان میں غازیات نکالتے کہ تو حضرت علی رضی اللہ
عنہ وقت پر مسجد نبوی میں نہ بیٹھے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی
واذ امروا بعبہ بقضائون۔
یعنی اور وہ ان پر آمیزش سے اشارے
دلائل ص ۱ پ ۸۷ ع ۲
انہیں میں ان پر انہوں سے اشارے
کرتے ہیں۔

(اکثر ایمان ص ۸۸) تحریر صلی کوردی ج ۲ ص ۶۸:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

خلیلہ چہارم حضرت سیدنا مولانا علی مشکینہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بھی
کثرت سے احادیث کریمہ وارد ہوئی ہیں۔ بلکہ امام احمد فرماتے ہیں کہ یقینی احادیث
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں
وارد نہیں ہوئیں۔ (ایضاً اللہ ص ۲۵۵)

(۱) حضرت علی بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنگ خیبر کے روز فرمایا: کل میں میں بعد از ضرر اس شخص کو دوں گا جس کے
ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح مرحمت فرمائے گا۔ لوگ تمام رات اسی صحت میں رہے کہ دیکھتے ہی صبح
کے خوش نصیب کو جہنم عطا فرمایا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ گمان لے ہوئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا کہ بعد از اسے مرحمت ہو۔

اسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن علی بن ابی طالب۔ علی
ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی

آکھیں دیکھیں ہیں۔ فرمایا: نہیں جادو۔ پس انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا سایہ دہن لگایا۔ اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ پس وہ اس طرح شعلاب ہو گئے جیسے انہیں تلخیت کی نہیں ہوئی تھی۔ پھر آپ نے انہیں محض دعا فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے شیعری جنگ اب کے ہاتھوں میں فتح عطا فرمائی۔ (تاریخی شریعت نامہ ص ۱۳۱)

(۱۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحب علیہ مطلق ولا یعنی علی سے بغض نہیں کرنا اور ان سے مومن بغض نہیں کرنا۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۳۷ حرافۃ مناقب ج ۸ ص ۱۲۳)

اور آپ ہی سے ایک اور حدیث مروی ہے: فرمائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سب علیا فقد سبنی یعنی جس نے علی کو بڑا کرنا اس نے مجھے اتر مندی ج ۲ ص ۱۲۷ مروی ہے۔

فمن سب علیا فقد سبنی یعنی جس نے علی کو بڑا کرنا اس نے مجھے اتر مندی ج ۲ ص ۱۲۷ مروی ہے۔

(۱۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرنا تو حضرت علی آئے۔ اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرنا تو کتنے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المت احی فی الدنیا والاخرۃ یعنی اس نے دنیا میں میری اور آخرت میں میری بھائی بنائی۔

نوٹ: خیال رہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رشتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چچا اور بھائی ہیں اور یہ حدیث میں انصار و مہاجرین میں مداخلت: بھائی

بارہ گز با تواس وقت بھی ان کو اپنا بھائی فرمایا۔ لیکن کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور انور کو اپنا بھائی یا بڑا بھائی کہہ کر نہیں پکارا بلکہ جب بھی پکارا تو بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حبیب اللہ کہہ کر ہی پکارا۔ پھر کسی امر سے خبر سے کو کہا جن پچھتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی اپنے جیسا یا بڑا بھائی کہہ کر پکارے۔ (القطاری ص ۳۴) طبرانی اور ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اور حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا حدیثہ العدم وعلی میں ظلم کا شریکوں اور علی کا دروازہ مایہا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵)

حضرت علامہ جاہل الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور مسندوں نے اس کو موضوع کہا ہے اسورائے قطعی کی ہے۔

ایک اور روایت اس طرح بھی آئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا دار الحکیمہ وعلی میں حکمت کا گھر ہوں اور ہی اس کا مایہا۔ (ترمذی شریف ج ۳ ص ۷۷۵) دروازہ ہیں۔

(۱۵) احمد ابوالفضل سے روایت کی ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وسیع مقام پر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر خم کے موقع پر میری نسبت کیا فرمایا تھا۔ اس بحث سے غم آؤں کفر سے ہوئے اور مومن نے کہا تم کو ایسا کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

اللہم من کنت مولاه فعلی اسے اللہ میں جس کا دوست ہو علی مولاء اللہ مول من والاہ وعاد

من عادیہ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶) جہت دیکھا میں سے تم بھی جہت فرد۔ اور

جو علی سے بغض رکھتے وہ بھی اس سے دشمنی رکھتے۔

(۶) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمانہ ہوئے سنا کہ :

انا وعلیٰ سواہیں ہدی اللہ
 تعالیٰ قبل ان یجعل آدم
 باربعہ عشر عام للملأ یخلق
 اللہ آدم قسم فلکذا السور
 حوئیس فجاءہ الماء وحزہ علی
 یحکل کثامہ ۱۳۵ نوالہ ارضی اللہ

جن میں اور علی تخلیق آدم سے چودہ
 ہزار سال پہلے ایک نور کی صورت میں اللہ
 تعالیٰ کے حضور موجود تھے۔ پھر جب اللہ
 تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس
 نور کو درازہ میں مقیم کر لیا۔ چنانچہ ایک
 چاند میں اور ایک آواز پر علی علیہ السلام

(۷) حضرت عمرانؑ اپنا تھکن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان علیہا مکی والہ صد وھو
 لیس کتل مومن۔ (الذی ج ۲
 ص ۱۷۷) شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۱۱۹

یعنی یہ ملک غی مجھ سے ہیں اور میں
 علی سے ہوں اور علی ہر مومن کے ولی
 اور نگار ہیں۔

(۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میرے لیے میری اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم، ۲۲۰)

(۹) ابن عدی اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوگی تو میں نے عرش کے نیچے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا اور ساتھ میں (حضرت علیؓ)

قال: بحسب قوله: انما نحن الكلب في بنى اسرائيل

۱۰۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبا، علیٰ تقسیم روزیہ ہیں، اپنے دوستوں کو شہت میں اپنے و غمخواروں کو روزیہ ہیں راہل فرما نہیں گئے۔ (۱) میں داخل ص ۵۹، صواعق محرقة ۱۲۹

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام و صلحائے امت

ابو بکرؓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین نصیحتیں دی گئی ہیں جن کو اگر مجھ سے ان میں سے ایک بھی مل جائی تو وہ میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ فضائل کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اولاً: مشور علی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اچھی چیز جاری (حضرت) فاطمہ کا نکاح کیا۔ دوم: آپ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ ان کو ہوا حلال ہے مجھے حلال نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: غنی سے زیادہ علم مسکین کا ہے۔
 والا کوئی نہیں۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی
 اللہ عنہ کے پاس کوئی مشکل سوال آیا اور حضرت عیسیٰ بن ماریہؑ ہوئے تو حضرت عمر
 رضی اللہ عنہ خود پڑھا کر کہے کہ میں اس سوال کا جواب غلط دے دوں گا۔ حضرت سعید
 بن مسیب کا یہ بھی قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام میں
 اسے حضرت علیؑ کے اور کوئی بہ کہنے والا نہ تھا کہ جو کچھ پڑھتا ہے مجھ سے پوچھ لو۔
 (امام ابوالخضر ص ۲۵۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی قول ہے کہ حضرت علیؑ کی سب سے زیادہ مہر
 بعد کہ نہ دے والے (کاشی) ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 صحابہ کرامؓ آپؐ میں کما کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ ہم اہل بیت میں سب سے

زادہ معاملہ فہم ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں فصل قضایا (مقدمات کے فیصلے کرنے) اور علم فرائض میں علی ابن ابی طالب سے زیادہ علم رکھنے والا اور کئی مجلس غزہ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵)

حضرت عبداللہ ابن عباس بن ابی وجعہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں علم کی فوت، ارادے کی پختگی، مضبوط اور استقلال سب در تھا۔ غامد ان بھر میں آپ کی ہمدردی مشہور تھی۔ آپ احکام فہر دست کے ماہر تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس جگہ یہ ایسا لکھا ہے اسی جگہ وہاں ایسا لکھا ہے کہ حضرت علی ان کے امیر و شریف ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی حضرت علی کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ فرمایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵)

خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور حضرت علی رضی اللہ عنہما

خلیفہ چارم حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنے چچا دو ٹھکانے ثلاثہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم ائمہ میں ہر ایک کی خلافت کو بخوش منظور فرمایا تھا اور آپ نے کبھی بھی ان میں سے کسی کی خلافت کا انکار نہیں فرمایا۔ جبکہ ان عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گوائے سے کھانے کے جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لبرو شریف لائے تو انہیں انگوٹھ اور حضرت قیس بن عجلہ رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر آپ سے یہ دریافت کیا کہ ہمیں یہ تلاشبے کہ جنس لوگ کہنے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد خلیفہ ہو گئے۔ یہ بات کہاں تک ہے کہ آپ سے زیادہ اس معاملے میں صحیح ذہن اور دکان کہہ سکتا۔ آپ نے فرمایا یہ تلاشبہ کہ، دل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا

خدا جب میں نے آپ کی نبوت کی سب سے پہلے نعت میں آپ پر جھوٹ کیوں نہاؤں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس قسم کا وعدہ کیا ہو تو میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنم کیوں تھرا ہونے میں چاہتا ہوں ان دونوں کو قتل کر ڈالنا خدا ہیڑا ساڑھ رہے والا کہی جی نہ ہوتا۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ کسی نے قتل کیا اور نہ آپ نے بالیک انتقال فرمایا۔ بلکہ آپ چند روز مرض الموت میں مبتلا رہے۔ اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور مولانا نے قزاق پڑ جانے کے لیے آپ کو بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور آپ نے ہو جب حکم نبوی نماز پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا۔ جب دوسری نماز کا وقت آیا تو مولانا نے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا انہوں نے نماز پڑھائی اور آپ اپنے مقام سے مشاہدہ فرماتے رہے۔ حالانکہ اس عرصہ میں ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کے لیے آپ کو ان ارادے سے باز رکھنا چاہا تو آپ کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام نے لہانے کی عورت ہو۔ چنانچہ ابوبکر کو کوہ کو روکا پڑھا میں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم نے اپنے معاملات میں (یعنی خلافت میں) غور کیا۔ اور چچا اسی شخص کو اپنی دنیا کے واسطے بھی اختیار کیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دین (امامت) کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ کیونکہ اگر دین کی اصل ہے اور حضور دین اور دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے۔ لہذا ہم میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے بہت کرنی۔ چنانچہ ابوبکر بھی یہ کہی ہے کہ آپ ہی اس کے اہل بیت تھے۔ اسی واسطے آپ کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کسی نے آپ کی خلافت سے سرگردانی کی۔ میں نے بھی اسی بنا پر آپ کا حق ہر کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی۔ اہل غنیمت اور دین اہل بیت آپ نے جو سے زیادہ خوشی ٹھون کر لیا۔ اور

جہاں آپ نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا تو دل کھول کر لڑا۔ یہاں تک کہ آپ کے قسم سے شری سزا سن بھی دیں (یعنی حد ہو کر دی)۔ پھر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق اکبر کے بہترین ہاشمین اور سنت نبوی پر عمل کرنے والے تھے۔ تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کرنی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ ہانے پر کسی شخص نے سلطان اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی نقصان رسائی کے ورپے ہوا اور یقینی طور پر کوئی بھی فرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے بیزار نہیں ہوا اور پہلے کی طرح حضرت عمر کے بھی میں نے حقوق ادا کیے اور ان کی کھل طو پر اطاعت کی۔ جو کچھ انہوں نے دیا میں نے لیا۔ انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کیے اور آپ کے عہد میں بھی اپنے کو ڈول سے بھروسہ کو مراد دی۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو اس وقت میں نے اپنے دل میں غور کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قربت اسلام لانے میں اپنی سہولت اپنے اعمال اور اپنی بعض دیگر فضیلتوں کی جانب غور کیا تو مجھے خیال ضرور پیدا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اب میری خلافت میں اعتراض نہیں کریں گے لیکن شاید حضرت عمر کو یہ خوف و امن تیر ہو کہ دو کنبس ایسا خلیفہ نامزد نہ کریں جس کے اعمال کا خو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا ہو۔ اس خیال کے پیش نظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا اور خلافت کے لیے نامزد نہیں فرمایا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ چھ قریشیوں کے سپرد کر دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ اوکان نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے کبھی طسب کی تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کا یہ میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا ورنہ مجلس میرے برابر کسی دوسرے کو پیشیت نہیں دے گی اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کرے گی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم سب سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر فرماوے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام کو رضاء و رغبت بجالائیں گے اس

کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خود بیعت کی۔

اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ (اصل میں) دوسرے کی بیعت کے لیے تھا۔ یہاں میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی اور خلافت سابقین کی طرح ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور حضرت عثمان غنی کے حلقہ ادا کیے۔ ان کی قیادت میں جبکہ انہیں ان کے عہد کے قبول کیا اور شری سزا سن بھی دیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد میں خلیفہ بنوا کہ وہ دونوں خلیفہ جن سے میں نے اللہ ہدایہ صلوہ کے ساتھ بیعت کی تھی انتقال فرما چکے اور جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی اب رخصت ہو گئے۔ یہی یہ سو فی کریش نے بیعت لی شروع کر دی چنانچہ مجھ سے ابلی حرمین ظریفین (مکہ اور مدینہ) کے باشندوں نے اور کوفہ اور بصرہ کے باشندوں نے بیعت کر لی۔ اب خلافت کے لیے میرے مقابلہ میں وہ شخص کھڑا ہے یعنی حضرت امیر مہاجرین رضی اللہ عنہ جو قربت و علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر ہوں انہیں شکا اور میں ہر طرح اس شخص کے مقابلہ میں خلافت کا زبواہ مستحق ہوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۶۳)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے خلیفہ میں آپ کو فریاستے بنا ہے کہ اے اللہ! ہم کو ایسی صلاحیت عطا فرما جیسی تُو نے ہدایت باب خلفائے راشدین کو عطا فرمائی تھی۔ ازراہ کچھ ہم ان ہدایت باب خلفائے راشدین کے نام بتا دیں۔ بہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ آبدیہ ہو گئے اور فرمایا: وہ میرے دوست ابو بکر محمد رضی اللہ عنہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک امام ہوئی اور شیخ الاسلام تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ دونوں قریش کے مقتدا تھے۔ جس شخص نے ان کی پیروی کی وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۶۶)

حضرت تاجر ثقفی! امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ان فعلہ کن

ارشادات کے بعد کسی زود کی محاش بانی تیس رہی۔ ہر وہ شخص جو حسب علی کا دعویدار ہے اسے فرمان علی کو دل و جان سے تسلیم کر لینا چاہیے اور دل سے اس بات کو نفی طور سے نکال دینا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علی خلافت کے مسکن تھے مگر حضرات ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنہم نے ان کا حق چھینا یا... معاذ اللہ... اللہ ہم کو صحابہ کرام و خلفائے راشدین کی محبت عطا فرمائے اور ان کے لاش خدَم پر پلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز تمام صحابہ کرام نے بنو کندہ مدینہ منورہ میں تھے (سوائے حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ تمام مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما ملے چلے گئے اور حضرت عاکش صدیق رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر خولیا عثمان کا سراپا کرتے ہوئے پھرے۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے اور بعد میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عاکش سے ملے۔ آسمان ہوا اور پھر جنگ شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی جنگ بمل کے نام سے ہماری آخر ۶۳ھ میں ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے اور طرفین کے تیر ہزار مسلمان بھی شہید ہو گئے۔

پھر میں آپ پندرہ روز ڈگے پھر کوٹہ تشریف لے گئے۔ آپ کے کوٹہ پہنچنے کے بعد حضرت امیر مہدیہ رضی اللہ عنہ نے شروع کیا۔ ان کے ساتھ شامی لشکر تھا۔ آپ آگے بڑھے اور صفین کے مقام پر بلا صفر ۶۵ھ میں معرکہ آرائی ہوئی اور کئی روز تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آخر ایک معاہدہ یہ جنگ ختم ہوئی اسے جنگ صفین کہتے ہیں۔

سیدہ النساء حضرت سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

خونِ خیرِ الرسل سے ہے جن کا خیر
ان کی بے ادب طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتولِ جبر، پارہ مصطفیٰ
جلد آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آئینہ نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس روائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سینہ زارہ طیبہ طاہرہ
جن احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
(سیدنا امی حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام)

نام، لقب اور پیدائش

آپ کا اسم گرامی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور لقب سیدۃ النساء و زہرا بتول ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چوتھی بیٹی مقدوسہ کائنات رضی اللہ عنہا کا نام فاطمہ رکھا تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

انما سمیت ابنتی فاطمہ یعنی میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لان اللہ فطسها ومحسبا عن لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور المناور (صواعق غرض ص ۵۳۰) شرع فرمادہ ہے۔

اور طبری نے اپنے آدھوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما سمیت فاطمہ لان ان اللہ تعالیٰ قد فطسها و فزینها عن المناور يوم القيمة۔ (صواعق غرض ص ۵۳۰) شرع قد اکبر وے گا۔

ص ۱۳۳

اور لقب زہرا یعنی کلی۔ آپ جنت کی کلی تھیں۔ آپ کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور و سوا کھ کرتے تھے۔ اور آپ اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے فضیلت دین اور حسن و جمال میں کینے کے درکار تھیں۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ سیدہ چھ عورتوں و انت کے چاند کی طرح حسین و جمیل تھیں۔ (سفینہ نوح ص ۳۳) اور آپ کے لقب بتول کے معنی ہیں منقطع ہونا۔ چونکہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے الگ اور بے لطف تھیں۔ آپ کی توجہ اس فانی دنیا کے عیش و عشرت کی طرف ہائیں نہیں تھی بلکہ ہر وقت آپ باطنی میں مصروف رہتی

تھیں اسی لیے آپ کو بتول کہا جاتا ہے۔ (شرح لکبر ص ۳۳) حضرت علامہ مفتی احمد ہار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمہ نے کہا خوب فرمایا ہے۔

بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا

کہ دنیا میں دین اور دینی بت جنت کی نسبت کا

آپ کے والد گرامی حضور سید الانبیاء و المرسلین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت خدیجہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ حضور سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ مطہرہ ہیں۔ جب تک آپ زندہ رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا۔ اور آپ اسی سے سب سے پہلے ایمان قبول فرمایا۔ آپ کے بطن مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں حضرت زینہ، حضرت زینب، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہن ہیں اور بیٹی صاحبزادے۔ اور ایک دواست میں دو صاحبزادوں کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم، حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قہلہ کے بطن سے ہیں۔

حضرت فاطمہ الزہرا کی پیدائش کے سن میں اختلاف پایا جاتا ہے کوئی کہتا ہے کہ آپ کی ولادت اعلان نبوت سے ایک سال پہلے ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ ولادت نبوی کے آٹھ سو سال میں ہوئی۔ مشہور ذرا دقت کی ہے۔ (نارنج انبوت ص ۸۷)

حضرت سیدہ کا بچپن شریف اور زندگی کا ہر لمحہ اعلیٰ پایزہ کرامت اور ایسا کیوں نہ ہو ماکہ ایک طرف حضور و رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری طرف حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی آغوش و محبت آپ کی تربیت گاہ تھی۔ اور آپ دن رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو و حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زبان پاک سے پاکیزہ و فاضل اور خدا شناسی کے تذکرے سنتی اور ان کے مقدس اعمال و افعال کا مشاہدہ فرماتی تھیں۔ اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ زہرا سے زیادہ کسی کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیرت و کردار وادار و روش اور قیام و تقویٰ میں مشابہ نہیں دیکھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

دوسری شادی نہیں کی۔ پس البتہ ایک واحد ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہد فرمایا کہ اے علی اس سے فاطمہ کو تکلیف پہنچنے کی اور فاطمہ کی تکلیف میری
ذیلت کا باعث بنتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور احمد نے بھی ایک ایسی ہی روایت
جانب کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حضرت فاطمہ
کے انکار کے پیغام کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر
ہوئے تو آپ نے انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کے نکاح کے لیے مجھے وحی الہی کا
انکشاف ہے۔ اور دوسرے حضرت عمر کو فرمایا کہ فاطمہ ابھی خود سال ہیں۔ پھر ام ایمن
رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کو ترغیب دی۔

صواعق محرقہ میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر و
حضرت مرثدہ دونوں رضی اللہ عنہما کے پیغام کو رو فرمایا تو ان دونوں حضرات نے حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو اس معاملے میں ترغیب دی اور فرمایا اے علی آپ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ جا کر حضرت فاطمہ کے لیے پیغام دے
دیجیے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کے کہنے کے مطابق حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پہنچے اور سلام عرض کیا حضور نے سلام کا جواب دیتے ہوئے
فرمایا اے ابو طالب کے فرزند کیا بات ہے؟ کہیے آگاہو؟ حضرت علی عرض کرتے ہیں کہ
میں آپ کی بارگاہ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں فاطمہ کا پیغام اپنے لیے پیش کروں۔
اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا اوصاف فرمایا اور اس سے زیادہ کہ نہ فرمایا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ لڑتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ اس وقت حضور پر وہ کیفیت طاری ہوئی جس کا نزول
وحی کے وقت ظہور ہوتا تھا۔ پھر جب آپ کی حالت معمول پر آئی تو آپ نے مجھ سے
فرمایا کہ اے انس! رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبرئیل علیہ السلام آئے اور
کہا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس
ہذا اور ابو بکر و عمر عثمان و زبیر و جعافہ و انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے

عادت کر دی۔ حتیٰ کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف
لائیں تو حضور ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ چومتے، ان کی پیشانی کو بوسہ
دیتے، اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف
لے جاتے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑی ہو جاتی اور آگے بڑھ کر حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تمام لباس اور اپنی جگہ پر بٹھاتی۔

حضرت سیدہ کی عمر شریف جب نو برس کی تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ حضرت
خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی بہترین تربیت فرما کر انتقال فرما گئیں اور جب آپ
کی عمر مبارک پانچ سال کا روایت ۲۳ سال کی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
ہو گیا جس کے باعث آپ پیشہ بیمار رہیں اور اسی فہم میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت فاطمہ سیدہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح

خدیجہ کائنات بکرہ مصلحتی سیدتنا عاتقہ جن رضی اللہ عنہا عالم طولیت سے
جب عالم بلویت میں پہنچیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خال
ہیں آپ کے لیے بہت سے پیغام آئے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پیغام کو یہ
کہہ کر رو فرمایا کہ مجھے اس سزا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا ارتقا ہے۔ ہم راقہ سے
تفصیل کے ساتھ حضرت فاطمہ الزہراء کے نکاح کے متعلق مجتہد مسند کہوں کے حوالہ
جاتی کہ وہی میں کچھ اہم اور ضروری باتیں تحریر کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

صحیح ترین روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے
دو برس، سال و مہینہ المبارک میں حضرت عاتقہ بنت جحش کی شادی حضرت علی رضی اللہ
عنہ سے فرمادی۔ بعض نے وہ جب میں نکاح ہونے کا ذکر کیا ہے اور بعض ماہ صفر بھی کہتے
ہیں۔ وقت نکاح حضرت اتر ہوا کی عمر شریف ۱۵ سال ساٹھ پانچ ماہ تھی۔ بعض
کہتے ہیں ۱۶ سال اور بعض ۱۸ سال بھی کہتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر
مبارک انیس (۲۱) سال پانچ ماہ تھی۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں کوئی

جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹھ خلیفہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت علی سے پوچھا کہ اوائے سر کے داغ تھماوے پاس کیا ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور ایک ترہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ پر دو گھوڑا جھلو کے لیے ضروری ہے ضرور کوئی شخص کرنا ہو۔ چنانچہ وہ دوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۳۸۸ درہم میں خرید لیے۔ حضور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلو دیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ حضرت علی نے پوچھا کہ تم فلاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاہ میں پیش کرنا کی ضرورت ہے اس میں سے کچھ حضرت بلال کو دیا کہ خوشبو خرید لائیں اور کچھ رقم جیزہ ہونے کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دی۔ انہوں نے اس رقم سے دو چادریں دو کنک والی چادریں اور دھن کے لیے چادر باشت کپڑے دو چاندی کے ہاندہ ہار گدا، تکیہ، ایک پیالہ، ایک مٹکی، ایک منگیزہ اور کچھ مشروبات وغیرہ خریدے اور ان کو ترتیب کے ساتھ رکھ دیا۔ ایک اور روایت میں حضرت فاطمہ کے جیزہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں بلال کی ایک چادر پائی، ایک خاک، ایک پتھر، ایک تکیہ (بستر) جس میں کچھ کی پھل بھری ہوئی تھی۔ دو پکیاں، ایک منگیزہ اور دو گھوڑے شامل تھے۔ اس پر رسول علی ص ۹۹۔ روایت الطبرانی ج ۳ ص ۲۹۲ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی کے ساتھ چار سو مختار چاندی پر کر دیا۔ اور فرمایا اے علی! تم غیبی کرتے ہو اور اس پر راضی ہو؟ حضرت علی نے عرض کیا میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پر حاضرین پر بھی کر دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طریق سکھو دوں گا ابنا اور جماعت صحابہ پر بھی کر دینا۔ اسی نام پر فقہاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ سکھو دوں اور وغیرہ کا نکاح کی مجلس میں تکبیر کرنا مستحب ہے۔ (مدارج المنیر ج ۲ ص ۱۲) اللہ تعالیٰ رضوانہ ص ۳۷۵

اما توصیفین یا فاطمہ ان یقینی اے فاطمہ ان کیا تم اس سے راضی اللہ اختار من اهل الارض نہیں کہ حق تعالیٰ نے زمین سے دو مخصوص رجلیین جعلی احدهما ابائکم کو برگزیدہ بنایا ہے جن میں سے ایک تمہارا والا ہے والاخر بعلکم۔ والد ہے اور دوسرا تمہارا شوھر ہے۔

ادو عالم نے حضرت ابو جریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹھ خلیفہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت علی سے پوچھا کہ اوائے سر کے داغ تھماوے پاس کیا ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور ایک ترہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ پر دو گھوڑا جھلو کے لیے ضروری ہے ضرور کوئی شخص کرنا ہو۔ چنانچہ وہ دوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۳۸۸ درہم میں خرید لیے۔ حضور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلو دیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ حضرت علی نے پوچھا کہ تم فلاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاہ میں پیش کرنا کی ضرورت ہے اس میں سے کچھ حضرت بلال کو دیا کہ خوشبو خرید لائیں اور کچھ رقم جیزہ ہونے کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دی۔ انہوں نے اس رقم سے دو چادریں دو کنک والی چادریں اور دھن کے لیے چادر باشت کپڑے دو چاندی کے ہاندہ ہار گدا، تکیہ، ایک پیالہ، ایک مٹکی، ایک منگیزہ اور کچھ مشروبات وغیرہ خریدے اور ان کو ترتیب کے ساتھ رکھ دیا۔ ایک اور روایت میں حضرت فاطمہ کے جیزہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں بلال کی ایک چادر پائی، ایک خاک، ایک پتھر، ایک تکیہ (بستر) جس میں کچھ کی پھل بھری ہوئی تھی۔ دو پکیاں، ایک منگیزہ اور دو گھوڑے شامل تھے۔ اس پر رسول علی ص ۹۹۔ روایت الطبرانی ج ۳ ص ۲۹۲ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی کے ساتھ چار سو مختار چاندی پر کر دیا۔ اور فرمایا اے علی! تم غیبی کرتے ہو اور اس پر راضی ہو؟ حضرت علی نے عرض کیا میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پر حاضرین پر بھی کر دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طریق سکھو دوں گا ابنا اور جماعت صحابہ پر بھی کر دینا۔ اسی نام پر فقہاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ سکھو دوں اور وغیرہ کا نکاح کی مجلس میں تکبیر کرنا مستحب ہے۔ (مدارج المنیر ج ۲ ص ۱۲) اللہ تعالیٰ رضوانہ ص ۳۷۵

صاحب روایت الطبرانی حضرت علامہ معین کاشفی ابو المونیر غزالی کی کتاب مناقب خوارزمی سے یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے وقت کدہ پر جلوہ افروز تھے کہ

اما ترعصب انی زوجتک
 اقدم امتی مسلما و اکثرهم
 علماء واعظم حلما۔
 یعنی اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی
 نہیں کہ میں نے تمہاری شادی اس سے کی
 ہے جو ابوہریرہ کے بعد سب سے پہلے
 مسلمانوں میں سے ہے اور علم و حلم کے
 اعتبار سے اس سب سے ممتاز ہیں۔

صاحب مدارج النبوہ لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کا
 عقد حضرت علی کے ساتھ فرما دیا تو ان کے کاشانہ پر شریف لے گئے اور حضرت سیدہ
 فاطمہ سے فرمایا تھو وہ اپنی لاؤ۔ پھر سیدہ فاطمہ نے نگہی لایا اور اس میں پائی بھرا اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پارگاہ میں پیش کر دیا۔ حضور نے پائی لے کر اپنا لعاب دہن
 مہاوگ اس میں ڈالا اور سیدہ فاطمہ سے فرمایا قریب آؤ وہ قریب آئیں حضور نے اس
 پائی کو ان کے سینہ کے دو میان اور سر پر چڑھا اور فرمایا اللہم انی اعینہا بکے و
 ذریعہ من الشیطان الرجیم یعنی اے اللہ میں اتنا کر دو ان کی اولاد کو تیری پناہ
 میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔ پھر فرمایا پائی اور لاؤ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا
 کہ اب حضور کیا کریں گے تو میں کھڑا ہوا اور پائی بھر کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس پائی کو لیا اور اس میں لعاب دہن مہاوگ ڈالا اور مجھ سے فرمایا میرے سامنے
 آؤ۔ میں حضور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضور نے پائی کے چھینٹے میرے سر اور میرے
 چہرے پر دیے اور فرمایا اللہم انی اعینہا بکے و ذریعہ من الشیطان الرجیم
 یعنی اے اللہ میں اتنا کر دو ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔ اس
 کے بعد فرمایا: بسم اللہ والمیرکے کہہ کر اپنی زوجہ کے پاس چلا۔ مدارج النبوہ ج ۲
 ص ۱۵۰

دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولیدہ کیا اور صحابہ کرام میں انصار و
 مهاجرین کو ملا کر سات سو آدمیوں نے اس میں شرکت فرمائی۔ ولیدہ کے کہانے میں
 ہاشمہ و ابیت ثمرہ و غنم و خیر و چھ صاع و کھجور ویں اور جو کاکھانا تھا۔

آسمان پر حضرت فاطمہ و حضرت علی کا نکاح

صاحب روئے الثمراء حضرت علامہ حسین احمد کاشفی متاثر خوارزمی کے
 ہاتھ سے لکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
 بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آسمان پر حضرت فاطمہ و حضرت علی کے نکاح کی تکمیل بیان
 فرماتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے ان کا عقد نکاح
 آسمان پر اس طرح منعقد کیا کہ سب سے پہلے بہشت بریں کو حکم فرمایا کہ وہ خود کو زیب و
 زینت سے اچھی طرح آداسا و بیواسز کر لیں۔ اور پھر جو ان ہمیشی کو حکم فرمایا کہ وہ
 اپنے آپ کو زیب و ہائے بہشت سے اچھی طرح مزین کر لیں اور پھر پھر طوطی کو حکم دیا کہ وہ
 خود کو زینیں برگ و بار سے باد آؤد کرے۔ اس کے بعد آسمانوں کے تمام فرشتوں کو حکم
 فرمایا کہ سب کے سب چوتھے آسمان پر بیت المعمور کے نزدیک جمع ہو جائیں تو سب یہ
 حسب تکلف ہو گیا تو رگڑ رگڑ منبر جو بیت المعمور کے سامنے دکھائی دے اس پر بیٹھ کر حضرت
 آدم علی نبینا علیہ السلام و احوالہ علیہ خطبہ پڑھا۔ بعد اللہ تعالیٰ نے رابلی فرشتہ کو حکم دیا
 کہ وہ منبر پر آئے اور حمد و ثناء بیان کرے کیونکہ وہ تمام فرشتوں میں سب سے زیادہ
 شہر میں کام کرتے ہیں۔ و ابلی فرشتے نے خطبہ پڑھا تو آسمان کے سامنے فرشتے اس کی
 خوش آغلائی پر جھومتے گئے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ اے جبرئیل میں نے
 اپنی بیٹی فاطمہ بنت محمد کے ساتھ اپنے بندہ علی ابن ابی طالب کا نکاح کر دیا ہے تو بھی اس نکاح
 مبارک کی قریب کو ملائکہ کرام میں منفقہ کر۔ میں نے اللہ جبارک و تعالیٰ کے حکم کے
 مطابق ان دونوں کا عقد نکاح کر کے تمام ملائکہ کو گواہ کیا اور یہ تمام واقعہ دستار و
 صورت میں اس و بقی پڑھے یہ تحریر کر دیا گیا ہے اور مجھے حکم خداوندی ہوا ہے کہ
 اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ اور اللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۲۸۸ شکل شامی ص ۱۳

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور امور خانہ داری

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور چینی بیٹی حضرت فاطمہؑ اور ہر راہی
اللہ عنہا اپنے گھر کا پورا کام کاج خود انجام دیا کرتی تھیں۔ جمادہ اپنے ہاتھ سے رقی
تھیں، چکی اپنے ہاتھ سے جیت تھیں۔ جس سے ہاتھ میں گھنے پڑ گئے تھے۔ منکیزہ شہزادی
بہر بھر کر لاتی تھیں، جس سے کدو سے چھل گئے تھے اور آگ کے پاس بیٹھ کر گرمی کی
شدت کے باوجود کھانا پور کیا کرتی تھیں۔ ان تمام امور کو انجام دینے کے باوجود اپنے شوہر
حضرت علیؑ کی خدمت میں کبھی بھی کسی کی رافض نہ ہونے دی اور نہ ہی کبھی ایک وقت کی
نماز قضا ہوئی۔

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مال قیمت میں کچھ ہاند بار
اور غلام آئے تو آپ اپنے شوہر کے بے حد امر اور پڑتے ڈرتے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی بارگاہ عالیہ میں ایک ہاندی گولہ کام کج کے لیے طلب کرنے میں حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا میں تمہیں ایسی چیز بتا دوں جو اس سے بہتر ہے
جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم
سوئے گا اور ادر کرے تو ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ
اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خدام سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف ج ۳ ص ۱۰۳)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق احادیث کریمہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دور فکر و لغت جگر و ہلی بیت اطہار میں
سب سے زیادہ چینی اور پیا دینی بیٹی۔ قلح خیر حضرت سیدنا علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ کی اہلیہ محترمہ۔ حضرات حسینؑ کریمین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ اور تمام جہاں
کی عورتوں کی سردار۔ خاتون بنت حضرت سیدہ فاطمہؑ اور ہر راہی رضی اللہ عنہا جن سے
ہر دو کار عالم نے اپنے پیچیدہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ان

نے فضا کی و منقب میں بھی سکتے سے احادیث کریمہ وارد ہوئی ہیں۔ ہم یہاں مختصراً
بہت احادیث کریمہ غرض کر کے کی محدث حاصل کر رہے ہیں۔

(۱۶) حضرت سید بن خنوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہ بضعة منی فمن
اعصبها اعصبنی۔ (بخاری شریف ج ۳ ص ۳۰۶)

(۱۷) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہ سیدہ النساء اہل
الحنیہ۔ (بخاری شریف ج ۳ ص ۳۰۵)

(۱۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا ترضی ان نکون سیدہ
لنساء العلمین و سیدہ
لنساء المؤمنین و سیدہ
لنساء الامم۔ (بخاری شریف ج ۳ ص ۳۰۵)

(۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم تیرے کون
آپ کو زیادہ محبوب ہے میں یا فاطمہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہ احب الی منک و
اعز علی منہا۔ (مسند ابن عمر)

(۲۰) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گمان بوم القیسمہ نادوی مناد
من رواء الصحاح با اہل
الجمع غطوا ایہما رکم حتی
تعر لاطمہ بنت محمد صلی
اللہ علیہ وسلم فصر واما علیہا
سبعون الف جزیہ من حور
العین کالبروق اللامع۔ (صواعق
محرز ص ۲۳۳۔ قصائص کبریٰ ج ۲ ص ۳۱۲)

قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا
پرسے میں سے ندا کرے گا کہ حشر کے
میدان میں جمع ہونے والوں! اپنی ٹکائیں بٹھا
لو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم (پہل صراط) سے حور جائیں۔ چنانچہ
آپ سفر بڑا ہانڈیوں کے ساتھ جو حوریں
ہوں گی کھلی کی طرح (پہل صراط) سے گز
جائیں گی۔

(۶) حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ان اللہ یغضب بغضب
فاطمہ و یروعی برضاءہا۔
(قصائص کبریٰ ج ۲ ص ۳۸۵)

بے شک اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غضب
ناب ہونے سے غضب ناک ہو جائے گا اور
اس کے راضی ہونے سے راضی ہو جائے گا۔

(۷) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اہلنی فاطمہ حواء ادمیہ
لسم تاحض و لم تظمت۔ (الاصحاح
واعل ص ۲۰۳)

میری ساواڑی فاطمہ اشرافی حور ہے کہ
بچاؤن کے عارضے (جش و غش) سے
پاک و منو ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور عبادت خداوندی

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت
سیدۃ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بیش و یکجا کہ وہ گھر کے خراب میں رات رات بھر
نفل میں مشغول رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی۔ اور میں نے انہیں اللہ
نفل کے حضور گریہ و زاری اور نہایت مایوسی سے التجا دعا کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر

میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ وعائیں اپنے واسطے کوئی درخواست کی ہو بلکہ آپ کا تمام
عائیں بتا جان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تکفیل اور بھلائی کے
لیے ہوئیں۔ (مدارج الصالحین ج ۲ ص ۱۷۰)

وہ شب بیدار و صرف رگوں و سجدہ قائم
وہ جن کی لذت پر نازاں حضور رحمت عالم ﷺ

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ دوپہر کا
وقت تھا اور نہایت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ میں حضرت فاطمہ کے مکان پر حاضر
ہوئی۔ دروازہ تھا اور پہلی چٹکی کے فواز آ رہی تھی میں نے روزن در سے جھانک کر
دیکھا کہ سیدہ تو چٹکی کے پاس سو رہی ہیں اور نیچے خود بخود چل رہی تھی اور پاس ہی
حشیش کر بینیں کا گنوار بھی خود بخود چل رہا تھا۔ وہ کچھ کر تھیں نہایت حیران و متعجب ہوئی
اور اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ
نے فرمایا اس شدت کی گرمی میں فاطمہ روڑے سے ہے۔ پروردگار عالم نے فاطمہ پر نیند
غالب کر دی تاکہ اس کو گرمی کی شدت اور خشکی محسوس نہ ہو اور فرشتوں کو حکم دے
دیا کہ وہ فاطمہ کے کام سرانجام دیں۔

وہ خالقین بنیں، معصوم حوریں ہانڈیاں جن کی
ملک جنت سے آ کر پیٹتے تھے پیکشیاں جن کی
(سفینہ نوح ج ۲ ص ۳۵)

وصال حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کا حضرت فاطمہ کو اتنا
قتلہ صدمہ تھا کہ اس کے بعد کبھی بھی نہیں اور نبوت اپنے والد ماجد کی جدائی میں
ردی رہیں۔ یہاں تک کہ وصال سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینے بعد ۳
مدینان المبارک لاکھ سنگل کی رات کو جب روقاں رور اور دو غم کی کھنکھناتوں سے مگر

کراچے والد ماجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۲۴ سال کی تھی۔ انا للہ والی اللہ رجوع۔

انقال کے روز آپ نے مہمان کے ساتھ غسل فرمایا اور پاکیزہ پیرے چین کر لیا اور فرمائی اور امت محمدیہ کے لیے مغفرت کی دعا میں نکلیں۔ بعد ازاں اپنا داہنا رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور فرمایا کہ میں اپنی جان فدا ہوں کہ تلوں کے سپرد کر لی ہو۔ آپ کی وفات سے حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، اور حضرت زینبؓ و حضرت ام کلثومؓ رضوان اللہ علیہم کو بے حد صدمہ ہوا۔

تجلیرو گفین

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں شرم و حیاست زیادہ تھی۔ اس لیے وفات سے کچھ روز پہلے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا لودج حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمایا: اے اسماء! آج کل جس طرح عورتوں کا جنازہ ملے کر جاتے ہیں مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہو تاکہ اس سے عورتوں کی بے پروگی ہو جاتی ہے۔ حضرت اسماء نے فرمایا: اسے جگر گوشہ رسولؐ میں نے حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے جس سے عورتوں کے جنازہ کا پورا پورا پردہ ہو جاتا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اسے آپ کے سامنے کر کے دکھاؤں۔ پھر حضرت اسماء نے کعبہ کی گزہ شاخیں منگوا لیں اور ان کو چار پائی پر لکھن کی طرح لٹا کر اوپر کپڑا ڈال دیا حضرت فاطمہؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا یہ تو بہت ہی اچھا اور حسین و جمیل طریقہ ہے۔ اس سے مرد عورت کے جنازہ کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ تو جب میں وفات پاؤں تو میرا جنازہ بھی اسی طرح بنانا۔ (آج کل جو عورتوں کے جنازے پر پردے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اس کی ابتداء حضرت فاطمہؓ اہل ہزار رضی اللہ عنہا کی ہی تجویز سے ہوا ہے) اور تم اور میرے شوہر دونوں مل کر مجھے غسل دینا۔ ورنہ کسی کو شافی نہ کرنا۔ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو حضرت اسماءؓ حضرت علیؓ نے ان کو غسل دیا۔ اور اسی طرح آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ پر دو روپہ تار کعبہ کی شاخیں لگا کر اوپر کپڑا ڈال دیا گیا۔ اور پانچ سو روایات حضرت علیؓ کی حضرت

رضی اللہ عنہا نے آپ کی نماز جنازہ کی امت کی اور حضرت علیؓ دعایں و فضل آپ و قبر میں آمارا۔ اور کعبہ و مختار قول کے مطابق جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا

سب سے پہلے رسول مہی روئے اللہ ہوا دینے

سیدہ فاطمہؓ حضرت امام شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ و ارج الزہدہ جہد مس ۵۹۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کی شہ سے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور چار عجیریں کہیں۔

اور احباب

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چھ بیٹے ہوئے تھے۔ تین بچے اور تین صاحبزادیاں۔

(۱) حضرت امام حسن (۲) حضرت امام حسین (۳) حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تین صاحبزادیاں

(۴) حضرت ام کلثوم (۵) حضرت زینب (۶) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضرت محسن اور حضرت رقیہ بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔ حضرت ام کلثومؓ کی شادی حضرت سیدہ زکریاؓ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر اور حضرت امام حسین کو یہ ان کرنا میں تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کیا گیا۔ (رضی اللہ عنہما حضور سرور لائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ اولاد تو قیامت تک انہی صاحبزادوں سے جاری ہوا ہے۔)



نام و نسب اور پیدائش

سید (اسماء) صاب کرامت امام شریعت و طریقت، عکس بھل مصطفیٰ نور چشم شیر خدا و جگر گوشہ خاتون جنت، خاتم خلافت راشدہ، جنت کے پوناؤں کے سردار اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لکت جگر آپ کا نام بھی واسم گرامی حسن ہے۔ اور احمد آٹھ عشرہ (بارہ امانوں) میں دوسرے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور القاب تلقی و سید اور ربیعہ النبی ہے۔ نسب نامہ اس طرح ہے: ابو محمد حسن بن علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب قرشی مطلق ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ خولہ فاطمہ بھر نکوٹ رسول ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔ اور آپ کے نانا جان حضور سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کی کنیت کا جو آپ تھیں۔

آپ کی ولادت پندرہ ربیع الاول سال ۱۱۰ھ میں کربلا میں ہوئی۔ حضرت اسماء ربیعہ نے آپ کو پیدا ہونے کے وقت حضرت فاطمہ کے پاس تھی۔ جس طرح مورخوں کو پیدائش بچے کے بعد غلام کا خون آتا ہے حضرت فاطمہ کو دیا گیا۔ میں نے یہ تجویز آئیں اور حیرت انگیز بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ اس مہمان کی آؤ گی سے پاک ہے۔ وہ بعضی غلام سے پاکل ضرور ہے۔ (سہارن اکوئین ص ۱۲۲) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے والدین نے آپ کو دیکھا تو انہیں اسلام چھوٹنے کے حمل سے پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے شریعت نے حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے قرار دی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف کے محکم میں تشریف فرما تھے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے آپ کو حضرت امام حسن کی ولادت پندرہ ربیع الاول کو کو شہر نبوی تھیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوشی کے عالم میں اٹھے اور حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت اسماء سے فرمایا: اسماء میرے فرزند کو

امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

حسن مجتبیٰ، حیدر
راکب و دش عزت پہ لاکھوں سلام
اوج مر ہڈی بھر موج ندی
روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
شہد خواہ اعقاب زبان نبی
چاشنی کیر عصمت پہ لاکھوں سلام
(سیدنا علی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

بیرے پاس لائے۔ حضرت اسامہ نے شہزادہ بطل کو زور رنگ کے کپڑے میں لپیٹا اور آپ کی فائز و نعمت میں سے دیا۔ حضور و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادے کے جسم پر زور رنگ کا کپڑا دیکھا تو فوراً اس کپڑے کو علیہ و کربا اور حضرت اسامہ سے فرمایا: میرے شہزادے کو زور کپڑے میں نہ لپیٹا کرو۔ چنانچہ حضرت اسامہ فوراً سفید کپڑا لے گئے۔ آپس میں اور شہزادے کو اس سفید کپڑے میں لپیٹ کر بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادے کے دائیں کان میں اذان کی اور بائیں کان میں اقامت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا اے علی! تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میری کیا مجال کہ میں آپ سے چھینے اس فرزند ارجمند کا نام رکھ لوں۔ تاہم اگر آپ اجازت فرمائیں تو میرے دل میں ایک خیال آتا ہے کہ ان کا نام حرب رکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اس فرزند کا نام نبی زبکر نے میں اللہ تعالیٰ کے حکم میں سبقت نہیں کر سکتے۔ یہاں تک حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سلام کے بعد اس فرزند کی ولادت پر آپ کو مبارک جہاں کرنا ہے اور فرمایا ہے کہ (حضرت) علی مرتضیٰ کو آپ کی بارگاہ میں وہ فریب حاصل ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں نہ۔ لہذا اس فرزند کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے فرزند شہر کے نام پر رکھو جس کے معنی حسن کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خداوندی اپنے فرزند ارجمند کا نام حسن رکھا۔ اور پیدائش کے ساتویں دن سیاہ رعبوں واسطے سفید رنگ کے رو بہ سجے زنج کیے اور حضرت امام حسن کا حقیقہ فرمایا۔ بعد شہزادے کے سر کے بال اتر کر ان کے ہم وزن چاندی خیرات کر دی۔

(تاریخ اقصیٰ، ص ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الحسن اشبه برسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم ما بین
الصدر الى المراسم والحسين
اشبه برسول الله صلی اللہ
علیہ وسلم ما کان اسفل من
الركبتين. انہدی شریف ج ۱ ص ۱۷۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لم یکن احد اشبه سائسی
من الحسن ابن علی. بخاری
شریف ج ۱ ص ۱۷۵

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ایک سہنہ تک مشابہ ایک دہاں سے پاؤں تک
حسن سہنہ ان کے جاموں میں ہے تا نور کا
صاف چکل پاک ہے دروں کے لٹنے سے عیاں
خدا تو ام میں لکھا ہے یہ ورد نور کا
رومیری تہہ ارشاد اعلیٰ حضرت ہے۔

حدود نہ تھا سایہ شاد
وہ سایہ تھا جلوہ گر بڑا حسین
تشبہ نے اس سایہ کے دو حصے کیے
آرٹے سے حسن بنے ہیں آرتے سے حسین

حضرت امام حسن اور عہد نبوی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخت پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

کے ساتھ بہت زیادہ محبت و پیار سے پیش آتے تھے۔ یہ سعادت بہت کم خوش قسمتوں کے حصے میں آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بے نیازی و نرمی سے ان کی پرورش فرمائی۔ کبھی آغوش و صحن میں لینے ڈھکی کانٹے پر سوار فرماتے۔ ان کی کوئی اونٹنی تکلیف پر بے قرار ہو جانے دوڑا حضرت فاطمہ کے گھر تک ریف لاتے تھے۔ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین بھی آپ سے بے حد مائل تھے۔ کبھی لمباؤ کی حالت میں پشت مہلوک پر چڑھ کر بیٹھ جاتے آپ اس وقت مجھ سے سر نہ اٹھاتے جب تک خود امام حسن بیٹھ پر سے اتر نہ جاتے۔ غرض کہ مائ جان نے انتہائی پیار و محبت اور شفقت سے ان کی پرورش فرمائی۔ اور تنہا بھی آپ نے ان کو نہیں بھڑکا بلکہ ہمیشہ ان کی بچپن کی شوخیوں کو دیکھ کر ہنس دیا کرتے تھے۔ ابھی امام حسن کی عمر باذنہول روایت ۷ سال ۶ مہینے اور امام حسین کی عمر ۵ سال یا تقریباً ۷ سال کی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض وفات کا دور شروع ہوا۔ ان آخری لمحات میں حضرات حسین کریمین کے معصوم دلوں پر غم و الم کا بوجھ طوفان برپا ہوا انھیں کا بیان ہمارے قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ابنِ امام میں اپنے محبوب فرزندوں کا دردِ خلیں فرمایا ہے۔ چنانچہ وفات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں اپنے دونوں شہزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہذا ابنیٰ فوڑنہما شیبہ یا رسول اللہ! یہ میرے دونوں بیٹے ہیں انھیں اپنی میراث کریم سے کچھ عطا فرمائیے۔ اور شہو ہوا ہذا حسن و علیہ حبیبی و سرور و اہل و احباب حسین علیہ حوائشی و جردی۔ حسن کے لیے تو میری اہبتا اور میری سرواوی ہے اور حسین کے لیے میری جرات اور میرا کرم۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ حسن کے لیے اپنا علم و تربیت عطا فرمایا اور حسین کے لیے محبت و رضا کی نعمت دی۔ (۱۰) (من داخل ص ۸۹)

امام حسن عہد صدیقی میں

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ال و مہال سے زیادہ حضرات حسین کریمین کا خیال فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی محبت سے اپنے دل کو منور و بجلی فرماتے ہوتے تھے ایک روز حضرت صدیق اکبر فرما عسراوا فرماتے کہ بعد باہر نکلے۔ حضرت علی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ دیکھا کہ حضرت حسن بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ فرما ان کو اپنے کانٹے پر سوار کر لیا اور اسی عالم میں ارشاد فرمایا: ہاں! شیبہ بالنسب لیس شیبہ بمعنی و علی یحسبکہ۔ میرے باپ کی قسم تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو علی کے مشابہ نہیں ہو۔ اور حضرت علی قیس پر اسے۔

(انعامی ۶ ص ۱۴۵)

امام حسن عہد فاروقی میں

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں حضرات حسین کریمین کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس عین کے محلے آئے۔ (دیکھنا چاہی تو اسے حلہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم عرب میں دی و درج رکھتا ہے جو آج کے دور میں قیمتی سوت کا ہے) حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں تقسیم کروئے۔ اسے میں حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما شریف لاتے۔ ان کے جسم پر کوئی حلہ نہ تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر افسردہ اور مغسوم ہو گئے۔ ان کو لے کر چھاکیا ہلات ہے؟ آپ نے فرمایا میں ان بچوں کی وجہ سے مغسوم ہوں کہ ان کے بدن کے مسافین کوئی حلہ نہیں تھا۔ پھر آپ نے بہن میں اپنے عامل کو لکھا کہ حسن و حسین کے لیے دو طے بیکو اور جلدی روانہ کرو۔ انھوں نے دونوں کو طے بھیجے۔ آپ نے جب ان دونوں کو پہنایا تو آپ کو اطمینان

ہوا۔ (دین اسلام اردو ملاحظہ فرمیں ص ۴۰)

حضرت امام حسن عہد عثمانی میں

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی ابی بنی شہقت امیر طبرستان حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ رکھ۔ صدیق راہروقی عہد میں تو یہ دونوں صاحبزادے اپنی کرسی کے باعث کسی کام میں حصہ نہ لے سکے تھے۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ پورے جوان ہو چکے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے ۳۰ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں مہاراجہ شرکت فرمائی۔

اور جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کابلواتوں کے محاصرہ کر تیار اور آپ کے خلاف قتلہ و شورش حد سے زیادہ بڑھ گئی تو حضرت موہلی علی مشکل کشا نے حضرت حسن اور حضرت حسنین سے فرمایا کہ اپنی اپنی کواہوں لے کر عثمان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک پہنچنے نہ دو۔ چنانچہ آپ دونوں نے امتیازی شجاعت و بہادری کے ساتھ حملہ آور ہوں کی عدالت کی اور باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا۔ اس عدالت میں آپ غشی بھی ہوئے لیکن کسی باغی کو مکان کے اندر داخل ہونے نہیں دیا۔ بالاخر جب پلائیوں کی تمام زنجیریں ناگاہ ہو گئیں تو دوسری طرف جا کر دیوار پھاڑی اور اندر جا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اگر حضرات حسنین کریمین کی طرح غنی امیر کے توجہ و جان بھی مکان کے ہر طرف کھڑے ہو کر حفاظت کرتے تو قبیلا بولائی ناگاہ ہو جاتے۔ (تاریخ اللہ ص ۲۲۳ میراجیاب ص ۴۳)

حضرت امام حسن اور عہد مرتضوی

معز کہ جملہ مضمین جو حضرت موہلی علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئے۔ ان دونوں معزکوں میں بھی حضرات حسنین کریمین نے شرکت فرمائی اور

آخر تک اپنے والد گرامی کے ساتھ رہے۔ اور جب بھی کوئی اہم کام ہوا یہ دونوں شہزادے برابر انعام دیتے رہے۔ حضرت موہلی علی مشکل کشا کے بعد خلافت کی ذمہ داری آپ ہی کو سونپی گئی۔ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلافت کریمہ میں تذکرہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فطاعلیں میں کثرت سے احادیث کریمہ وارد ہوئی ہیں۔ ہم ان میں سے چند کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گد مہارک میں تھے اور وہ اپنی انگلیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہی مہارک میں ڈال رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے:

اللہم انی احبہ فاحبہ اے اللہ! میں اس کو محبوب رکھا ہوں (صواعق مرقدہ ص ۳۷)

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر رکھا۔ امام حسن آپ کے پیلوں میں تشریف فرما تھے۔ حضور نبی کریم کی طرف دیکھتے اور بھی حضرت حسن کی طرف۔ اور فرماتے کہ:

ان ابیسی هذا سید یصلح میرا یہ فرزند سوار ہے اللہ تعالیٰ اس اللہ عسی یدلہ بن حسنین۔ کے ہاتھ سے وہ بڑے گروہوں میں صلح (تذکرہ شریف ص ۳۷)

باب صلح حضرت امیر معاویہ کی طرف اشارہ ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۳) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن ابن علی کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ شہزادہ تمہارے امیر سوار ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

و تعم الراكب هو۔ (ترمذی اور ساری جی کتا اچھا ہے۔

شریف ص ۲۵، ۱۷۳۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے چشم خود دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے میں ہونے لگے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی گردن پانچ پر اکبر کھینچا جاتے تھے اور جب تک وہ خود نہیں اترنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں اتارتے تھے۔ میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ مردود عالم صلی اللہ علیہ وسلم حالت رکوع میں ہوتے اور حضرت شریف لاسے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ مبارک کے اندر سے ہو کر دوسری طرف لگن جاتے۔ (تاریخ الخلفاء المحدثہ ص ۲۸)

(۵) ابو داؤد و ترمذی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے دوست رکھتا چاہے وہ پہلے حسن کو دوست رکھے۔ (اصحاح التکوین ص ۲)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بقر بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن کو پایا۔ حضرت بقر بن زبیر نے پیچھے میں کچھ دیر کی تو میں نے سمجھا کہ انہیں ہار پہنچی ہوں گی بلا مشاورہ ہی ہوں گی۔ اس وقت میں امام حسن دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے گئے میں ہار تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس پر صاع۔ حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے یہاں تک کہ دونوں لپٹ گئے۔ حضور نے گلے لگا کر دعا کی۔

اللہ! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھو۔ اور جو اسے دوست رکھے اسے بھی دوست رکھو۔ اور اپنا دوست اقدس حضرت حسن کے پیچھے رکھو۔ (الذکر فی مہذب ص ۱۱ نصف اول ص ۲، بحوالہ ابن ماجہ ص ۱۷۳، ۱۷۴)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر مناقب

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب بے حد و بے شمار ہیں۔ آپ پر ہمارے طبع اعلیٰ عزت و شان والے پرواز صاحب جہاد حشم تھے۔ آپ فکد و فسلو اور ان روحی کو پائندہ فرماتے تھے۔ آپ خلوت میں بے بدل تھے۔ ہاں وقت ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرمادیتے تھے۔ ابن سعد علی بن زبیر بن جعدان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ اور تین بار نصف نصف مال راہ اللہ میں دے دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۸)

ایک مرتبہ ایک بوہیا نے حضرت حسین کی دعوت کی تو آپ نے اسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار کھیاں دے دیں۔ اور حضرت حسین نے بھی اسی قدر دیا۔ (اصحاح الخرف ص ۹۹)

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عبید بن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بغیر ساری کے انہیں ج پیل اورا فرمائے۔ حالانکہ اعلیٰ قسم کے اونٹ آپ کے پاس ہوتے تھے۔ لیکن آپ ان پر سوار نہیں ہوتے اور پابلو راستے فرماتے تھے۔ جب لوگوں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے اپنے سب سے اس حال میں ملنے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف لال نہ چلوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۹، ۱۰۰، ص ۱۰۱، ص ۱۰۲، ص ۱۰۳، ص ۱۰۴، ص ۱۰۵، ص ۱۰۶، ص ۱۰۷، ص ۱۰۸، ص ۱۰۹، ص ۱۱۰، ص ۱۱۱، ص ۱۱۲، ص ۱۱۳، ص ۱۱۴، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶، ص ۱۱۷، ص ۱۱۸، ص ۱۱۹، ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، ص ۱۲۲، ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۱۲۶، ص ۱۲۷، ص ۱۲۸، ص ۱۲۹، ص ۱۳۰، ص ۱۳۱، ص ۱۳۲، ص ۱۳۳، ص ۱۳۴، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶، ص ۱۳۷، ص ۱۳۸، ص ۱۳۹، ص ۱۴۰، ص ۱۴۱، ص ۱۴۲، ص ۱۴۳، ص ۱۴۴، ص ۱۴۵، ص ۱۴۶، ص ۱۴۷، ص ۱۴۸، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰، ص ۱۵۱، ص ۱۵۲، ص ۱۵۳، ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶، ص ۱۵۷، ص ۱۵۸، ص ۱۵۹، ص ۱۶۰، ص ۱۶۱، ص ۱۶۲، ص ۱۶۳، ص ۱۶۴، ص ۱۶۵، ص ۱۶۶، ص ۱۶۷، ص ۱۶۸، ص ۱۶۹، ص ۱۷۰، ص ۱۷۱، ص ۱۷۲، ص ۱۷۳، ص ۱۷۴، ص ۱۷۵، ص ۱۷۶، ص ۱۷۷، ص ۱۷۸، ص ۱۷۹، ص ۱۸۰، ص ۱۸۱، ص ۱۸۲، ص ۱۸۳، ص ۱۸۴، ص ۱۸۵، ص ۱۸۶، ص ۱۸۷، ص ۱۸۸، ص ۱۸۹، ص ۱۹۰، ص ۱۹۱، ص ۱۹۲، ص ۱۹۳، ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، ص ۱۹۶، ص ۱۹۷، ص ۱۹۸، ص ۱۹۹، ص ۲۰۰، ص ۲۰۱، ص ۲۰۲، ص ۲۰۳، ص ۲۰۴، ص ۲۰۵، ص ۲۰۶، ص ۲۰۷، ص ۲۰۸، ص ۲۰۹، ص ۲۱۰، ص ۲۱۱، ص ۲۱۲، ص ۲۱۳، ص ۲۱۴، ص ۲۱۵، ص ۲۱۶، ص ۲۱۷، ص ۲۱۸، ص ۲۱۹، ص ۲۲۰، ص ۲۲۱، ص ۲۲۲، ص ۲۲۳، ص ۲۲۴، ص ۲۲۵، ص ۲۲۶، ص ۲۲۷، ص ۲۲۸، ص ۲۲۹، ص ۲۳۰، ص ۲۳۱، ص ۲۳۲، ص ۲۳۳، ص ۲۳۴، ص ۲۳۵، ص ۲۳۶، ص ۲۳۷، ص ۲۳۸، ص ۲۳۹، ص ۲۴۰، ص ۲۴۱، ص ۲۴۲، ص ۲۴۳، ص ۲۴۴، ص ۲۴۵، ص ۲۴۶، ص ۲۴۷، ص ۲۴۸، ص ۲۴۹، ص ۲۵۰، ص ۲۵۱، ص ۲۵۲، ص ۲۵۳، ص ۲۵۴، ص ۲۵۵، ص ۲۵۶، ص ۲۵۷، ص ۲۵۸، ص ۲۵۹، ص ۲۶۰، ص ۲۶۱، ص ۲۶۲، ص ۲۶۳، ص ۲۶۴، ص ۲۶۵، ص ۲۶۶، ص ۲۶۷، ص ۲۶۸، ص ۲۶۹، ص ۲۷۰، ص ۲۷۱، ص ۲۷۲، ص ۲۷۳، ص ۲۷۴، ص ۲۷۵، ص ۲۷۶، ص ۲۷۷، ص ۲۷۸، ص ۲۷۹، ص ۲۸۰، ص ۲۸۱، ص ۲۸۲، ص ۲۸۳، ص ۲۸۴، ص ۲۸۵، ص ۲۸۶، ص ۲۸۷، ص ۲۸۸، ص ۲۸۹، ص ۲۹۰، ص ۲۹۱، ص ۲۹۲، ص ۲۹۳، ص ۲۹۴، ص ۲۹۵، ص ۲۹۶، ص ۲۹۷، ص ۲۹۸، ص ۲۹۹، ص ۳۰۰، ص ۳۰۱، ص ۳۰۲، ص ۳۰۳، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵، ص ۳۰۶، ص ۳۰۷، ص ۳۰۸، ص ۳۰۹، ص ۳۱۰، ص ۳۱۱، ص ۳۱۲، ص ۳۱۳، ص ۳۱۴، ص ۳۱۵، ص ۳۱۶، ص ۳۱۷، ص ۳۱۸، ص ۳۱۹، ص ۳۲۰، ص ۳۲۱، ص ۳۲۲، ص ۳۲۳، ص ۳۲۴، ص ۳۲۵، ص ۳۲۶، ص ۳۲۷، ص ۳۲۸، ص ۳۲۹، ص ۳۳۰، ص ۳۳۱، ص ۳۳۲، ص ۳۳۳، ص ۳۳۴، ص ۳۳۵، ص ۳۳۶، ص ۳۳۷، ص ۳۳۸، ص ۳۳۹، ص ۳۴۰، ص ۳۴۱، ص ۳۴۲، ص ۳۴۳، ص ۳۴۴، ص ۳۴۵، ص ۳۴۶، ص ۳۴۷، ص ۳۴۸، ص ۳۴۹، ص ۳۵۰، ص ۳۵۱، ص ۳۵۲، ص ۳۵۳، ص ۳۵۴، ص ۳۵۵، ص ۳۵۶، ص ۳۵۷، ص ۳۵۸، ص ۳۵۹، ص ۳۶۰، ص ۳۶۱، ص ۳۶۲، ص ۳۶۳، ص ۳۶۴، ص ۳۶۵، ص ۳۶۶، ص ۳۶۷، ص ۳۶۸، ص ۳۶۹، ص ۳۷۰، ص ۳۷۱، ص ۳۷۲، ص ۳۷۳، ص ۳۷۴، ص ۳۷۵، ص ۳۷۶، ص ۳۷۷، ص ۳۷۸، ص ۳۷۹، ص ۳۸۰، ص ۳۸۱، ص ۳۸۲، ص ۳۸۳، ص ۳۸۴، ص ۳۸۵، ص ۳۸۶، ص ۳۸۷، ص ۳۸۸، ص ۳۸۹، ص ۳۹۰، ص ۳۹۱، ص ۳۹۲، ص ۳۹۳، ص ۳۹۴، ص ۳۹۵، ص ۳۹۶، ص ۳۹۷، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹، ص ۴۰۰، ص ۴۰۱، ص ۴۰۲، ص ۴۰۳، ص ۴۰۴، ص ۴۰۵، ص ۴۰۶، ص ۴۰۷، ص ۴۰۸، ص ۴۰۹، ص ۴۱۰، ص ۴۱۱، ص ۴۱۲، ص ۴۱۳، ص ۴۱۴، ص ۴۱۵، ص ۴۱۶، ص ۴۱۷، ص ۴۱۸، ص ۴۱۹، ص ۴۲۰، ص ۴۲۱، ص ۴۲۲، ص ۴۲۳، ص ۴۲۴، ص ۴۲۵، ص ۴۲۶، ص ۴۲۷، ص ۴۲۸، ص ۴۲۹، ص ۴۳۰، ص ۴۳۱، ص ۴۳۲، ص ۴۳۳، ص ۴۳۴، ص ۴۳۵، ص ۴۳۶، ص ۴۳۷، ص ۴۳۸، ص ۴۳۹، ص ۴۴۰، ص ۴۴۱، ص ۴۴۲، ص ۴۴۳، ص ۴۴۴، ص ۴۴۵، ص ۴۴۶، ص ۴۴۷، ص ۴۴۸، ص ۴۴۹، ص ۴۵۰، ص ۴۵۱، ص ۴۵۲، ص ۴۵۳، ص ۴۵۴، ص ۴۵۵، ص ۴۵۶، ص ۴۵۷، ص ۴۵۸، ص ۴۵۹، ص ۴۶۰، ص ۴۶۱، ص ۴۶۲، ص ۴۶۳، ص ۴۶۴، ص ۴۶۵، ص ۴۶۶، ص ۴۶۷، ص ۴۶۸، ص ۴۶۹، ص ۴۷۰، ص ۴۷۱، ص ۴۷۲، ص ۴۷۳، ص ۴۷۴، ص ۴۷۵، ص ۴۷۶، ص ۴۷۷، ص ۴۷۸، ص ۴۷۹، ص ۴۸۰، ص ۴۸۱، ص ۴۸۲، ص ۴۸۳، ص ۴۸۴، ص ۴۸۵، ص ۴۸۶، ص ۴۸۷، ص ۴۸۸، ص ۴۸۹، ص ۴۹۰، ص ۴۹۱، ص ۴۹۲، ص ۴۹۳، ص ۴۹۴، ص ۴۹۵، ص ۴۹۶، ص ۴۹۷، ص ۴۹۸، ص ۴۹۹، ص ۵۰۰، ص ۵۰۱، ص ۵۰۲، ص ۵۰۳، ص ۵۰۴، ص ۵۰۵، ص ۵۰۶، ص ۵۰۷، ص ۵۰۸، ص ۵۰۹، ص ۵۱۰، ص ۵۱۱، ص ۵۱۲، ص ۵۱۳، ص ۵۱۴، ص ۵۱۵، ص ۵۱۶، ص ۵۱۷، ص ۵۱۸، ص ۵۱۹، ص ۵۲۰، ص ۵۲۱، ص ۵۲۲، ص ۵۲۳، ص ۵۲۴، ص ۵۲۵، ص ۵۲۶، ص ۵۲۷، ص ۵۲۸، ص ۵۲۹، ص ۵۳۰، ص ۵۳۱، ص ۵۳۲، ص ۵۳۳، ص ۵۳۴، ص ۵۳۵، ص ۵۳۶، ص ۵۳۷، ص ۵۳۸، ص ۵۳۹، ص ۵۴۰، ص ۵۴۱، ص ۵۴۲، ص ۵۴۳، ص ۵۴۴، ص ۵۴۵، ص ۵۴۶، ص ۵۴۷، ص ۵۴۸، ص ۵۴۹، ص ۵۵۰، ص ۵۵۱، ص ۵۵۲، ص ۵۵۳، ص ۵۵۴، ص ۵۵۵، ص ۵۵۶، ص ۵۵۷، ص ۵۵۸، ص ۵۵۹، ص ۵۶۰، ص ۵۶۱، ص ۵۶۲، ص ۵۶۳، ص ۵۶۴، ص ۵۶۵، ص ۵۶۶، ص ۵۶۷، ص ۵۶۸، ص ۵۶۹، ص ۵۷۰، ص ۵۷۱، ص ۵۷۲، ص ۵۷۳، ص ۵۷۴، ص ۵۷۵، ص ۵۷۶، ص ۵۷۷، ص ۵۷۸، ص ۵۷۹، ص ۵۸۰، ص ۵۸۱، ص ۵۸۲، ص ۵۸۳، ص ۵۸۴، ص ۵۸۵، ص ۵۸۶، ص ۵۸۷، ص ۵۸۸، ص ۵۸۹، ص ۵۹۰، ص ۵۹۱، ص ۵۹۲، ص ۵۹۳، ص ۵۹۴، ص ۵۹۵، ص ۵۹۶، ص ۵۹۷، ص ۵۹۸، ص ۵۹۹، ص ۶۰۰، ص ۶۰۱، ص ۶۰۲، ص ۶۰۳، ص ۶۰۴، ص ۶۰۵، ص ۶۰۶، ص ۶۰۷، ص ۶۰۸، ص ۶۰۹، ص ۶۱۰، ص ۶۱۱، ص ۶۱۲، ص ۶۱۳، ص ۶۱۴، ص ۶۱۵، ص ۶۱۶، ص ۶۱۷، ص ۶۱۸، ص ۶۱۹، ص ۶۲۰، ص ۶۲۱، ص ۶۲۲، ص ۶۲۳، ص ۶۲۴، ص ۶۲۵، ص ۶۲۶، ص ۶۲۷، ص ۶۲۸، ص ۶۲۹، ص ۶۳۰، ص ۶۳۱، ص ۶۳۲، ص ۶۳۳، ص ۶۳۴، ص ۶۳۵، ص ۶۳۶، ص ۶۳۷، ص ۶۳۸، ص ۶۳۹، ص ۶۴۰، ص ۶۴۱، ص ۶۴۲، ص ۶۴۳، ص ۶۴۴، ص ۶۴۵، ص ۶۴۶، ص ۶۴۷، ص ۶۴۸، ص ۶۴۹، ص ۶۵۰، ص ۶۵۱، ص ۶۵۲، ص ۶۵۳، ص ۶۵۴، ص ۶۵۵، ص ۶۵۶، ص ۶۵۷، ص ۶۵۸، ص ۶۵۹، ص ۶۶۰، ص ۶۶۱، ص ۶۶۲، ص ۶۶۳، ص ۶۶۴، ص ۶۶۵، ص ۶۶۶، ص ۶۶۷، ص ۶۶۸، ص ۶۶۹، ص ۶۷۰، ص ۶۷۱، ص ۶۷۲، ص ۶۷۳، ص ۶۷۴، ص ۶۷۵، ص ۶۷۶، ص ۶۷۷، ص ۶۷۸، ص ۶۷۹، ص ۶۸۰، ص ۶۸۱، ص ۶۸۲، ص ۶۸۳، ص ۶۸۴، ص ۶۸۵، ص ۶۸۶، ص ۶۸۷، ص ۶۸۸، ص ۶۸۹، ص ۶۹۰، ص ۶۹۱، ص ۶۹۲، ص ۶۹۳، ص ۶۹۴، ص ۶۹۵، ص ۶۹۶، ص ۶۹۷، ص ۶۹۸، ص ۶۹۹، ص ۷۰۰، ص ۷۰۱، ص ۷۰۲، ص ۷۰۳، ص ۷۰۴، ص ۷۰۵، ص ۷۰۶، ص ۷۰۷، ص ۷۰۸، ص ۷۰۹، ص ۷۱۰، ص ۷۱۱، ص ۷۱۲، ص ۷۱۳، ص ۷۱۴، ص ۷۱۵، ص ۷۱۶، ص ۷۱۷، ص ۷۱۸، ص ۷۱۹، ص ۷۲۰، ص ۷۲۱، ص ۷۲۲، ص ۷۲۳، ص ۷۲۴، ص ۷۲۵، ص ۷۲۶، ص ۷۲۷، ص ۷۲۸، ص ۷۲۹، ص ۷۳۰، ص ۷۳۱، ص ۷۳۲، ص ۷۳۳، ص ۷۳۴، ص ۷۳۵، ص ۷۳۶، ص ۷۳۷، ص ۷۳۸، ص ۷۳۹، ص ۷۴۰، ص ۷۴۱، ص ۷۴۲، ص ۷۴۳، ص ۷۴۴، ص ۷۴۵، ص ۷۴۶، ص ۷۴۷، ص ۷۴۸، ص ۷۴۹، ص ۷۵۰، ص ۷۵۱، ص ۷۵۲، ص ۷۵۳، ص ۷۵۴، ص ۷۵۵، ص ۷۵۶، ص ۷۵۷، ص ۷۵۸، ص ۷۵۹، ص ۷۶۰، ص ۷۶۱، ص ۷۶۲، ص ۷۶۳، ص ۷۶۴، ص ۷۶۵، ص ۷۶۶، ص ۷۶۷، ص ۷۶۸، ص ۷۶۹، ص ۷۷۰، ص ۷۷۱، ص ۷۷۲، ص ۷۷۳، ص ۷۷۴، ص ۷۷۵، ص ۷۷۶، ص ۷۷۷، ص ۷۷۸، ص ۷۷۹، ص ۷۸۰، ص ۷۸۱، ص ۷۸۲، ص ۷۸۳، ص ۷۸۴، ص ۷۸۵، ص ۷۸۶، ص ۷۸۷، ص ۷۸۸، ص ۷۸۹، ص ۷۹۰، ص ۷۹۱، ص ۷۹۲، ص ۷۹۳، ص ۷۹۴، ص ۷۹۵، ص ۷۹۶، ص ۷۹۷، ص ۷۹۸، ص ۷۹۹، ص ۸۰۰، ص ۸۰۱، ص ۸۰۲، ص ۸۰۳، ص ۸۰۴، ص ۸۰۵، ص ۸۰۶، ص ۸۰۷، ص ۸۰۸، ص ۸۰۹، ص ۸۱۰، ص ۸۱۱، ص ۸۱۲، ص ۸۱۳، ص ۸۱۴، ص ۸۱۵، ص ۸۱۶، ص ۸۱۷، ص ۸۱۸، ص ۸۱۹، ص ۸۲۰، ص ۸۲۱، ص ۸۲۲، ص ۸۲۳، ص ۸۲۴، ص ۸۲۵، ص ۸۲۶، ص ۸۲۷، ص ۸۲۸، ص ۸۲۹، ص ۸۳۰، ص ۸۳۱، ص ۸۳۲، ص ۸۳۳، ص ۸۳۴، ص ۸۳۵، ص ۸۳۶، ص ۸۳۷، ص ۸۳۸، ص ۸۳۹، ص ۸۴۰، ص ۸۴۱، ص ۸۴۲، ص ۸۴۳، ص ۸۴۴، ص ۸۴۵، ص ۸۴۶، ص ۸۴۷، ص ۸۴۸، ص ۸۴۹، ص ۸۵۰، ص ۸۵۱، ص ۸۵۲، ص ۸۵۳، ص ۸۵۴، ص ۸۵۵، ص ۸۵۶، ص ۸۵۷، ص ۸۵۸، ص ۸۵۹، ص ۸۶۰، ص ۸۶۱، ص ۸۶۲، ص ۸۶۳، ص ۸۶۴، ص ۸۶۵، ص ۸۶۶، ص ۸۶۷، ص ۸۶۸، ص ۸۶۹، ص ۸۷۰، ص ۸۷۱، ص ۸۷۲، ص ۸۷۳، ص ۸۷۴، ص ۸۷۵، ص ۸۷۶، ص ۸۷۷، ص ۸۷۸، ص ۸۷۹، ص ۸۸۰، ص ۸۸۱، ص ۸۸۲، ص ۸۸۳، ص ۸۸۴، ص ۸۸۵، ص ۸۸۶، ص ۸۸۷، ص ۸۸۸، ص ۸۸۹، ص ۸۹۰، ص ۸۹۱، ص ۸۹۲، ص ۸۹۳، ص ۸۹۴، ص ۸۹۵، ص ۸۹۶، ص ۸۹۷، ص ۸۹۸، ص ۸۹۹، ص ۹۰۰، ص ۹۰۱، ص ۹۰۲، ص ۹۰۳، ص ۹۰۴، ص ۹۰۵، ص ۹۰۶، ص ۹۰۷، ص ۹۰۸، ص ۹۰۹، ص ۹۱۰، ص ۹۱۱، ص ۹۱۲، ص ۹۱۳، ص ۹۱۴، ص ۹۱۵، ص ۹۱۶، ص ۹۱۷، ص ۹۱۸، ص ۹۱۹، ص ۹۲۰، ص ۹۲۱، ص ۹۲۲، ص ۹۲۳، ص ۹۲۴، ص ۹۲۵، ص ۹۲۶، ص ۹۲۷، ص ۹۲۸، ص ۹۲۹، ص ۹۳۰، ص ۹۳۱، ص ۹۳۲، ص ۹۳۳، ص ۹۳۴، ص ۹۳۵، ص ۹۳۶، ص ۹۳۷، ص ۹۳۸، ص ۹۳۹، ص ۹۴۰، ص ۹۴۱، ص ۹۴۲، ص ۹۴۳، ص ۹۴۴، ص ۹۴۵، ص ۹۴۶، ص ۹۴۷، ص ۹۴۸، ص ۹۴۹، ص ۹۵۰، ص ۹۵۱، ص ۹۵۲، ص ۹۵۳، ص ۹۵۴، ص ۹۵۵، ص ۹۵۶، ص ۹۵۷، ص ۹۵۸، ص ۹۵۹، ص ۹۶۰، ص ۹۶۱، ص ۹۶۲، ص ۹۶۳، ص ۹۶۴، ص ۹۶۵، ص ۹۶۶، ص ۹۶۷، ص ۹۶۸، ص ۹۶۹، ص ۹۷۰، ص ۹۷۱، ص ۹۷۲، ص ۹۷۳، ص ۹۷۴، ص ۹۷۵، ص ۹۷۶، ص ۹۷۷، ص ۹۷۸، ص ۹۷۹، ص ۹۸۰، ص ۹۸۱، ص ۹۸۲، ص ۹۸۳، ص ۹۸۴، ص ۹۸۵، ص ۹۸۶، ص ۹۸۷، ص ۹۸۸، ص ۹۸۹، ص ۹۹۰، ص ۹۹۱، ص ۹۹۲، ص ۹۹۳، ص ۹۹۴، ص ۹۹۵، ص ۹۹۶، ص ۹۹۷، ص ۹۹۸، ص ۹۹۹، ص ۱۰۰۰، ص ۱۰۰۱، ص ۱۰۰۲، ص ۱۰۰۳، ص ۱۰۰۴، ص ۱۰۰۵، ص ۱۰۰۶، ص ۱۰۰۷، ص ۱۰۰۸، ص ۱۰۰۹، ص ۱۰۱۰، ص ۱۰۱۱، ص ۱۰۱۲، ص ۱۰۱۳، ص ۱۰۱۴، ص ۱۰۱۵، ص ۱۰۱۶، ص ۱۰۱۷، ص ۱۰۱۸، ص ۱۰۱۹، ص ۱۰۲۰، ص ۱۰۲۱، ص ۱۰۲۲، ص ۱۰۲۳، ص ۱۰۲۴، ص ۱۰۲۵، ص ۱۰۲۶، ص ۱۰۲۷، ص ۱۰۲۸، ص ۱۰۲۹، ص ۱۰۳۰، ص ۱۰۳۱، ص ۱۰۳۲، ص ۱۰۳۳، ص ۱۰۳۴، ص ۱۰۳۵، ص ۱۰۳۶، ص ۱۰۳۷، ص ۱۰۳۸، ص ۱۰۳۹، ص ۱۰۴۰، ص ۱۰۴۱، ص ۱۰۴۲، ص ۱۰۴۳، ص ۱۰۴۴، ص ۱۰۴۵، ص ۱۰۴۶، ص ۱۰۴۷، ص ۱۰۴۸، ص ۱۰۴۹، ص ۱۰۵۰، ص ۱۰۵۱، ص ۱۰۵۲، ص ۱۰۵۳، ص ۱۰۵۴، ص ۱۰۵۵، ص ۱۰۵۶، ص ۱۰۵۷، ص ۱۰۵۸، ص ۱۰۵۹، ص ۱۰۶۰، ص ۱۰۶۱، ص ۱۰۶۲، ص ۱۰۶۳، ص ۱۰۶۴، ص ۱۰۶۵، ص ۱۰۶۶، ص ۱۰۶۷، ص ۱۰۶۸، ص ۱۰۶۹، ص ۱۰۷۰، ص ۱۰۷۱، ص ۱۰۷۲، ص ۱۰۷۳، ص ۱۰۷۴، ص ۱۰۷۵، ص ۱۰۷۶، ص ۱۰۷۷، ص ۱۰۷۸، ص ۱۰۷۹، ص ۱۰۸۰، ص ۱۰۸۱، ص ۱۰۸۲، ص ۱۰۸۳، ص ۱۰۸۴، ص ۱۰۸۵، ص ۱۰۸۶، ص ۱۰۸۷، ص ۱۰۸۸، ص ۱۰۸۹، ص ۱۰۹۰، ص ۱۰۹۱، ص ۱۰۹۲، ص ۱۰۹۳، ص ۱۰۹۴، ص ۱۰۹۵، ص ۱۰۹۶، ص ۱۰۹۷، ص ۱۰۹۸، ص ۱۰۹۹، ص ۱۱۰۰، ص ۱۱۰۱، ص ۱۱۰۲، ص ۱۱۰۳، ص ۱۱۰۴، ص ۱۱۰۵، ص ۱۱۰۶، ص ۱۱۰۷، ص ۱۱۰۸، ص ۱۱۰۹، ص ۱۱۱۰، ص ۱۱۱۱، ص ۱۱۱۲، ص ۱۱۱۳، ص ۱۱۱۴، ص ۱۱۱۵، ص ۱۱۱۶، ص ۱۱۱۷، ص ۱۱۱۸، ص ۱۱۱۹، ص ۱۱۲۰، ص ۱۱۲۱، ص ۱۱۲۲، ص ۱۱۲۳، ص ۱۱۲۴، ص ۱۱۲۵، ص ۱۱۲۶، ص ۱۱۲۷، ص ۱۱۲۸، ص ۱۱۲۹، ص ۱۱۳۰، ص ۱۱۳۱، ص ۱۱۳۲، ص ۱۱۳۳، ص ۱۱۳۴، ص ۱۱۳۵، ص ۱۱۳۶، ص ۱۱۳۷، ص ۱۱۳۸، ص ۱۱۳۹، ص ۱۱۴۰، ص ۱۱۴۱، ص ۱۱۴۲، ص ۱۱۴۳، ص ۱۱۴۴، ص ۱۱۴۵، ص ۱۱۴۶، ص ۱۱۴۷، ص ۱۱۴۸، ص ۱۱۴۹، ص ۱۱۵۰، ص ۱۱۵۱، ص ۱۱۵۲، ص ۱۱۵۳، ص ۱۱۵۴، ص ۱۱۵۵، ص ۱۱۵۶، ص ۱۱۵۷، ص ۱۱۵۸، ص ۱۱۵۹، ص ۱۱۶۰، ص ۱۱۶۱، ص ۱۱۶۲، ص ۱۱۶۳، ص ۱۱۶۴، ص ۱۱۶۵، ص ۱۱۶۶، ص ۱۱۶۷، ص ۱۱۶۸، ص ۱۱۶۹، ص ۱۱۷۰، ص ۱۱۷۱، ص ۱۱۷۲، ص ۱۱۷۳، ص ۱۱۷۴، ص ۱۱۷۵، ص ۱۱۷۶، ص ۱۱۷۷، ص ۱۱۷۸، ص ۱۱۷۹، ص ۱۱۸۰، ص ۱۱۸۱، ص ۱۱۸۲، ص ۱۱۸۳، ص ۱۱۸۴، ص ۱۱۸۵، ص ۱۱۸۶، ص ۱۱۸۷، ص ۱۱۸۸، ص ۱۱۸۹، ص ۱۱۹۰، ص ۱۱۹۱، ص ۱۱۹۲، ص ۱۱۹۳، ص ۱۱۹۴، ص ۱۱۹۵، ص ۱۱۹۶، ص ۱۱۹۷، ص ۱۱۹۸، ص ۱۱۹۹، ص ۱۲۰۰، ص ۱۲۰۱، ص ۱۲۰۲، ص ۱۲۰۳، ص ۱۲۰۴، ص ۱۲۰۵، ص ۱۲۰۶، ص ۱۲۰۷، ص ۱۲۰۸، ص ۱۲۰۹، ص ۱۲۱۰، ص ۱۲۱۱، ص ۱۲۱۲، ص ۱۲۱۳، ص ۱۲۱۴، ص ۱۲۱۵، ص ۱۲۱۶، ص ۱۲۱۷، ص ۱۲۱۸، ص ۱۲۱۹، ص ۱۲۲۰، ص ۱۲۲۱، ص ۱۲۲۲، ص ۱۲۲۳، ص ۱۲۲۴، ص ۱۲۲۵، ص ۱۲۲۶، ص ۱۲۲۷، ص ۱۲۲۸، ص ۱۲۲۹، ص ۱۲۳۰، ص ۱۲۳۱، ص ۱۲۳۲، ص ۱۲۳۳، ص ۱۲۳۴، ص ۱۲۳۵، ص ۱۲۳۶، ص ۱۲۳۷، ص ۱۲۳۸، ص ۱۲۳۹، ص ۱۲۴۰، ص ۱۲۴۱، ص ۱۲۴۲، ص ۱۲۴۳، ص ۱۲۴۴، ص ۱۲۴۵، ص ۱۲۴۶، ص ۱۲۴۷، ص ۱۲۴۸، ص ۱۲۴۹، ص ۱۲۵۰،

حسن رضی اللہ عنہ (کمال عقل کے ساتھ) اس کی ان گستاخوں کو سنا کر سنے تھے اور خاموش دبا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مروان نے آپ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کایاں دینی شروع کر دیں اور حضرت حسن خاموش رہے اسی اثناء میں مروان نے اپنے سیدے ہاتھ سے خاک صاف کی تو حضرت حسن نے اس سے فرمایا افسوس ہے کہ ابھی نہیں معلوم کہ سیدہ ہارموئے اور ہارباؤں ہاتھ بولیں و ہارالہ کے لیے ہے۔ یہ سن کر مروان خاموش ہو گیا۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۹

امام حسن کی طمانت اور اس سے دست برداری

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت سیدنا موسیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ چالیس ہزار ایمانیوں کو آپ نے آپ کے دست حق پرست کی۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کو قسم اور فیصلہ و بندہ تسلیم کر کے مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ خلافت امیر معاویہ کے سپرد فرمائی کہ: (۱) فی الوقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جائے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ المسلمین ہوں گے۔ (۲) مدینہ، عراق اور جزیر کے باشندوں سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو حضرت علی کے زمانے سے لیا جا رہا ہے۔ (۳) حضرت امام حسن کے ذمہ جو قرض ہے اس کی تمام تر ادائیگی امیر معاویہ کریں گے۔

ان تمام شرطوں کو حضرت امیر معاویہ و حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما نے قبول کر لیا اور آپس میں صلح ہو گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مجروحہ ظاہر ہو گیا جو آپ نے فرمایا تھا کہ "میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو خلیفہ ہمارے مومنوں میں صلح کرے گا۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس صلح کے بعد تحت خلافت حضرت امیر معاویہ کے سپرد فرمایا۔ یہ سچوئی ماہ ربیع الاول ۴۳ھ مطابق ۶۴۳ء میں اور بغول بعض ماہ ربیع الثانی ۴۴ھ میں ہوئی۔ تاریخ الخلفاء ص ۸۱

حضرت امام حسن کا خلافت سے دست بردار ہونا آپ کے بعض اصحاب کو سخت اذیت دیا تو انہوں نے طرح طرح کی گستاخیاں آپ کے ساتھ کیں یہاں تک کہ بعض آپ کو "علاء المسلمین" کہہ کر پکارا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ العلاء خیر من العلاء۔ ارادہ سے بہتر ہے۔ ایک شخص نے آپ کو یہ کہہ کر پکارا اب مسلمانوں کے لئے کسے والے اسلام ملے گا اس پر آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو ذلیل کرانے نہیں ہوں۔ البتہ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ملک کے لیے جہاں و قتل کراؤں۔

ربیع الثانی ص ۳۸۲

خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو فائدہ سے محروم کر دیا۔ اہل بیت کے لیے اور ہجر پر قیام پزیر ہو گئے۔ حاکم نے حضرت جبر بن اشجری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے امام حسن سے ایک روئے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھ میں ہوں یعنی ان لوگوں نے میرے ہاتھ پر مرنے بیٹھنے کی ہمت کی تو میں ان کو مارنے میں جس سے چاہتا ہوں کڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کر دیتا۔ لیکن میں نے صرف اللہ عزوجل کی رضا مندی کے حصول کے لیے خلافت سے دست برداری دے دی اور امامت اہل بیت کے لیے اور خلافت ہتھ میں رکھی۔ پس جس خلافت سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے لیے دست بردار ہو گیا ہوں اب میں اس کو ہاتھ دال کر خوار کی خواہشوں سے بے نیاز و بارہ حاصل نہیں کر سکتا۔ تاریخ الخلفاء ص ۸۲

امام حسن کا ذریعہ معاش

خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد حضرت امام حسن کو فائدہ سے محروم کر دیا۔ اہل بیت کے لیے اور ہجر پر قیام پزیر ہو گئے۔ حاکم نے حضرت جبر بن اشجری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے امام حسن سے ایک روئے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھ میں ہوں یعنی ان لوگوں نے میرے ہاتھ پر مرنے بیٹھنے کی ہمت کی تو میں ان کو مارنے میں جس سے چاہتا ہوں کڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کر دیتا۔ لیکن میں نے صرف اللہ عزوجل کی رضا مندی کے حصول کے لیے خلافت سے دست برداری دے دی اور امامت اہل بیت کے لیے اور خلافت ہتھ میں رکھی۔ پس جس خلافت سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے لیے دست بردار ہو گیا ہوں اب میں اس کو ہاتھ دال کر خوار کی خواہشوں سے بے نیاز و بارہ حاصل نہیں کر سکتا۔ تاریخ الخلفاء ص ۸۲

میں سے بھی اکثر آپ ثبات و بخشش فرما دیا کرتے تھے۔ یہی اور ان کے عساکر نے ہشام کے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بہت تنگ دست ہو گئے۔ حضرت امیر مصلح علیہ رضی اللہ عنہ ہر حال ان کو ایک لاکھ درہم بطور تحفیہ دیا کرتے تھے۔ وہ انہوں نے روک دیا تو آپ کو بہت تنگی پیش آئی۔ فپ نے حضرت امیر مصلح کی یاد دہانی کے لیے اپنی حالت پر مقلی ایک رقم لکھنا چاہا۔ قلم دوات طلب کیا لیکن ہر کچھ سمجھ کر اپنے آپ کو روک لیا۔ اسی روز آپ نے اپنے بیٹا جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا اے فرزند کیا حال ہے؟ آپ نے عرض کیا بیٹا جان خیریت ہے لیکن تنگ دستی آئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم نے قلم دوات اسی غرض سے منگوایا تھی کہ اپنی تنگ دستی کے لیے ایک مخلوق کے پاس کچھ لکھو۔ آپ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھا کرو۔

اللھم اھذب فی قلبی رجسا لک واھذب رجسا لى عمن

سو اکتھ حتی لا ارجو احداً غیرک اللھم وما صمعت عنہ قوی و فصر عنہ عملی ولم تقعه الیہ دعائی ولم تبغھ مسالمتی ولم یجھر علی لسانی مما اعطیت احداً من الاولین والآخرین من الیقین فیخصنی بہ یارب العلمین۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ دعا پڑھے ایک ہفتہ بھی نہ گزرے بلکہ وہ مجھ سے مجھے پانچ لاکھ درہم پہنچے جس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ تمام تر نعمیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو اپنے باؤں کو دالوں کو بھی فراوانی میں فرماتا اور اپنے مانگنے والوں کو محروم و نامید نہیں فرماتا۔ اس کے بعد حضرت امام حسن نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی۔ امام حسن فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا حسن کہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تمہارا واقعہ بیان کر دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اللہ سے امیدوار ہونے اور مخلوق سے اجتناب

کرنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۸۳)

نوٹ: امید ہے کہ جو پریشان حال اس دعا کو پڑھتا رہے گا اللہ اللہ اس کی پریشانی بہت جلد دور ہوگی۔

کرامات حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بہت سی کرامات ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام حسن ایک مرتبہ پیدل حج کرنے شریف لے گئے تو آپ کے پاؤں میں درم آگیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض کی لاش کہ آپ کسی عمارت پر سوار ہو جائیں تاکہ درم گرم ہو جائے۔ آپ نے اس کی درخواست قبول نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا جب تم گھر پہنچو گے تو جیسے ایک حبشی نے گاؤں کے پاس کچھ تیل ہو گا تم اس سے تیل خرید لیتا اور بھگڑا مت کرنا۔ غلام نے کہا میرے ملا باپ آپ پر قربان! ہم نے کسی جگہ بھی کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کے پاس تیل ہو۔ جب وہ اپنی منزل پر پہنچے تو وہ حبشی دکھائی دیا۔ حضرت امام حسن نے اپنے غلام سے فرمایا یہ ہے وہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا۔ جاؤ اور اس سے تیل خرید لاکو اور قیمت ادا کر آؤ۔ جنوں ہی غلام اس حبشی کے پاس گیا اور تیل طلب کیا تو اس نے کہا تیل کس کے لیے خرید رہے ہو؟ غلام نے کہا حضرت امام حسن کے لیے۔ اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے جاؤ میں ان کا غلام ہوں۔ جب وہ حبشی آپ کے پاس پہنچا تو کہاں آپ کا غلام ہوں تیل کی قیمت نہیں لوں گا۔ آپ بس میری بیوی کے لیے جو درود میں پڑھا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح لاعشاء بچہ عطا فرمائے۔ فپ نے فرمایا اپنے گھر لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسے تم چاہتے ہو وہ ہمارا بیٹا ہو گا ہو گا۔ حبشی گھر گاتا دیکھا کہ آپ کے فرمان کے مطابق بچہ پیدا ہو گیا۔ (شواہد تنزیہ ص ۱۳۰) جب کہ یہ لکھنا کہ

دوسری بڑی کرامت آپ کی یہ ہے کہ ایک دن آپ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

کے کسی بیچ کے ساتھ کہیں سفر تھے کہ ایک ایسے نخلستان میں قیام پزیر ہوئے جو پائیکل شیک تھا۔ اور کچھ روزوں کے درمیت بھی شیک پر چلے گئے تھے۔ حضرت حسن نخلستان کے ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ اتنے زبیر نے عرض کیا کہ اے کاش! اس نخلستان میں تازہ کھجوریں ہوں جو ہمیں ہم کھاتے حضرت امام حسن نے فرمایا کہ تازہ کھجوریں چاہتے ہو یا ابن زبیر نے کہا ہاں آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور زبیر نے کچھ پڑھا جو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ فوراً کھجور کا ایک درخت تود تازہ اور پھر آکر ہو گیا۔ اس میں تازہ کھجوریں لگے تھیں۔ ان کا ساغی شکرین بولا بخدا یہ تو جادو ہے حضرت حسن نے فرمایا یہ جادو نہیں بلکہ فروغ رسول کی وعائے مستجاب کا اثر ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے خوب ختم میر ہو کر کھایا۔ (شادیہ صفحہ ۱۳۲)

تیسری کہامت یہ ہے کہ کسی شخص نے آپ کی قبر شریف پر پانڈا کر دیا تو وہ فوراً دواش ہو گیا۔ اور کئی طرح ہو نکلے گا۔ اور اسی حال میں بری طرح سے مر گیا۔ پھر اس کی قبر سے بھی بھونکنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ (سندھت انگریز میں ص ۳۳۳ ملاحظہ)

حضرت امام حسن اور کثرت ازدواج

ابن سعد نے حضرت علی بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عورتوں کو بہت طلاق دیا کرتے تھے اور جو عورت آپ کے نکاح میں ایک بار آجائی وہ آپ سے جدا کی ہرگز نہیں جاتی تھی آپ پر فریضہ ہو جاتی تھی۔ اس طرح آپ نے نوے (۹۰) شادیاں کیں۔ چھ مہینے محمد کے حوالے سے کھا ہے کہ امام حسن نکاح کرتے اور طلاق دے دیتے۔ آپ کی اس روش سے ہمیں خوف پیدا ہو گیا کہ اب قیام میں دشمنی بیشہ بیشہ قائم رہے گی۔ ابن سعد نے حضرت محمد کے حوالے سے اور امول نے اپنے والد کی ذیالی بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اے کوئی داناؤ! حسن کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی مت کرو وہ طلاق دینے کے بعد ہی ہیں۔ یہ سن کر وہابی نے کہا خدا کی قسم امام ان سے اپنی بیٹیاں شہر

جائیں گے جس کو داپنڈ فرمائیں رکھیں اور جو ناپنڈ ہو اس کو طلاق دے دیں۔ لوگوں کی اس محبت اور حضرت امام حسن سے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ قیام رسول تھے۔ اسی لیے لوگ اس کی پروا نہ کرتے تھے اور اپنی بیٹیاں آپ کے نکاح میں دے دیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۸)

حضرت شہ عیضا حضرت ولایت علیہ الرحمہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن عورتوں سے نکاح فرماتے اور پھر ان کو طلاق دے دیتے تھے اور پھر دوسری عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے تھے۔ اور ایسا یہ نیت خواب کرتے تھے۔ اور جب حضرت امام حسن سے کثرت تزویج کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو میری وجہ سے ظہیر اسلام علیہ السلام علیہ وسلم سے رشتہ ہو جائے جو قیامت کے دن انہیں کام آئے۔ (تقدیر عزیزی ص ۱۳۳)

یہودیوں سے اچھا سلوک

جب تک جو بھی عورت آپ کے عہد عقد میں رہتی تھی آپ اس سے بڑی محبت اور اس کی بڑی قدر فرماتے تھے اور طلاق دینے کے بعد بھی ان کو اتنا کچھ عطا فرماتے تھے کہ وہ بغیر زندگی و مالی سکون و مطمئنان سے گزارا نہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ رواجہوں میں آتا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ فوارہی اور ایک اسدی عورت کو راجی طلاق دی تو ان کی دل دہی کے لیے دس دس ہزار درہم اور ایک ایک منگھیر و شہد ابھار دیا۔ جب فوارہی عورت کو یہ رقم ملی تو اس نے شکر کے ساتھ قبول کر لی۔ لیکن جب اسدی عورت کو ملی تو یہ بخند دیکھ کر بے اختیار صرخت بھرا شعر فرمایا۔

منع غفل من صیبت فراقی

یعنی ہوا نے دالے دوست کے متعلقے میں یہ متاع حقیر ہے۔ (اسرار الکرمین

حضرت امام حسن کی شہادت اور زہر خورانی

امام حسن نے حضرت عمران بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دو ٹون آنکھوں کے درمیان قیل ہو اٹھتا ہے۔ لیکن جب حضرت سعد بن مسیب نے یہ خواب سنا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی حیات کے چند روز باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس خواب کے رکھنے کے بعد آپ صرف چند روز زندہ حیات رہے اور پھر زہر دے کر آپ شہید کر دیے گئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۲)

زہر خورانی کی تفصیل اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سب سے پہلے آپ کو شہد میں زہر ملا کر دیا گیا۔ آپ دو مندوں کے درمیان اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ القدس پر حاضر ہوئے اور اپنے جسم کو زہر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکت پاک کے ساتھ ملا کر آپ کو شہادت حاصل ہوئی اور آپ صحت باپ ہو کر اپنے مکان پر تشریف لے آئے۔ (درال غم ص ۳۳۳، دلائل الہدایہ ص ۱۳۸)

دوسری بار آپ کو زہر آلود کھجوریں کھلائی گئیں۔ انہی آپ نے سات کھجوریں ہی کھائی تھیں کہ آپ کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئے گی۔ آپ نے فوراً کھجوروں سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور شدت تکلیف سے رات بھر نہ سچے کر سچے رہے تب کوئی بھجور اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس پر حاضر ہوئے اور دعا فرمائی تو اس بھجور خدا کے فضل و کرم اور اپنے نانا جان کے فضل زہر کا اثر ختم ہو گیا۔ (زوائد الہدایہ ص ۱۳۸)

تیسری بار رات کے آٹھ بجے میں، ہمیرے کی کٹی کے ساتھ زہر ملا کر آپ کی صراحی میں ڈال دی گئی۔ اس وقت آپ آرام فرما رہے تھے کہ اچانک اٹھے اور اپنی ہمیرہ حضرت زینب کو بلایا اور فرمایا: "ابھی چھاندھا سرکار ہندہ کو خواب میں دیکھا

ہے۔ فلاں کی خدمت میں آیا جان، ابھی جان بھی حاضر نہیں۔ لہذا اپنی لاداکہ وضو کروں۔ حضرت زینب پانی لیے کھینیں اور آپ نے اس سروی میں سے پانی نوش فرمایا۔ پس پانی پینے ہی ایک سرو آہ بھری اور فرمایا کہ کیا پانی ہے کہ میرے حلق سے ٹپ ٹپ نکلتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ پھر میں نے فرمایا کہ جلدی جانو اور بھائی حسین کو بلا لاؤ۔ آپ نے فوراً بھائی کو بلوایا۔ آپ بھائی کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور بغل بکرو ہو کر نوب سے۔ اور فرمایا بھائی جان! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، اب قیامت کے دن اے امی قاتلہ ہوگی۔ (زوائد الخلفاء ص ۱۸۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ کسی نے زہر اور امیر معاویہ کے ہاتھ میں لکھا ہے لیکن یہ محض قیاس ہے جس کو صحیح ماننے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں۔ اللہ و رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ ٹاپاک حرکت کس نے کی ہے۔ لیکن اس معاملے میں صاحب زہر جن کو زہر دیا گیا وہ خود فریاد کرتے ہیں کہ مجھے جس نے زہر دیا ہے اس کا معاملہ منعم حقینی کے سپرد کرنا ہوں۔ حضرت امام حسین نے اصرار پوچھا کہ بھائی جان بتائیے آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ مگر اس صبر و تحمل کے نچوڑنے نام نہیں بتایا۔ اور فرمایا میں جس کو اس فعل کا مرتکب سمجھتا ہوں اگر واقعی وہی اس کا مرتکب ہے تو اللہ بھر دل دے دے والا ہے۔ اور اگر وہ مرتکب نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے قصور مارا جائے۔ اس سلسلے میں ہم قدرے تفصیلی کے ساتھ ایک مختصراً مضمون پر حضرت صدرالانفاس مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "سوانح کربلا" میں لکھا ہے، غریب کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

آپ کہتے ہیں کہ مورخین نے زہر خورانی کی لسٹ جعدہ بنت اشعث بن نہیں کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی

کرے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ احوال۔ اسوۃ الخیر ص ۱۶۶

صاحب تاریخ الخلفاء تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یوں تو کسی ہار نہ ہو رہا تھا۔ سن ۴۰ھ میں ایسا ہار بر ملا ہوا کہ کچھ کے کھوکھے ٹٹ کٹ کر گرے گئے۔ لیکن اگر یہی آپ کے انتقال کا سبب بنا۔ اس وقت آپ کے برابر صغیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے۔ حضرت امام حسن کی نگہداشت اور بے قراری میں زیادہ اضافہ ہو۔ تا کہ آپ نے فرمایا اسے برادر معظم۔ گھبراہٹ کیسی؟ آپ نے ملا جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسے بلا جان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے ہیں۔ اپنی جد کریمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ اور والدہ محترمہ حضرت فاطمہ اثر ہوا رضی اللہ عنہا سے ملاقات کریں گے اور اسے بچا حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما سے ملیں گے۔ اور اپنے ماموں حضرت قاسم و حضرت طاہر رضی اللہ عنہما سے بھی ملاقات کریں گے یہ سن کر حضرت امام حسن نے فرمایا اسے برادر عزیز میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں آپ سے پہلے بھی نہیں گیا تھا۔ اور میں ایسی حلقوں کو دیکھ رہا ہوں جسے میں نے پہلے بھی نہیں دیکھا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۸) اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور کوئیوں کی بدسلوکی و ایذا رسانی کا بھی ذکر فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خواہش ظاہر کی تھی کہ روٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے دے دی ہے لیکن میری وفات کے بعد تم پھر دوبارہ وہاں دفن کرنے کی اجازت حاصل کر لیتے۔ لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ نبو اب ایسا کرنے نہ دیں گے۔ اگر وہ لوگ مزاحم ہوئے تو تم زیادہ اصرار مت کرنا۔ چنانچہ جب حضرت امیر حسن رضی اللہ عنہ کا ۴۰ھ کا یومِ دینِ اللہ ۲۵ سال چھ ماہ چند روز کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام حسن کی وصیت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ مگر حروان (حاکم مدینہ) مانع ہوا جس پر حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار متبطل کر لیے۔ مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام

ہامانے پیڑ ہوئی۔ پتہ اور پرینے اس سے نکاح کر دیا تھا۔ اس طبع میں اگر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ لیکن اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان عمل کا الزام کس طرح جواز ہو سکتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ روایت میں ہے کوئی سند نہیں ہے اور مورخین نے بغیر کسی معتبر سند یا سند حوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابلِ اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانے میں جیسی ہو سکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ایسی تحقیق ہو۔ خاص کر راند جب اتفاقاً ہو۔ مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کا قتل اور آپ کے قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نہ نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دیندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اسے وہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام نہیں دے سکتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا نہ اب جہد کو قتل ہونے کے لیے تعین کرنے والا کون ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کیا امان کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جہد کی زہر لروائی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا اور نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شیعہ حسرت کے ساتھ متنبہ کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین حما ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی نمایاں ظاہریوں کے انفرادہ ہوں۔ جبکہ صحیح اور مستند تاریخ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر الخیر و زہد تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کیے اور مظاہرین دیں۔ لیکن کسی بھی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ طلاق کے بعد بھی وہ اپنی بیعت زندگی حضرت امام کی محبت میں گزار دیتی تھیں۔ ایسی حالت میں بات بہت بعد ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے بغیر کی قدر نہ کرے اور بیوی پلید کی طرف ایک طبع قسہ سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب

حسین کو اپنے بھائی کی وصیت بادشاہ کو واپس کیا۔ اور یہ فرزند اور جند جگہ گوشہ بقول اپنی والدہ محترمہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۸) آپ کی نماز جنازہ حضرت سعد بن عاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔



پیر و نسب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور سنی مشہور و معروف صحابی ہیں۔ وہ سلطنتِ اسلامیہ کے اولین امیر بادشاہ ہیں۔ ان کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسویں سال مکہ میں ہوئی۔ آپ کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے والدین بھی دولتِ اسلام سے مشرق اتر گئے تھے۔

آپ کا نام معاویہ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ کے والد کا نام ابوسفیان اور والدہ کا نام ہندہ ہے۔ باپ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: معدیہ بن ابوسفیان عمر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن مناف بن قصی الاموی اور بنی کی طرف سے نسب یہ ہے۔ معاویہ بن ہندہ بنت حنیہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور عبد مناف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادا ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے: محمد رسول اللہ ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ غرض یہ ہوا کہ امیر معاویہ والد کی طرف سے پانچویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں شامل ہو پائے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرہی رشتہ دار میں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اللہم اجعلہ ہادیا ومہدیا

ہر فل (شاہِ روم) کا ذکر کرتے ہیں مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھول جاتے ہیں۔
(تاریخ الخلفاء ص ۲۸۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہایت فکیر دل، بخشنے والا، علم و کرم تھے۔ ان کی سخاوت ہر ایک پر بجا اعتبار و موافق و مخالف سب پر یکساں ہوتی تھی۔ بالخصوص اہل بیت اطہار کو بیش خوش رکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خلافت انہیں کا حق ہے اور انہیں کے مخالفان کے باعث مجھے بے عزت و اکرام حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو حضرت امیر معاویہ نے انہیں اپنی جگہ بٹھایا۔ اور خود سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: امام حسن ہم شکل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس مشابہت کا احترام کرتا ہوں۔ اس کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا آج میں آپ کو ایسا نذرانہ دیتا ہوں کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا نذرانہ نہیں دیا اور نہ آئندہ آپ کے بعد کسی دوسرے کو ایسا نذرانہ دینا کا۔ چنانچہ آپ نے چار لاکھ درہم حضرت امام حسن کی ہار گاہ میں پیش فرمائے جنہیں آپ نے قبول فرمایا۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نثر ص ۱۴۸)

حضرت امیر معاویہ بھی غافقائے راشدین کی طرح احسان المؤمنین کی خدمت اپنے لیے باعث سعادت و افتخار سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک لاکھ اشرفی کی قیمت کا زینہ و نذر فرمایا۔ اور حضرات حسنین کریمین کے لیے چالیس ہزار اشرفیاں پیش کیں۔ (تاریخ الاسلام مسند شریف امرتسری ج ۳ ص ۱۵۳)

علامہ محمد بن محمود اہلِ ابی کتاب "فناکس الفنون" میں کتاب التایبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ جو کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں تصدیق دے تو میں اسے فی شعر ایک ہزار دینار دوں گا۔ چنانچہ حاضرین شعراء نے حضرت علی کی شان میں اشعار پڑھے اور خوب انعام لیے۔ حضرت امیر معاویہ ہر شعر پر فرماتے تھے کہ علی اس سے بھی افضل تھا۔

یہاں تک کہ ایک شخص عترو بن عاص کا ایک شعر آپ کو اس قدر پسند آیا کہ اسی شعر پر اس کو سات ہزار دینار دے دیے۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نثر ص ۱۴۹)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سورت سننے (۱۳۳) احادیث مروی ہیں۔ آپ جسے علما و زاہد تھے۔ آپ کی مہارت کے متعلق مشہور ہے کہ ایک بار آپ رات کو وقت اپنے محل میں سو رہے تھے کہ ایک چمک ایک آدمی نے آپ کو جگا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور اس محل میں کیسے پہنچا؟ اور بولا کہ میں انہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا کلام نماز کے لیے جگانا نہیں ہے۔ جب اسے ڈر آیا دھمکا تو اس نے کہا کہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں نے آپ کو نماز فجر کے وقت ملا دیا تھا جس سے آپ کی نماز تقاضا ہو گئی تھی۔ آپ اس کے غم میں انا روئے تھے کہ میں نے فرشتوں کو آپس میں کام کرتے ہوئے سنا کہ امیر معاویہ کو اس رنج و غم کی وجہ سے پانچ سو نمازوں کا کلمہ دیا گیا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر آج پھر آپ نماز فجر نہ پڑھ سکتے تو آج آپ پھر روکیں گے اور ایسا نہ ہو کہ ایک ہزار نمازوں کا ثواب حاصل کر لیں۔ اس لیے آپ کو یاد دلاؤ کہ ایک ہی نماز کا ثواب حاصل کریں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ بہت عابد و فہم اور متبہل بارگاہِ الہی تھے اور انہیں جبما حبیبیت ہو کسی کے قبضے میں نہ آدے وہ آپ کے ہتھ و گرفت سے نہ ہٹ سکا۔ یہ سب بظاہر محض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا ہے جو نگاہِ سرور و تاملت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے اس کی نظروں سے کون سی چیز چھپ سکتی ہے۔
حضرت امیر معاویہ پر ایک نثر ص ۱۵۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل اللہ رحمانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار بھی ہیں۔ لہذا صحابہ کرام سے متعلق جس قدر فضائل و مناقب تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں ان سب میں حضرت

امیر معاویہ بھی داخل ہیں۔ اس لیے ان سے انقباض، کینہ اور حسد رکھنا سخت قسم کی عمرونی اور ایمان کی کمی کا باعث ہے۔

آپ کے فضائل و مناقب تو کثرت سے ہیں لیکن ہم ان میں سے چند ہمیں ذکر رہے ہیں۔

(۱) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر (صحابی رسول) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے لیے فرمایا:

اللہم اجعلہ عاقلہ عاقلہ مہذبہ
واحدہ۔ (ترمذی شریف ج ۵ ص ۱۷۵)
ہدایت یافتہ بنا اور ان سے ہدایت دے۔

(۲) حضرت عیاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہم علم معاویہ
المکتتاب والحساب وقہ العذاب۔
اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب بچا۔

(۳) حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۳۶۷ تبارک شریعہ اسلامی ص ۳۶۷
(۳) حضرت عطاء بن ابی ریحان شیبہ الدین خفائی شہم الریاض شرح شفا غیاض میں فرماتے ہیں:

ومن یسکون بطنہ فی
معاویہ لذاک من کذاب
وہ جنسی کلمات میں سے ایک کتاب ہے۔

المہذبہ۔ (احکام شریعت ج ۵ ص ۵۵)
(۳) حافظ عارف ابن اسامہ نے ایک بہت طویل حدیث روایت فرمائی ہے۔ اس میں خفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے فضائل ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے

و معاویہ ابن ابی سفیان
احمد اعنی و احوذہا۔ (حضرت
امیر معاویہ پر ایک نظر ص ۳۱)

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے کہا کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟
آپ نے فرمایا: وہ القبہ ہیں۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۶۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی علالت اور آخری خطاب

۶۸ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے عرصہ آپ کے فوجی مشغول ہو چکے تھے اور جسمانی طاقت بھی جو اب دے چکی تھی۔ اپنی عورت سے کچھ دنوں پہلے اسوں نے حسب ذیل خطبہ دیا جس کے چند جملے حسب ذیل تھے۔

لوگو! میں اس عہد کی طرح دور ہو سکتے کے لیے تیار ہو۔ میں نے تم لوگوں پر طویل مدت تک حکومت کی کہ میں بھی اس سے تھک گیا اور عطا نامہ لوگ بھی تھک گئے ہو گئے۔ اب مجھے تم سے جدا ہونے کی مناسبت اور عطا نامہ کو بھی پکی آرزو ہوگی۔ میرے بعد آنے والا مجھ سے کمزور ہوگا۔ کسی کتاب مقلوبہ کے کہ جو شخص خدا سے ملنے کی مناسبت نہ رکھتا ہے اس سے ملنے کا شفیق رہتا ہے اس لیے خدا اب کچھ کو تجھ سے ملنے کی آرزو ہے اس لیے تو مجھے اپنی حاضری کا شرف عطا فرما اور اس طاقت میں برکت عطا فرما۔ اس خطبہ کو انہی دنوں عرصہ نہیں گزرنا تھا کہ آپ سخت بیمار ہوئے اور مرض میں روز بروز زیا دتی ہوئے گئی۔ وفات آخر آچکا تھا اس لیے علان و معالجہ سے بھی کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تھا اور اپنے گھروالوں سے فرمایا کہ میری آنکھوں میں سرور لگا دو، سر میں جیل ڈال دو اور لوگوں سے کہہ دو کہ انہیں اور کھڑے کھڑے سلام کر کے چلے جائیں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور آپ تنگ سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھے رہے۔

آخر میں علودن ج ۵ ص ۳۶۳ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۴۳

حضرت امیر معاویہ کی یزید کو وصیت

حضرت علامہ ابوالفتح اپنی کتاب "نور العین فی مشہد الحسین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بڑے بے پناہ غم میں مبتلا ہوئے کہ اب کیا ہے! آپ کے بعد خلیفہ کون ہو گا؟ تو آپ نے فرمایا خلیفہ تو وہی ہے گا مگر جو کچھ میں کہتا ہوں اسے خود سے من کوئی کام حضرت امام حسین کے مشورے کے بغیر مت کرنا میں کہتا ہوں کہ انہیں پناہ پھر خود ہاتھ میں لے لیں ان سے پہلے ان پر خرچ کرنا پھر کسی اور پر پہلے انہیں پناہ پھر خود ہاتھ میں لے لیں امام حسین ان کے گھر والے اور ان کے کنبے اور ہر جگہ سارے بنی ہاشم کے لیے ایسے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ اسے پہنچا خلافت پر امارا حق نہیں ہے وہ امام حسین ان کے والد (حضرت علی) اور ان کے اہل بیت کا حق ہے تو چند روز خلیفہ رہا۔ پھر جب حضرت امام حسین پورے کمال کو پہنچ جائیں تو پھر وہی خلیفہ ہوں گے یا شیعہ ہو جائیں۔ تاکہ خلافت اپنی جگہ پہنچ جائے۔ ہر سب امام حسین اور ان کے مائے جان کے غلام ہیں۔ انہیں ناراض نہ کرنا ورنہ تجھ پر اللہ و رسول ناراض ہوں گے تو پھر تیری شفاعت کون کرے گا۔

(حضرت امیر معاویہ پر ایک نفر ص ۶۸ مطبوعہ مکتب خانہ اہلسنت کاپور)
تاریخ طبری و تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو ان اطفال میں وصیت فرمائی کہ جہاں وہ ہیں نے تمہارے راستے کے تمام کھنڈے ہٹا کر تمہارے لیے راستہ صاف کر دیا ہے اور دشمنوں کو زہر کے سارے عرب کی گرد میں بھٹکائی ہیں اور تمہارے لیے اہل اقبال جمع کر دیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کیا ہو گا۔ مجھے اب اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ مرغا خلافت میں کوئی تم سے نزاع کرے گا۔
ابن ابی شیبہ قرطبی میں چار شخص ایسے ہیں جو تمہاری مخالفت کر سکتے ہیں۔ ان میں حضرت حسین ابن علی، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم ہیں۔ لیکن عبداللہ ابن عمر سے کوئی فتنہ نہیں۔ ان میں عبادت و ریاضت کے علاوہ اور

کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے۔ جب سب بھٹ کر لیں گے تو وہ بھی بیٹ کر لیں گے۔ حسین ابن علی کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر امداد نہ کر لیں گے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ مگر یہ تم پر خروج کریں اور تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو تو درگزر کرنا۔ ان کا بیعت کرنا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے ہیں اور سیدھی ساری طبیعت کے مالک ہیں۔ اور ابن ابی بکر کی اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں ہو گی ان کے دوست و اصحاب سب ان کے لیے رہے ہیں وہ بھی دیہاتی کریں گے۔ ہاں وہ شخص نہیں ہے شریک طرح صلہ کرے گا اور مثل لوزی نکو فریب کے ساتھ پیش آئے گا وہ عبداللہ ابن زبیر ہیں۔ ہیں اگر وہ ایسا کریں اور تم کو ان پر غلبہ حاصل ہو جائے تو ان کے کلمے نہ ٹکڑے کروانا۔ (تاریخ طبری ص ۱۵۵) تاریخ ابن خلدون ص ۲۲ ص ۱۶۵

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باختلاف روایات ۵۳ یا ۵۴ رجب المرجب ۶۰ھ میں انہی کی پیاوی سے وفات پائی۔ دمشق میں باب جاہلیہ اور دو باب صغیر کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ صحیح روایت کے مطابق اسی وقت آپ کی عمر ۷۰ سال تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عرض وفات میں بار بار فرماتے تھے کہ کاش میں فریخ کا معمولی انسان ہوتا جو فی طوی گلاں میں رہتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا جن میں پڑتا۔ اور بوقت وفات آپ نے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی شریف اور حضور کی چادر مبارک، اگر مبارک اور آپ کے کچھ باقی شریف اور ناخن مبارک ہیں۔ مجھے حضور کی فیض میں کفن دینا حضور کی چادر میں لپیٹنا حضور کا بے ہند (کلی) مجھے پاندہ دینا اور حضور کے موٹے مبارک اور ناخن شریف میری آنکھوں اور منہ کے اندر رکھ دینا۔ اور پھر مجھے امر المؤمنین کے سپرد کر دینا۔ آپ کی لڑائی جہاد شجاع بن قیس نے پڑھائی۔ (حضرت امیر معاویہ پر ایک نفر ص ۶۳) سیرت اصحاب ص ۵۳ عرب۔ مولا مکتب الدین تہجدی تاریخ طبری ص ۱۵۳

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

زبلا پہ بار اما یہ کس کا نام آیا
کہ میری لعل نے ہوئے مری زبان کے لیے

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی حسین اور کنیت ابو عبد اللہ ہے اور سید شباب اہل البیت اور ربکاۃ البقی القلب ہے۔ والد گرامی داماد رسول حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ مشکینہ رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ جگر گوشہ رسول خاتون جنت حضرت سیدنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں اور ثناء جان سیدہ الاخیاء والمہملین صلی اللہ علیہ وسلم اور ثانی جان حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کا شجر نسب یہ ہے۔ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی مدظلہ۔

ولادت باسعادت

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تیسرے امام اور اہل بیت ہیں۔ آپ کی ولادت کے متعلق مشکوٰۃ شریف میں تحریر ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی جان حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات میں

میں ایک خطرناک خواب دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہے؟ بولیں۔ حضور! بہت خطرناک ہے۔ حضور نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ بولیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم پاک کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کو ایک لڑکا پیدا ہو گا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔ حضرت ام الفضل کوئی ہیں کہ حضرت فاطمہ کے یہاں حسین پیدا ہوئے تو میری گود میں دیئے گئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۸)

حضرت ام الفضل کے خواب کی تعبیر 5 شعبان المعظم 4ھ میں مقام مدینہ منورہ ظاہر ہوئی کہ اسی تاریخ کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی جو عالم فیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ایک ٹکڑے تھے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین کی ولادت باسعادت کی خبر سنی تو فوراً کاشانہ خاتون جنت پر تشریف لائے اور فرمایا: میرے تخت چکر کو دکھاؤ۔ ۱۔ سعادت مجھ سے مجھے امام حسین کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضور کی آغوش رحمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پیارے حسین کے دائیں کان میں اذان و اقامت اور بائیں کان میں اقامت پڑھ کر امام حسین کے منہ میں بیٹا لعین و ابن مبارک ڈالا اور دائیں فرماں میں پھر حکم الہی آپ کا امام حسین رکھا اور ساری دن فقیہ کر کے آپ کے ہاواں کے ہم وزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے حلقہ میں دو میزے لٹائے گئے اور ایک روایت میں ایک ہی میزے کے بارے میں تحریر ہے۔ (امار شریعت حصہ ۱) (ترجمہ ص ۱۵۲)

شکل و شبہات

آپ نہایت حسین و خوبصورت تھے۔ آپ کی شکل و صورت کے متعلق حضرت سیدنا فاطمہ الزہراء حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ

ہیئتے سے قدم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور شواہد انہوہ میں آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی مبارک اور دیشاموں سے روشنی نکل کر قرب و جوار کو منور کر دیتی تھی۔ (شواہد النہرہ ص ۳۰۳)

عبادت و ریاضت

آپ پارسہ عابد و زاہد اور فہر گزار تھے۔ پورا پورا دن اور ساری ساری رات نمازیں پڑھتے اور تلاوت قرآن حکیم میں گزار دیا کرتے تھے۔ ذکر خداوندی کا یہ شوق کرنا کہ جتنی ہوئی زمین پر تین دن کے بھوکے پیاسے رہ کر بھی نہ چھوٹا اور شہادت کی حالت میں بھی دو رکعت نماز ادا کر کے ہار گاہ خداوندی میں اپنا آخری عذرانہ پیش فرما دیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عہد نبوی میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لخت جگر حضرت امام حسن کی طرح حضرت امام حسین سے بھی بہت زیادہ پیار و محبت فرماتے تھے۔ ان کی معمولی سے معمولی تکلیف سے بھی آپ نے قرار ہو جانا کرتے تھے اور ان کو دیکھتے بغیر آپ کو سکون نہ آتا تھا۔ روزانہ آپ ان کو دیکھنے کے لیے حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز کارا قندہ پہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک مقام پر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے وجہ دریافت فرمائی۔ سیدنا نے عرض کیا کہ پیاس سے رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا فرمائی کہ کسی کے پاس پانی ہے؟ مگر کسی کے پاس ایک نظر پانی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک

صاف جزارے کو بھیجے دے دو۔ انہوں نے پرے کے چمپے سے دے دیا۔ آپ نے ان کو لے کر پینے سے لگایا۔ وہ اس وقت بہت دور پہنچے تھے اور کسی طرح خاموش نہ ہو سکتے تھے۔ آپ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دی۔ وہ چمپے نگے یہاں تک کہ ان کو تسکین ہوئی، اس کے بعد وہ حین روئے لیکن دوسرے صاف جزارے بدستور رو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو بھی مجھے دے دو۔ انہوں نے دے دیا تو آپ نے ان کے بھی منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال دی۔ وہ چمپے نگے اور تسکین پا کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ان دونوں کے رونے کی آواز ختم ہو گئی۔ (خصائص کبریٰ ج دوم ص ۷۷، ذکر جمیل ص ۱۸۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین سے بے انتہا محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں بازو اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بائیں بازو پر بٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے یہاں اکٹھے نہ رہنے دے گا۔ ان میں سے ایک کو واپس بلا لے گا۔ اب ان میں سے آپ سے چاہیں پسند فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حسین وفات پا جائیں تو ان کے غم میں (حضرت) فاطمہ (حضرت) علی اور مجھے تکلیف ہوگی اور اگر ابراہیم وفات پا جائیں تو زیادہ غم میری ہی جان پر پونے گا۔ اس لیے مجھے اپنا ہی غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا۔ بعد ازاں جب بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور خوش آمدید کہتے ہوئے فرماتے۔ مرجأ اے حسین! میں نے تم پر اپنے بیٹے کو قربان کر دیا ہے۔ (شواہد النہرہ ص ۳۰۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت حضرت امام حسین کی عمر شریف باختلاف روایات سات سال کی تھی۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت شروع ہوئی تو آپ سوا دس برس کے تھے اور عہد عثمانی میں پورے جوان ہو چکے تھے اور 30ھ میں طبرستان کے جہاد

میں شرکت فرمائی اور اپنے والد گرامی حضرت علی کے ہمہ میں بھی جنگ جمل و جنگ صفین میں شرکت فرمائی۔

علم و فضل

تمام اہل تاریخ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ علم و فضل میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے، آپ کے ہم عصر صحابہ کرام آپ سے فوقی و ربانی کرتے تھے۔ آپ کی تقریر و تحریر کی کوئی نظر نہیں ملتی۔ آج بھی آپ کی تقریریں و خطابات تاریخ کے صفحات کی زینت بنے ہوئے ہیں، انہیں پڑھ کر آپ کے زور بیان اور فصاحت و بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے پڑے بھائی امام حسین کے ساتھ محققان ج فرمائے ہیں۔

حضرات حسین، کریمین کے فضائل احادیث کریمہ کی روشنی میں

حضرت سیدنا امام حسن و حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کے بعض الغراری فضائل کے علاوہ اکثر فضائل مشترک ہیں، اسی لیے ہم ان دونوں قدسیوں کے فضائل کو ایک ساتھ لکھ رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحسن والحسين سيدنا
سبب اهل الجنة۔
حسن اور حسین جتنی جو ہوں کے
سبب ہیں۔ (ترمذی شریف ج دوم ص ۳۰۷)

(۲) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی کلام سے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح باہر تشریف لائے کہ آپ کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے میں نے جاننا چاہا۔ آپ میں عرض حاجت سے فارغ ہوا تو دریافت کیا۔ حضور! یہ کہا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے باہر اٹھائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ نے فرمایا:

هذان ابناي وابنا ابني
اللهم اني احبهما فاحبهما
لو اے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے
محبت کرتا ہوں تو مجی ان سے محبت کر اور
جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت
کر۔ (ترمذی شریف ج دوم ص ۳۰۷)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الحسن والحسين هما
میرے دو پھول ہیں۔ (ترمذی شریف ج دوم ص ۳۰۷)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا کہ اہل بیت میں آپ کو سب سے زیادہ کون بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: الحسن والحسين حسن اور حسین۔ اور حضور حضرت فاطمہ سے فرماتے تھے کہ اوعی لی ابني فبشحبهما وبشحبهما الیہ۔ میرے پاس میرے بچوں کو بلاؤ پھر ان سے سو گھنٹے بیٹھے اور پکچھے سے لگاتے تھے۔ (ترمذی ج دوم ص ۳۰۷)

(۵) حضرت بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک امام حسن و امام حسین تشریف لائے۔ انہوں نے سرخ رنگ کی قمیص زیب تن فرما رکھی تھی اور دو چٹے پٹے کر پڑے تھے۔ ان کو گھورتے دیکھا تو امام ابراہیم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ چھوڑ دیا اور میرے چچے

اتر آئے اور ان دونوں کو گود میں اٹھایا اور اپنے سانسے بٹھا کر ارشاد فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بچ فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد او و جسمائے ملان آراش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو گرتے دیکھا تو مہربن کر ملاحتی کہ میں نے اپنی ہانت بد کر دی اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۳۷ مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت ص ۸۷) ۳۳

(۱۵) ایک دن حضرت امام حسن اور امام حسین کشتی بڑے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسن سے فرمایا۔ اے حسن! حسین کو پکڑ لو۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بڑے کو کشتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل بھی تو حسین سے کہہ رہے کہ حسن کو پکڑ لو۔ (ارشاد الہدیٰ ص ۱۰۲، شفاء السیرۃ ج ۲ ص ۳۶۹)

(۱۶) ابو الحسن بن شاکل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بمنص لعاب حبسین کھتا بمنص السرجیل الشمرہ۔ آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا لعاب اس طرح چوس رہے تھے جیسے کوئی شخص کبجو و کو چوستا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۳، نو و الاشیاء ص ۳۹۹)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے بارے میں فرمایا کہ من احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی۔ جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ (عارض الثبوت ج ۱ ص ۵۳۰)

(۱۸) حضرت ملکان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا حسن و حسین میرے بیٹے ہیں۔ من احبہما احبنی ومن ابغضہما ابغضنی۔ من ابغضنی ابغض اللہ ومن ابغض اللہ ابغض اللہ۔ (احمد السنن ج ۱ ص ۱۰۲)

نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اس کو جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔ (سفینہ نوح ج ۱ ص ۱۶ بحوالہ المستدرک ج ۲ ص ۳۶۹)

(۱۹) کنز الغرائب میں ہے کہ ایک بدوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ہنی کا ایک بچہ بڑا کیا۔ اسے میں حضرت امام حسن آئے۔ آپ نے ہنی کا بچہ ان کو دے دیا۔ جب امام حسین نے دیکھا تو بچہ چھوڑ کر برادر معظم یہ کہیں سے لائے؟ کہا۔ مٹا جانے کے دیا ہے۔ امام حسین ہنی کا بچہ لینے کے لیے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور خدا کرے بیگے۔ آپ نے بہت سبکدوشی فرمائی۔ قریب تھا کہ امام کی آنکھوں میں آنسو آجائیں کہ نگاہ ہنی اپنے ساتھ ایک اور بچہ لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ سرکار! میرا ایک بچہ بدوی نے حاضر خدمت کر دیا ہے۔ یہ دو سرا بچہ حکم خداوندی حسین کے لیے حاضر ہے کہ حسین بچہ طلب فرما رہے تھے۔ اگر چشم حسین سے ایک آنسو بھی ٹپک پاتا تو کرو بیان عرض کے دل و کلی جاتے۔ (روایت الشیخ ابی داؤد ج ۲ ص ۳۶۹)

(۲۰) ایک دفعہ دونوں شہزادوں نے تختیاں لکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھنے گئے۔ نا اہلان آجائے کس کا خط اچھا ہے؟ آپ نے اس خیال سے کہ کسی کو رنج نہ ہو، خود فیصلہ نہ فرمایا بلکہ حضرت علی کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے بھی یہی خیال کر کے حضرت سیدہ کے پاس بھیج دیا۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا۔ میں خدا کی بھلائی و برائی کیا بتاؤں مگر بہ سات موتی ہیں ان کو میں زمین پر ڈالتی ہوں جو نیا و دو موتی ہیں لے اس کا خط اچھا ہے۔ آپ نے موتی ڈالنے شہزادوں نے تین تین موتی چن لیے۔ قریب تھا کہ ایک بھائی جو قضا موتی اٹھا لے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حکم اٹھایا ایک موتی اٹھا لیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور اودھا اودھا موتی دونوں ہاتھوں کے منہ میں آگیا۔ حضور جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ اللہ اکبر! آج اللہ تعالیٰ کو ان کی اتنی

رجب کی بھی نامشکور ہے اور ایک دن وہ ہو گا: جب یہ بھوکے پیاسے غریب المومنین و مومنوں سے چروہ کر میدان کربلا میں شہید ہوں گے۔ اور ان قم موند سید محمد احمد صاحب قادری (ص ۲۵۷)

(۱۲) روایتوں میں آتا ہے کہ چاند رات کو حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ محترمہ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا۔ امی جان! صبح حید کا دن ہے۔ ہمد کے لوگوں کے پیچے سے نئے لباس پہنیں گے۔ کہا امام الانبیاء اور خاتون جنت کے شراوسہ سے کپڑے نہ پہنیں گے؟ بچوں کے سوال سے ماں کی بات نرپ اٹھی، بچوں کو تسلی دینی کہ میرے بیٹا! کوئی فکر کی بات نہیں جس میں بھی نئے جوڑے مل جائیں گے۔ سیدہ فداء العائین خاتون جنت سے نماز سے فارغ ہو کر ہارنگو رب العزت میں عرض کیا۔ موی! میرے محبوب کی قم مونس نے مجھ سے نئے کپڑے مانگے ہیں۔ اسے مولانا! میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ اسے مولانا! میرے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لانگ وکھ لے۔ وہاں سے فارغ ہوئیں تو کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ پوچھا: کون؟ آنے والے سے جواب دیا۔ اہل بیت کا دروزی شراوسہ کے لیے نئے کپڑے لے کر آیا ہے۔ سیدہ نے وہ کپڑے لیے اور صبح دو دوں شراوسہ کو ہٹا دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا۔ بیٹی! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کپڑے کہاں سے اور کون لے کر آیا تھا؟ عرض کیا۔ امی جان! آپ ہی بتادیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ جبرئیل امین تھے جو خدا نے صفائی کی طرف سے جنت سے کپڑے لے کر حاضر ہوئے تھے۔ (روایت الشہداء ص ۱۳۸)

محرم دار نمین! اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما کا یہ مقام ہے کہ ان کے لیے جنت سے جوڑے پیچھے گئے اور ان شراوسہ کی بول حقنی صیص کی جتنی فوج لوگ ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں وہ کس قدر ظالم اور عذاب خداوندی کے مستحق ہوں گے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی شہرت

مختصر صلاوت غیب واں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نوے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت عظمیٰ کے بارے میں بھی خبر دے دی تھی اور حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور خود حضرت امام حسین بھی جانتے تھے کہ ایک دن میں کربلا کے مقام پر شہید کیا جائے گا لیکن کسی نے بھی اور خود امام حسین نے بھی کبھی کسی قسم کا شکوکہ زبان پر نہیں لایا۔ بلکہ لعینت خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی شہادت کی خبر سنتے رہے اور اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا۔ ہم ذیل میں چند احادیث کرے۔ پیش کر رہے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شہادت کی خبر دی ہے۔

(۱) حضرت ام الفضل بنت عمار رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور کی چشمان مبارک سے لگا کر آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فرماں۔ یہ کیا ہے؟ فرمایا۔ میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی؟ حضور نے فرمایا۔ ہاں اور جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گا کہ سرخ مٹی بھی لیتے۔ (امداد النبی ص ۱۳۸)

(۲) ابن سعد و طبرانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین علف میں شہید کیا جائے گا اور جبرئیل میرے پاس تھے مٹی لائے اور مجھ سے بتلوا کہ یہ حسین کے خواہاں (مطلق) کی خاک ہے، علف کوڑے کے قریب اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ (سوانح محمد ص ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱)

(۳) بلوکی نے اپنی مجموعہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہارش کے فرشتے نے میری ملاقات کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمادی۔ وہ فرشتہ میری خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ میری گود میں تھے اور میں ان کو پار کر رہا تھا۔ فرشتے نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: ہاں! اس فرشتے نے کہا: آپ کی امت حسین کو شہید کروے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ شہید ہوں گے۔ چنانچہ اس نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا جسے ام المومنین حضرت ام سلمہ نے اپنے کپڑے میں لے لیا اور یہی روایت الحسنہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لیما کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سرخ مٹی کو ایک شیشی میں رکھ دیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون بن گئی۔ (صواعق عرذ ص ۴۳-۴۴)

(۴) ابن سعد حضرت شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنگ مشین کے موقع پر کمر سے گزرو رہے تھے کہ فرات کے کنارے پر ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام درخت فرمایا۔ لوگوں نے کہا: میں زمین کا نام "کمر" ہے۔ کمر کا نام بنتے ہی آپ اس قدر دوسرے کے زمین آفسوڑا سے تر ہوئی۔ پھر فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: بھیجریٹل آئے تھے! انہوں نے مجھے فرودی کہ میرا بیٹا حسین دریائے فرات تک لے کر آئے اس جگہ پر شہید کیا جائے گا جس کو "کمر" کہتے ہیں اور وہاں کی مٹی بھی مجھے سونپ دی۔ (صواعق عرذ ص ۴۴)

(۵) ابو نعیم نے اسحاق بن حارث سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ پر آئے تو حضرت علی نے فرمایا: یہاں ان شہداء کے کوٹ ہر حصے میں گئے، یہاں ان کے کپڑے رکھے جائیں گے، یہاں ان کے خون بہیں گے اور قال عمر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گروہ اس میدان میں شہید ہو گا اور ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔ (قصص کبریٰ ج ۱ ص ۳۸۸)

(۶) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم بعل بیت یا اقلق جانتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید اداں گے۔

ذکر وہ ۱۰ احادیث کربہ سے یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اظہار و اعلان فرمایا تھا اور صحابہ کرام اور اہل بیت کی اکثریت کو یہ معلوم تھا کہ حسین شہید اداں گے اور ان کی شہادت کا کربلا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی حضرت علی و حضرت فاطمہ و دیگر اہل بیت و ازواج مطہرات نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس حال میں بے محفوظ رکھنے کی دعا کی اور نہ انہی اللہ کے محبوب کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کی اور کرتے بھی کیوں۔ اس لیے کہ سب جانتے تھے کہ یہ امام حسین کی آرزو کش اور امتحان ہے اور امتحان میں کسی کو کچھ چاہیے جانا بلکہ یہ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو امتحان میں کامیابی عطا فرمائے اور اس کے درجات بلند سے بلند تر فرما۔

اب اگر کوئی ناروان کم عقل چاہل یہ اعتراض کرے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسے امام حسین رضی اللہ عنہ کو نہیں بچا سکتے تو کسی اور کیا بچا سکتے ہیں؟ تو ایسے جاہل کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو کب بچانے کی کوشش کی تھی بلکہ ان کو تو خود اس شہادت کے لیے نیا کر لیا تھا اور پھر جب امام حسین قتل ہو گئے تو پھر امتحان گاؤں میں شہید ہونے کے لیے بھیجا۔ کربلا حضرت امام کی امتحان گاہ تھی یہاں آپ کو اپنی شہادت دے کر اسنام کی عطا و تحفہ کرنا تھا جو آپ کی شہادت ہی سے ہونا تھا۔

یہ شہادت کہ اقلیت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسمان سمجھتے ہیں مسکلاں ہوا!



اور ہزاروں صحابہ کرام کو یہیں بھی شہید کیا گیا۔ ایسے شخص کی حکومت مرگ کی چو پانی
 جتنے زیادہ خطرناک تھی۔ اویس فرماست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے
 کہ مہینہ سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں آئی۔ چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ ۵۹ھ میں
 حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو صاحب اسرار و فرست بزرگ صحابی تھے انہوں
 دعا کی اللہ سے اسی کو ذمہ دہن میں اس المسین و امہارہ المسین۔ اے اللہ!
 میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ ۶۰ھ کے آغاز اور لوگوں کی حکومت سے۔ خاصاً کبیر بنی کی
 روایت میں یہ بھی زیادہ ہے کہ اس وقت دنیا امتحان اور پردہ مرثیت کے لیے ہوئی۔
 اس کبیر بنی ہمدوم ۳۹۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو معلوم تھا
 ۶۰ھ میں لوگوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور انہوں
 ۵۹ھ میں یہ مقام بند طیبہ رحلت فرمائی۔ (تاریخ کربلا ص ۷۹)

یزید کا حلیہ و کمرہ اور اتوبیل ائمہ کی روشنی میں

(۱) روایتی نے اپنی سند میں صحابی رسول حضرت ابو ورواء رضی اللہ عنہ سے ایک
 حدیث روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
 کہ حضور نے فرمایا:

اول من یبدل نسبی ورحل
 من ینسب امیہ یقال لہ یزید۔
 میری سنت کا پہلا بدلنے والا نبی اس کا
 ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔
 (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵)

(۲) ابو حلی نے اپنی سند میں حضرت ابو نعیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یزول امر اہلنا
 حتی یکون اول من
 میری امت نبی عدل و انصاف پر قائم
 رہے گی یہاں تک کہ نبی امیہ میں پہنچ جائے

یزید پلید کا مختصر تذکرہ

یزید پلید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے۔ اس کی کنیت ابو خالد تھی۔
 امیہ خاندان کا یہ وہ نائب انسان ہے جس کی پیشانی پر نواسہ رسول جگر گوشہ تھا
 حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا سیاہ وارغ ہے۔ جس پر ہر زمانے میں
 دنیائے اسلام غامت کرتی رہی ہے وہ قیامت تک اس پر غامت ہوئی رہے گی۔
 بدایین سیاہ اول تک خاندان ۲۵ھ میں امیر معاویہ کے گھر میں سونا بنت کندل کبھی
 بیت سے پیدا ہوا۔ یزید بہت موٹا، پر لمبا، کثیر الشعر، بد خلق، فاسق و فاجر، شرابی، پر کاہ
 خاتم، بے ادب و گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں کہ جن سے
 بد معاشوں کو بھی شرم آئے۔ حضرت عبداللہ بن مظفر (فیصل و ملائکہ) رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ واللہ! یزید پر حملہ کی ہم نے تیار ہی اس وقت کی جب ہم کو یمن ہو گیا
 اب ہم پر آسمان سے چٹھوں کی پادش ہوئی کیونکہ اس کے فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ
 اپنی مائیں، بہنوں، بیٹیوں سے نکاح کرنے لگے تھے، شرابیں پنی جا رہی تھیں اور یزید طہ
 ان عمو قواں سے شہر باری کر رہا تھا جن کو اسلام نے عمرات میں ٹاٹو کیا ہے۔ لوگوں سے
 نماز میں چھوڑ دی تھیں اور دیگر بہت ساری خرافات و منہیات کا ملانیہ رواج ہو گیا تھا
 (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵)

یزید پلید نے ہند طیبہ اور مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ان دونوں مقد
 مقامات پر حملہ کیا ہزاروں صحابہ کرام و صحابیہ شہید ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے گئے۔ یہاں گھوڑوں نے لہذا
 پیٹھ بکھا اور تین دن تک مسجد نبوی شریف میں نماز نہیں ہوئی۔ اسی طرح مکہ معظمہ
 میں غلو کعبہ پر پتھر پڑا، غلاف کعبہ کو جلا لیا اور سیدائوں کی عصمت وری کی حق

بشلمہ وجہ من بنی امیہ یقال ایک شخص ہو گا جو اس عدل میں رخصت
فہ بلیدہ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵)

صواعق مخرمہ ص ۳۰

(۳) نوح بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز (اموی
خلیفہ) کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ بڑبڑا کر آیا اس شخص نے بڑبڑا کر
امیرالمومنین یزید بن معاویہ کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص سے فرمایا:
تغویل امیرالمومنین؟ فاصوبہ فاضوب عشرين سو طبا۔

اسے شخص (تو بڑبڑا کر) امیرالمومنین کہتا ہے؟ پھر آپ نے حکم دیا کہ بڑبڑا کر
امیرالمومنین کہنے والے شخص کو جیسی کوڑے لگائے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵
صواعق مخرمہ ص ۳۲۴)

(۴) اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام اہل سنت سید امام احمد رضا خاں فاضل
بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ یزید پلید علیہ السلام
بسنحہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً ہمارے اہل سنت فاضل و فاجر و جری
علی الکلیات تھا اس قدر کہ امام اہل سنت کا اہل حق و اہل باطل ہے صرف اس کی تکفیر و لعن
میں اتفاق فرمایا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے
کافر کہتے اور یہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند
لائے ہیں:

فهل عسىٰ من ان توليٰهم ان
تفسدوا فی الارض وتقطعوا
ازحامکم۔ اولئک الذین
لعنہم اللہ فاصمہم واعصی
ابصارہم۔ (محمد: پ ۲۷ ج ۲)

اس میں شک نہیں کہ یزید نے دلی ملک ہو کر زمین میں لہلہ پھیلا یا مرتضیٰ بیستین
اور خود کچھ معتزلہ اور روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتی کی مسجد کرم میں گھوٹے

اندھے ان کی لہلہ اور پشٹاب شہر اطرم پڑے تین دن تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز کے ہزاروں مجاہد و تابعین سپہ گاہ شہید کیے کچھ
معتزلہ پر چڑھ چکے تھے خلاف کعب شریف بھاڑا اور جلا گیا یہ مدینہ طیبہ کی پاکدامن
پارمہ اہل ایمان خاتون غنی شان روزِ مدینہ حبیبہ لشکر پر حائل کر دی تھیں، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر اپنے ہمارے بھائیوں کے بیچ
علم سے پاسا داغ کیا گیا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے تین تار میں پر شہادت
کے بعد گھوٹے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان ہمارے چر ہو گئے، مرا نور کہ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کا بوسہ کا حق کٹ کر یزید پر چڑھا اور مشرول بھڑا، حرم محترم مہدرات
منگھوئے رسالت قہر کیے گئے اور سپہ حرمتی کے ساتھ اس حبیبہ کے دربار میں لائے
گئے، اس سے بڑھ کر بیخ رحم اور زمین میں لہلہ کیا ہو گا۔ طعون ہے وہ جو ان حرکات
ملعونہ کو فسق و فجور نہ جانتے۔ قرآن عظیم میں صراحتاً اس پر لعنم اللہ فرمایا۔ فلما امام احمد
حنبل اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ
نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کیا کہ اس سے فسق و فجور سوار نہیں، کفر سوار نہیں
اور بحال احتمال لبست کبیرہ بھی جائز نہیں، نہ کہ تکفیر اور اہل و عیادت مشروط بے عدم
توبہ ہیں۔ لفقولہ تعالیٰ یسوف یلقون عذاباً من لدنہ۔ (پ ۱۷ ج ۲) اور توبہ نہ
دم غفرہ قبول ہے اور اس کا عدم بے یزیم نہیں۔ اور یکی احوال و اسلم ہے مگر اس کے
فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے
ظافہ ہے اور ظلال و بدھن صاف ہے بلکہ اضافائی اس قلب سے معذور نہیں جس
میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہ ہو۔ وسیعلم الذین ظلموا ای

مستقلب ینفلسون۔ (آدوی روضہ جلد ششم ص ۱۱۸) جلد سید سیکرور
اور دوسری جگہ فرماتے ہیں یزید بے شک پلید تھا اسے پلید کہنا اور لگنا جائز ہے
اور اسے رحمت اللہ علیہ نہ کہنے کا گرج نہیں کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے۔ (آدوی
روضہ جلد ششم ص ۱۱۳)

نیری جگہ یزید پلید کی بخشش کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد

فرمایا: یزید پلید کے ہارے میں آنکر اہل سنت کے عین اقبال ہیں۔ امام احمد وغیرہ واکابر کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی وغیرہ مسلمان تو اس پر کتنا ہی سخت عذاب ہو بلاخر بخشش ضرور ہوگی اور ہمارے امام ابو حنیفہ سکوت فرماتے ہیں کہ نہ ہم مسلمان کہیں نہ کافر۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۶۵۳)

حضرت قارئین کرام! آپ جلیل القدر علماء محققین کے بیانات سے خرب اچھی طرح واقف ہو گئے کہ یزید کیسا ظالم اور اس نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے اور یہ بھی آپ نے پڑھ لیا کہ یزید کو کیا کتنا چاہیے اور کیا نہ کتنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ابھی نقل کر دیا ہے اس لیے جو لوگ امام اعظم ابو حنیفہ کے سامنے والے ہیں، ان کو چاہیے کہ اپنے امام کے قول پر عمل کرنے ہوئے یزید کے لعن و بغیر یعنی اس پر لعنت کرنے اور اس کو کافر کہنے سے خاموشی اختیار کریں لیکن اس کے فقیہ و مجتہد کو ضرور مانتیں اور جو لوگ اس کے فقیہ و مجتہد کا انکار کریں اور اس کو رحمتہ اللہ علیہ اور امیر المومنین کہیں یا نکلیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی یا خطا کار کہیں یا نکلیں، ایسے لوگوں کو مگر ہاں، اہل بیت کا دشمن اور خارجی سمجھیں، نہ ان کا یگانہ سنی، نہ ان کی کتابیں پڑھیں اور نہ ہی ان کے ساتھ نشست کریں۔

ایسے ہی غدار اور خارجی ہوئی بولنے والوں کے ہارے میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض چٹل، جو یہ کہتے ہیں کہ امام حسین نے یزید سے بغاوت کی تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے اور اس طرح کی بونی خدایوں کے بیانات میں سے ہے جو اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص ۷۷ مطبوعہ راشدی کتب خانہ)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتوے میں کہ یزید پر لعنت کرنا چاہیے یا نہیں، اس کے حقائق تحریر فرماتے ہیں کہ توقف اس وجہ سے ہے کہ روایات متعارضہ و متضادہ یزید پلید کے ہارے میں معاملہ شہادت حسین علیہ السلام میں وارد ہوئی ہے۔ لہذا بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام کی شہادت پر یزید راضی ہوا اور

آپ کی شہادت سے خوش ہوا اور اس نے اہل بیت اور خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مزید ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا چنانچہ امام احمد بن حنبل اور ان کے مقلدین جو نقصائے مطہرہ سے اڑتے ہیں اور جو علمائے کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت امام علیہ السلام سے رنج و غم تھا اور شہادت کی رچ سے یزید نے اہل بیت کو زیادہ اور اس کے احوال پر عجب کیا اور یزید کو اس کام سے عداوت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مزید ہیں تو ان علماء نے یزید کے لعن سے منع کیا۔ چنانچہ مجدد الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء شافعیہ اور اکثر علماء حنبلیہ نے یزید کے لعن سے منع کیا ہے اور بعض علماء کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی وجہ ایسی ثابت نہ ہوئی کہ اس کے انتہا سے ایک جانب کی روایت کو ترجیح دے سکے تو ان علماء نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور امام اعظم ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ لہذا ضرور انہی زیادہ شہادت امام حسین سے راضی تھے اور یہ دونوں خوش سے اور معرکہ کربلا میں پیش پیش تھے۔ اس لیے ضرور انہی زیادہ پر لعن کرنے میں علماء میں سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ ملاقاتی صاب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شر اور ایمان زیادہ ہمارا ہے لعن کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۶۵۳-۶۵۴)

کر کے آپ سے بیعت نہ کر لیں۔ آپ کچھ صبر کریں تاکہ میں رات تک ان کو اطلاع دے دوں کہ تم نے یزید سے بیعت کر لی ہے۔ اس کے بعد تم سے جو بن چلے وہ کر مگز رہا۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان سے کہا اے ابن زبیر! تم ایک شاعر و موزی کی طرح جو ایک بل سے نکل کر چھٹ دو سری بل میں جا چھتی ہے۔ تم نے ہی ابن عمر اور ابن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں کچھ چوک دیا ہے اور انہیں بھڑکایا ہے اور کسی دوسرے شخص کی بیعت پر بنا کر رکھا ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: اگر آپ کا دل خلافت سے بھر گیا ہے یا آپ اپنی خلافت سے بیزار ہیں تو پھر اس سخت خلافت کو ترک کیجئے نہیں کر دیتے تاکہ ہم آپ کے بیٹے ہی سے بیعت کر لیں۔ ذرا آپ ہی سوچئے کہ اگر اس کی بھی بیعت کر لیں تو پھر ہر کس کی نہیں اور کس کی بات مانیں۔ کیونکہ تین واحد ہیں یا ایک وقت میں دو بادشاہوں کی تو بیعت نہیں ہو سکتی۔ یہ کہہ کر آپ بھی واپس آ گئے۔ ابن حضرات کے چلے جانے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور حمد و ثناء کے بعد کہا کہ میں نے آج دو لوگوں کی باتوں کو سنا ہے ان کی باتوں سے ظاہر ہے کہ وہ (یعنی ابن عمر، ابن ابوبکر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما) یزید کی بیعت بھی نہیں کریں گے حالانکہ وہ یزید کی بیعت کر چکے ہیں اس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ یہ سن کر تلب شرم لے کہا۔ خدا کی قسم! وہ آج جب تک ہمارے سامنے یزید کی بیعت نہ کریں گے ہم اس بات کو نہیں مانیں گے اور اگر انہوں نے ہمارے سامنے ایسا نہیں کیا تو پھر ہم ان تینوں کے سرافرازا رہیں گے۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا واداء فرائض کی شان میں ایسی گستاخانہ باتیں آج کے بعد نہیں آئیں۔ ہمسایہ زبان سے ایسی باتیں نہ سنوں یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ ابن عمر، ابن ابوبکر اور ابن زبیر نے یزید سے بیعت کر لی ہے۔ حالانکہ یہ تینوں حضرات برابر اس بات سے انکار کرتے رہے۔ حج سے فراغت کے بعد حضرت امیر معاویہ شرم واپس چلے گئے۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱

سب سے پہلے یہ فکر لاحق ہو گئی کہ بن لوگوں نے اس کی بیعت نہیں کی اہیں اپنی بیعت پر مجبور کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی بیعت لینے کے لیے اطراف کے تمام ممالک میں خطوط و حکم نامے روانہ کیے۔ چنانچہ اس نے عامل مدینہ ولید بن عقبہ کو خط لکھا۔ جس میں اپنے والد کی وفات کی اطلاع کی اور کہا کہ ہر خاص و عام سے میری بیعت لو۔ اور حسین بن علیؑ و عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیرؑ رضی اللہ عنہم سے پہلے بیعت لو۔ اور جب تک ان سے بیعت نہ لے لو انہیں اپنے پاس سے جانے کی اجازت نہ دو۔ اور تھکو اختیار کرو۔ مصلحت نہ دو۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۶۳)

جب بنیہ کا خط ولید کے پاس پہنچا تو وہ بہت غمگین اور غور آس نے ایک شخص کو بھیج کر مروان بن حکم کو جو ولید سے پہلے مدینہ کا گورنر تھا بلایا اور بڑے کاٹھ و کھاکر اس سے مشورہ طلب کیا۔

پہلے یہ ایک بات بتا دینا ضروری ہے کہ مروان بن حکم وہ شخص ہے کہ جب اس کی جدائش ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھیک (کوئی چیز نرم کر کے کھانے کے لیے بلایا گیا تو حضور نے فرمایا: ہو اللہ بن ابی لہو۔ یہ گرجا کا پتھر گرجا ہے۔ صواعق محرقة میں یہ بھی ہے کہ طعون بن طعون ہے۔ صواعق محرقة ص ۳۵)

اور تھادی مذہبی اور ابن ابی عامر اپنی تفسیریں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان بن حکم کے باپ پر لعنت فرمائی جبکہ مروان صلیب پر میں تھا۔ تو وہ بھی اللہ کی لعنت سے حصہ پائے والا ہوا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۹۸ صواعق محرقة ص ۳۶)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں مروان کی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اہل بیت کی محبت فرائض اعتقادی سے ہے۔ یہ لوازم سنت اور محبت اہل بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللہ سے برا کرتا چاہیے۔ اور اس نے دل بھرا دیا چاہیے۔ علی الخصوص اسی نے حمایت پر سلوکی حضرت امام حسین اور اہل بیت کے ساتھ کی۔ اور کمال عداوت ان حضرات سے رکھنا تھا۔ اس خیال سے اس شیطان سے نصیحت ہی بھرا رہتا چاہیے۔ (فتاویٰ عربی مزہم ص ۳۳۳)

محرم قارین! احادیث کثیرہ اور فتاویٰ کی روشنی میں آپ نے مروان بن حکم کی دشمنی ملاحظہ فرمائی کہ یہ شخص اتنا مبغوض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اور اس کے باپ کو گرجاٹ فرمایا ہے اور ان پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اسے شیطان قرار دے رہے ہیں تو ایسے شخص سے کیا آخر کی امید کی جاسکتی ہے؟

چنانچہ جب مدینہ منورہ کے گورنر ولید نے مروان سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ ان تینوں کو فوراً اسی وقت بلاؤ اور ان سے بیعت کے لیے کہو اگر وہ بیعت کر لیں تو بھڑا درد ان تینوں کو قتل کرو۔

اس مشورہ کے بعد گورنر مدینہ ولید نے عبداللہ بن عمر بن عثمانؓ نامی ایک نو عمر لڑکے کے ذریعے ان تینوں حضرات کو بلا بھیجا یہ حضرات اس وقت مسجد میں تھے۔ اس غیر معمولی وقت کے بلوے سے فوراً معاملے کی تہ کو پہنچ گئے۔ اور اسیوں نے آپس میں کہا معلوم ہو گیا ہے کہ حضرت امیر مصلوہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ہمیں بیعت کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ چند جوانوں کو لے کر پہنچے۔ اور انہیں بیعت کی کہ تم دو اڑے پہنچے رو۔ اگر میں تمہیں جلاؤں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہو گئی ہے تو سب کے سب مکان کے اندر چلے آئیں لیکن اگر ایسا نہ ہو تو دو اڑے سے نہ بٹا یہاں تک کہ میں باہر آ جاؤں۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ ولید نے آپ کو امیر مصلوہ کی وفات کی خبر سنائی اور بڑے کی بیعت کے لیے کہا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اسلحہ و اسلحہ و اسلحہ و اسلحہ دیا۔ پھر اٹھ کر فرمایا: میرے چہرہ آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ میرے لیے اس طرح بیعت کرنا مناسب ہے۔ آپ باہر نکل کر لوگوں سے بیعت کے لیے کہیں۔ ولید امن و صلح پند کوئی تھا۔ اس نے کہا اچھا آپ تشریف لے جائیں۔ جب آپ تشریف لے جانے لگے تو مروان نے بہت برہم ہو کر ولید سے کہا اگر تم نے اسی وقت ان کو جانے دیا تو وہ بیعت نہ کی تو پھر ان پر قابو نہ پاسکے۔ اگر یہ بیعت کر لیں تو خیر و نہ تو قتل کرو۔ امام حسین بن حکم کو کھڑے اور گھنے اور فرمایا: ابن ابی لہو اڑا دو کیا تو مجھے قتل کرنے یا نہ کریں گے؟ خدا کی قسم تو بھڑا

ہے اور کہینہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ تشریف لے آئے۔ مروان نے ولید سے کہا۔ تم نے میری بات نہ مانی خدا کی قسم! اب تم پر چھ نہیں پاسکتے۔ یہ بہترین موقع تھا کہ تم ان کو قتل کر دیتے ولید نے کہا تم انھیں ایسا مشورہ دے رہے ہو جس میں میرے دین کی بے نیستی ہے۔ میں کیا نواسہ رسول کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیتا کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ قسم ہے رب ذوالجلال و الجلال! اگر مجھے ساری دنیا کمال و دستار مل جائے تو بھی میں ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ اوو واللہ میں حق سمجھتا ہوں کہ قرابت کے دن جس شخص سے خوں حسین کے ہاتھ پاز پر کسی کی جانے کی وہ خدا کے سامنے خلیفہ امیر ان ٹھہرے گا۔ مروان نے کہا اگر حماد ہی یہی واسطہ ہے تو یہ ٹھیک ہے۔ یہ اس نے صرف ظاہر میں کہا۔ دوند دل سے وہ ولید کا دشمن بن گیا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۲۳) تاریخ آئین غلامان ج ۲ ص ۷۲ تمام کر لیا ص ۱۲۳

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حاضر تھے کہ یزید کی بیعت سے انکار اس کے لیے اشتغال کا باعث ہوگا۔ اوو بیکار جان کا دشمن ہو اوو خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ لیکن امام کی دیانت و تقویٰ نے اعزازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر بالائے کفایت یہ بیعت کر لیں۔ اور مسلمانوں کی چٹائی اور شرع و احکام شرع کی بے حرمتی اور دین کی حضرت کی پرواہ نہ کریں۔ یہ امام جیسے جلیل القدر و فزادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طرح ممکن نہ تھا۔

اگر امام حسین اس وقت یزید کی بیعت کر بیٹے تو وہ آپ کی بہت قدر و حرمت کرتا اور آپ کی غائبی و راحت میں کوئی فرق نہ آتے دیتا۔ بلکہ دنیا کی بہت ساوی دولت آپ کے قدموں پر بچ کر دیتا۔ لیکن اسلام کا نظام و دھرم ہم ہو جاتا۔ اور یزید کی ہر بدکاری کے جو آؤ گے لیے امام کی بیعت سند ہو جاتی۔ اوو شریعت اسلامیہ اوو ملت خلیفہ کا نقشبہ مٹ جاتا شیعوں کو آنکھ کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ امام نے جان کو خطرہ میں ڈال دیا لیکن تفسیر کا فہم و بھی خاطر مساوی کہ نہ مگزرا۔ اگر تفسیر جائز ہو تا تو اس کے لیے اس سے زیادہ ضرورت کا اور کون سا وقت ہو سکتا تھا۔

بہر حال آپ یزید کی بیعت سے برابر کناوہ منفی اختیار فرماتے رہے اوو اس کے

لیے کبھی تیار نہیں ہوئے۔ شام کے وقت ولید نے بہرام کے پاس آؤی بھیجا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو میں نہیں آسکتا۔ صبح ہوئے بیٹھے پھر ویکھیں گے کیا ہوا ہے۔ ولید نے امام کی یہ بات نہ مانی۔ اوو آپ اسی وقت یعنی ۲۸ رجب ۶۰ھ مطابق ۱۰ مئی ۶۸۰ء کو اپنے اہل و عیال، بہنوں، بھائیوں اور عزیز و اقارب کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ عہد اللہ ابن زہر ایک دامت پکے مدینہ منورہ سے مکہ کمر روانہ ہو چکے تھے۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۲۴)

حضرت امام حسین کی مدینہ طیبہ سے رحلت

حضرت امام علی مقام سید الامام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کو چھوڑتے وقت اپنے ملا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اوو سلام و سلام عرض کر کے رخصت کی اجازت طلب کی۔ اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ بلاشبہ ویدہ قربان و لے اٹکے غم کی بادش کی ہوگی۔ قلب حزین صدر چہائی و قراق سے گماٹیں ہو دبا ہوگا۔ اوو لہول یہ یہ الفاظ ہوں گے۔ مکتوں پر چڑھا کر کھلانے والے ملا جان آغوش رحمت و محبت میں لے کر لوریاں دیتے واسلے ملا جان، ہاتھ، و شام اوو لہول کو چھٹے والے ہاتھ آج میرا حال دیکھو۔ میں تمہیں دیریشان ہوں، اٹکھا ہوں اس لیے کہ آپ کا یہ مقدس شہر چھوڑ دیا ہوں۔ وہ شہر مجھے سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔ لیکن کیا کروں! میرا سیلا و دنیا و شوا ہو گیا ہے۔ میں جا چاہوں مجھے اجازت دیجئے۔ اوو اوو روضہ انور میں گاؤں نغم سے پالنے والے ملا جان جنہوں نے اپنے نواسے حسین کے لیے اپنے کشت جگر فرزند ابراہیم کو فریاں کر دیا تھا ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی یہ قدموں کو پاؤں پاش کر دیتا ہے۔ یہ دن کیا دن تھا۔ سخت وچ دالم کا دن تھا کہ نواسہ رسول جگر گوشہ جزل اپنے ملا جان سے چہرہ اوو رہے ہیں۔ اور جدا بھی کیسے ہمیشہ یکسے کے لیے جدا ہو رہے ہیں۔

صاحب "روضۃ المہر" لکھتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت امام علی مقام نے اپنی

والدہ ماجدہ خاتون جنت سیدنا طاہرہ رضی اللہ عنہا اور اپنے برادر معظم سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے جنت البقیع میں حاضری دی۔ اور پھر اپنے بھائی جان سے آخری سلام پیش کرتے روضہ مقدسہ پر حاضری دی۔ اور صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد آپ پر غید کا غلیہ ملا دی ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہیں اور میرے سر کو اپنی آنکھوں سے دھست میں لے لیا۔ حضرت امام علی مقام نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں امت کی بھانسی سے تنگ آ کر اور دنیا پر چادر کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے آپ کا مقدس شہرینہ چھو رہا ہوں۔ اور میں بددیکھ رہا ہوں کہ دو وہ آپ کی زیارت نہیں کر سکوں گا۔ حضور و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حسین! عقیقہ تیرے پاس آجائے گا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ بھوکا پیاسا کھانسی لاشیں پر شہید ہو رہا ہے۔ اے میرے حسین! میرے کٹاؤں واپنا کام پورا کرنا۔ زیادہ دیر نہیں گزرنے گی کہ تو بھی اپنے باپ اہل علی اور میرے پاس پہنچ کر ہمارے ساتھ نوان بشارت پر بیٹھ کر خالق العباد کی رحمتوں سے مالا مال ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی امام حسین پیدا ہو گئے۔ اور آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا۔ بعد ازاں اسی شوق شہادت میں آپ نے مکہ معظمہ چائے کا حرم معمم کر لیا۔ اور اپنے بھائی جان کو آخری سلام اور والدہ ماجدہ سے ہوئے ۳ شہیناء معظمہ ۹۰ھ بمطابق ۶۸۱ء بروز جمعرات مع اہل و عیال اس آیت کریمہ: ﴿فحرج مبینا﴾ صاف بے غش و بے لعلی سے انھیں نکال دیا۔ انھیں نکال دیا۔ پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن مہزیب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کو مع اہل و عیال مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا: میں آپ پر فدا ہوں؟ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا فی الحال تو مکہ مکرمہ جا رہا ہوں۔ عبداللہ نے کہا اللہ آپ کو خیر و عافیت سے رکھے اور ہمیں آپ پر فدا کرے۔ جب آپ مکہ پہنچے جہاں تو کوثر کا اوداہ ہرگز نہ فرمائیں کیونکہ وہ اب مجھ میں شہر ہے۔ وہیں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے اور وہیں آپ کے برادر معظم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بے پروا و دہرا دھوڑا دیا گیا اور ان پر نیوزے کا دیا گیا جان جانے جاتے ہیں۔ آپ نرم و محترم کے شریف میں ہی

ہے۔ آپ عرب کے سرور ہیں۔ اہل خجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔ میرے بچاؤ دھیرے ماموں آپ پر نا و ہوں۔ آپ حرم کعبہ کو ہرگز ہرگز نہ پھولے گا۔ خدا کی قسم! اگر نصیب دشمن! آپ پر کوئی آنکھ لگے تو ہم سب ہلا ہوا ڈالے جائیں گے۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی: ﴿ولما توجه لقلبہ مہدین لال عسی وی ان یمہدین سواہ﴾ طہیل۔ (شام: ۸ ص ۲۷۲ تاریخ طبری ص ۵۳ ص ۶۸ نمبر ۱۷۷)

آپ کے مکہ مکرمہ پہنچنے کی خبر سن کر لوگ جوق جوق آپ کے پاس آئے گئے اور زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔ عبداللہ ابن زبیر بھی مکہ ہی میں تھے وہ بھی آپ کے پاس آئے جاتے۔ اہل مکہ کو آپ کے آنے کی بے حد خوشی ہوئی تھی۔ وہ آپ کے دیدار پر انوار دے اپنے دیدہ دل کو روشن و منور کرتے ہوئے مکہ رہتے تھے۔

مرحبا سرور و عالم کے پیر آئے ہیں سیدہ طاہرہ کے لخت ہجر آئے ہیں
لعل بستان نبوت کے ثمر آئے ہیں جن سے روشن ہے جہاں وہ قرآئے ہیں
وہ فستق اکہ چرلے حرمین آئے ہیں اے مسلمانو ہمارے کہ حسین آئے ہیں

اہل کوثر کے خطوط اور وفود کی آمد

کوثر حضرت سیدنا علی کریم اللہ رحمہ کے داتا و دار مجاہد کا مرکز اور مزار تھا۔ اس لیے آپ نے اپنے عہد خلافت میں دار الخلافہ کوثر ہی قرار دیا تھا۔ لہذا آپ کے تمام عہد وہیں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف آوری کوثر کی درخواستیں بھیج چکے تھے۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب جبکہ اہل کوثر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال کرنا اور امام علی مقام کا بیعت نہ ہونے سے انکار کرنا معلوم ہوا تو کوثر کے تمام شیعہ ملیحان بن عمرو غزالی کے مکان پر جمع ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حرمے کا ذکر کر کے سب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر ملیحان نے کہا: معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا

ہے اور کم چلے گئے ہیں اور کم لوگ ان کے اوڑان کے ہاپ کے شیعہ ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے
جان لو کہ اگر کم ان کے دگا وین سکتے ہو اوڑان کے وششوں سے ہوا کر سکتے ہو تو ان کو
کھو۔ اور اگر جیسا کہ زوی اوڑیل کا تہہ اوڑان کو وحوکانہ دو۔ سب کے کما
ہم ان کو وحوکانہ وین کے، بلکہ ہم ان کے وششوں سے ہوا کر سکتے ہو۔ اور ان پر اپنی
جائیں ڈ کر کریں گے۔ سلمین کے کما پھر کھو۔ انہوں نے اپنی طرف سے خط لکھا۔

[تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۷۷ اشنام کرہ ص ۲۸]

فَا كَانُوا مِنْ يَدِ قَهْرِهِ بِاسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ سہین بن علی کو سلیمان
 بن عمرو خراسانی، مصیب بن بیدر، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے تمام شیعوں
 موہنئین کی طرف سے سلام علیک، اہد حمد و صلوة۔ اللہ آپ پر سلامتی نازل فرمائے اہد
 اس کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سرسری اور گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا۔ جس
 نے اس کا نظام دو دم پر ہم کر دیا اور لوگوں کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت کی۔ اور
 امت کے جب لوگوں کو شہید کیا اور شہیدوں کو رہنے دیا۔ ہم لوگوں پر کوئی امام نہیں
 رہے آپ تشریف لائیں کہ خدا تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق کی حلیت نصیب
 فرمائے و مصلح کا نور نفعان بن بشیر سرکاری محل میں ہے مگر ہم اس کے ساتھ نمازیں
 شریک نہیں ہوتے۔ اور اس کے ساتھ عید جاتے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہو جائے
 گا کہ آپ تشریف لاوے ہیں تو ہم اس کو یہاں سے نکال کر ملک شام کی حدود میں
 رکھیں دیں گے۔ والسلام ورحمۃ اللہ علیک۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۸)

اہلی کوفہ قیادہ مبرہہ کر سکے۔ اور اس خطہ کے پہنچنے کے دو روز بعد تقریباً ۵۳ عریضیں آد تیار ہو گئیں جو ایک، دو، تین اور چار آدمیوں کے دستخط سے تھیں جو حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں ارسال کی گئیں۔ اس کے بعد پھر کچھ مخصوص لوگوں کی عریضیں آپ کی خدمت میں روانہ کی گئیں۔ ایک روایت کے مطابق تقریباً ۱۵۰ (۱۵۰) خطوط امام عالی مقام کی بارگاہ میں ارسال کیے گئے جن میں سے آخری خطہ ہر پانی پانی بنی شعیب اور سعید بن عبداللہ غنی کی طرف سے پہنچا تھا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں کو ان تمام خطوط کا جواب دیا کہ تم لوگوں کے

ت سے خطوط ہم تک پہنچے جن کے مضامین سے ہم مطلع ہوئے۔ ہم لوگوں کے جذبات اور محبت کا افغانا کرتے ہوئے انھیں ہمارے اپنے پہلی چاقے کے بیٹے حضرت امام مسلم بن الحنفیہؒ کے حوالے کر دیے۔ یہ سب کچھ کافی صبر کا ہے۔ اگر انہوں نے کوفہ کے حالات کے بارے میں لکھا کہ یہاں کے حالات سازگار ہیں تو ان شاء اللہ میں بھی تم کو مرنے کے پاس پہنچاؤں گا۔ (تاریخ قرطی، ج ۵ ص ۱۸۷)

حضرت سعد و انصار علی مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی، اور کوئیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا۔ مگر محض بیزیراؤ شاہ ہی گیا اور اس کی حکومت و سلاطت دین کے لیے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی ہیبت نادر تھی۔ نو طرح طرح کی تدبیروں اور جھوٹوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی ہیبت کریں۔ ان حالات میں کوئیوں کے پاس ملت بیزیراؤ ہیبت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام سے خطاب ہیبت ہونا امام پر لازم کرنا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں۔ جب ایک قوم ظالم و فاسق کی ہیبت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست ہیبت کرے تو اگر ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جاہلیی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوئیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو یہاں اہل حق میں کوئیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہو گا کہ ہم پر چڑھ کر دے ہوئے مگر امام ہیبت کے لیے راضی نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہمیں بیزیراؤ کے ظلم و ننگ سے مجبور ہو کر اس کی ہیبت کرنی پڑی۔

اگر امام باقرؑ یہ دعائے توہم ان پر جائیں فدا کرنے کے لیے حاضر تھے یہ مسئلہ ایسا
درخش تجاویز کا ظل، تجزاس کے اوپر کچھ نہ تھا کہ حضرت امام کی ان کی دعوت پر ایک
فرمائیں۔ اگرچہ ائمہ صحابہ کرام حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت
ابو سعیدؓ، حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ، حضرت امام کی اس رائے سے شفق نہ تھے اور
انہیں کوئیوں کے بعد پیشانی کا احتساب نہیں تھا۔ امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت
ان سب لوگوں کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی۔ گوکہ یہ عقین کرنے کی بھی کوئی

وجہ نہ تھی کہ شہادت کا وقت بھی ہے اور اسی طرح یہ مرحلہ درپیش ہوگا۔ لیکن اندیشہ مایع نما۔ حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت دو پیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کے لیے مدد شرعی کیا ہے۔ اور اسی جلیل اللہ و صاحب کے شدید اصرار کا لحاظ اور ہر اہل کوفہ کی استدعا و فریاد کے لیے کوئی مدد شرعی نہ ہونا۔ حضرت امام کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل ہجرات کے کچھ نگرانہ آج کے پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے۔ اگر کوئی سارے ہر عہد کے لیے کوئی مدد شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کی تسلی ہو جائے گی۔ (سوانح کربلا ص ۸۷)

حضرت امام مسلم کی کوفہ روانگی

امام مسلم بن حکم حضرت امام علی مہتمم کوفہ روانہ ہوئے تو اپنے دو دشمن صاحبزادوں محمد اور ابراہیم کو بھی ساتھ لے کر کوفہ پہنچے۔ اور مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شہر اہل علی بن ابی طالب آپ کی زیارت کے لیے آئے اور بارہ (۱۳) ہزار تک اور ایک دو ہزار کے مطابق چالیس ہزار لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین و رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے جب اہل کوفہ کے جذبات، عقیدت و محبت کو دیکھا تو امام علی مہتمم کی خدمت میں ایک عرضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور امناس کی کہ ضرورت ہے کہ آپ جلد تشریف لائیں تاکہ ہمدان خدا ناپاک شرار سے محفوظ رہیں اور یوں حتیٰ کی تائید ہو۔

اہل کوفہ کا یہ جوش عقیدت اور محبت دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی رسول نے جو اس وقت کوفہ کے گورنر تھے اہل کوفہ کو مطمئن کیا کہ یہ بیعت بڑے کی مرضی کے خلاف ہے اور اس پر مستعمل ہے گا۔ لیکن انہی اطلاع دے کر مدینہ کی کاروائی پر واپس کر کے حضرت نعمان بن بشیر خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔

یزید کو اطلاع

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے محبوبوں سے نعمان بن بشیر کا خطاب پورا ہوا تو عہد اللہ بن مسلم حضرت یزید بن ابی سہ کے کو خبر ہوا ہوں میں سے تھا اس وقت کوفہ ہوا اور کہا یہ ہو آپ دیکھ وہ ہے ہیں سخت گیری کے بغیر اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان آپ نے جو رائے قائم کی ہے یہ کمزوروں کی رائے ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر نے فرمایا: خدا نے فضلی نے اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ میرا شکوہ کمزوروں میں ہو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کی نافرمانی کے ساتھ میرا شکوہ عزت والوں میں ہو۔ یہ فرما کر آپ نے اپنا خطاب پورا فرمایا۔ عہد اللہ بن مسلم حضرت یزید نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو خط لکھا کہ مسلم بن حنفیہ کوفہ آگئے ہیں۔ شیعوں نے یمن بن علی کے باپ پر ان سے بیعت کر لی ہے۔ مگر تمہیں کوفہ چاہیے تو کسی زبردست آدمی کو حکم کوفہ بنا کر بھیجو جو تمہارے حکم کو یہاں جاری کرے۔ نعمان بن بشیر کا تو کمزور ہیں یا کمزور دی و کھاوے ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۸۸)

اس خط کے پہنچنے ہی یزید سخت غضب ناک ہوا اور اس نے اپنے خاص مشیر و ما سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ فوراً کسی سخت ترین آدمی کو کوفہ لاکر رہنمائی چاہئے جو کسی کا لحاظ و پرواہ نہ کرے اور وہ شخص عہد اللہ ابن نبیاد ہے۔ چنانچہ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر (کوثر کوفہ) کو معقول کر دیا۔ اور ان کی جگہ عہد اللہ ابن نبیاد کو ان دونوں اصرار کا گورنر تھا اسے کوفہ لاکر رہنمائی۔ اور حکم دیا کہ وہ کوفہ پہنچ جائے۔ اور مسلم بن حنفیہ کو گرفتار کر کے ملک بدر کرے۔ اور اگر وہ اس میں مزاحمت کریں تو قتل کر دے۔ اور بیعت کر لے والوں کو ڈانٹے اور کھانگے کہ وہ باز آجائیں۔ ورنہ ان کو بھی قسم کر دے اور حسین آئیں تو ان سے بھی یہی بیعت طلب کرے اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو بھی قتل کر دے۔

ابن زیاد کا کوفہ آنا

یزید کا حکم ملنے ہی بعد اللہ ابن زیاد نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا چاشمین مقرر کیا۔ اور دوسرے رات مسلم بن عمر مکی و شریک بن احمد ماری اور تمام شہداء اور اہل و عیال کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہوا۔ خلاصہ کچھ کہ اس نے اپنے سپاہیوں کو وہیں چھوڑا اور براہ فریب قحطی لباس پہن کر اوشہ پہن سوار ہوا اور تین گھوڑوں کو اپنے ہمراہ لے کر قحطی راستے سے مغرب و عشاء کے درمیانی وقت میں کوفہ میں داخل ہوا۔ اس گھرو فریب سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت کوفہ میں بہت جوش ہے۔ یزید کے خلاف ایک نبرد آزما ہے۔ اس لیے ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ لوگ یہ پچان نہ پائیں کہ وہ ابن زیاد ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تاکہ روئے خطر و اندیشہ امن و امان کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل کوفہ جن کو امام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا شہوت سے انتظار تھا انہوں نے شب کی تیرہ بجیں میں قحطی لباس اور قحطی راوے آنا دیکھ کر حوکہ کھائے اور سمجھے کہ امام حسین تشریف لے آئے۔ سب نے نوحہ پائے صرست بلند کیا اور صر حسابہ بکھڑا ابن دسویں اللہ ہر رقدہ منہ صبر مفید کہتے ہوئے اس کے آگے چھپے چلے شورش کن کر اور لوگ بھی گھروں سے باہر آئے اور ایک اچھے خدشہ جلوس کی شکل میں گئی۔ ابن زیاد ہر انداز میں جھڑکڑھانا چاہا چپ چپ چلتا رہا۔ اور اس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ یہ لوگ امام کے سخت خطر ہیں۔ اور ان کے دل کسی قدر ان کی طرف مائل ہیں۔ جب مجمع زیادہ ہو گیا اور لوہیت یہاں تک پہنچی کہ راستہ چلنے میں رکھت پیدا ہوئے گئی تو مسلم بن عمرو باٹی وہ ابن زیاد کے ساتھ آیا تھا اس نے پکار کر کہا راستہ چھوڑو۔ یہ امیر عبد اللہ ابن زیاد ہے۔ ان الفاظ کو سن کر لوگوں کو بے اختیار رنج و غلظت ہوا اور لوگ افسوس کرتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ اور ابن زیاد صرف دس یا تین گھوڑوں کے ساتھ گور زہاؤں میں داخل ہوا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۸۳)

ابن زیاد کا خطاب

بعد اللہ ابن زیاد نے رات گزار کر صبح لوگوں کو جمع کیا اور لوگوں کے سامنے یہ تقریر کی۔ امیر المؤمنین یزید کے بھٹے کوفہ کا گور زہر مقرر کیا ہے اور مجھے حکم رہا ہے میں معلوم کے ساتھ انصاف کروں اور مطیع و فرمانبردار کے ساتھ احسان کروں اور ظالموں کے ساتھ سختی کروں۔ میں اس حکم کی سختی سے پابندی کروں گا۔ جو شخص مطیع و فرمانبردار ہے اس کے ساتھ شفقت سے پیش آؤں گا اور جو شخص ظالم و فاجر ہے اس کے لیے میرا چابک اور میری تلوار ہے تمہیں چاہیے کہ تم اپنی غیر متلاورہ اپنے اوپر رحم کرو۔ اس تقریر کے بعد اس نے مشاہیر کوفہ کو گور زہاؤں کیا اور ان سب سے کہا کہ خبری حفاظت رد کہ تم اور ہمارے قبیلے کے لوگ کسی خلاف کو اپنے یہاں پہنچاؤ گے۔ اور نہ کسی قسم کی مخالفت سرگرمیوں میں حصہ لیں گے اور اگر کسی نے کسی مخالف کو ہمارے رکھی ہے تو وہ اس کو پیش کرے گا۔ جو کچھ کرے گا اس پر پابندی کرے گا اور بری ہو جائے گا۔ اور جو ایسا نہ کرے گا اس کا دل و جان دونوں ہم پر حائل ہوں گے۔ ہم اس کو قتل کر کے اسی کے دروازے پہ لٹا دیں گے۔ اور اس کے تمام متعلقین کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ ابن زیاد کی اس کاروائی سے اہل کوفہ گھبرائے اور فرار ہو گئے۔ اور ان کے خیالات میں تبدیلی آنے لگی۔ حالات کے پیش نظر حضرت امام مسلم نے عائد بن عبد کے یہاں رہنا بھی مناسب نہ سمجھا اور رات کی تاریکی میں حب اہل بیت اپنی بیوا عروہ کے مکان پر منتقل ہوئے جو قبیلہ ہذیل کے سردار تھے۔ پانی نے ایک محفوظ کرتے میں آپ کو چھپا کے رکھا اور سوائے چند مخصوص اور معتمد لوگوں کے دوسروں کو اس مار سے مطلع نہ کیا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۸۳)

حضرت امام مسلم کی تلاش اور ابن زیاد کا جاسوس

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ نے اپنی کے مکان پر قیام فرمایا تو آپ کے معتقدین

ابن زیاد تک پہنچاؤنا۔

ہائی بن عروہ کوٹ میں ایک مشفقہ شخصیت تھے۔ اور ابن زیاد کے ساتھ ان کے پہلے سے تعلقات اچھے تھے۔ حضرت امام مسلم کے آنے سے پہلے دو روز ابن زیاد کے پاس جایا کرتے تھے۔ لیکن جس دن سے حضرت مسلم ان کے یہاں آئے تھے اس دن سے ہائی بن عروہ نے بیماری کا بہانہ کر کے ابن زیاد کے پاس آنا چھوڑ کر دیا۔ اور ابن زیاد کو تمام حالات معلوم ہو چکے تھے۔ اور اپنے غلام معقل کی بات پر مکمل یقین ہو گیا تو ایک دن اس نے محمد بن اشعث کو دوا ملانے خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو حکم دیا کہ دوا دی وقت جا کر ہائی بن عروہ کو میرے پاس لے آئیں چنانچہ دو گئے اور ہائی بن عروہ کو ابن زیاد کے حکم کی اطلاع دی۔ ہائی مکان کے اندر گئے اور حضرت مسلم سے بات چیت کی اور ہتھیار ہو کر باہر آئے اور ان کے ساتھ چھ گئے۔ دارالامارات کے اندر پہنچ کر ابن زیاد کو سلام کہا تو اس نے سلام کو جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر کھڑے رہے اس کے بعد ابن زیاد نے بڑے غصے میں کہا ہائی تم امیر مہلومین بنید کے خلاف اسے گھر کو سالخوٹا لاؤ اور بنائے ہوئے ہو۔ اور مسلم بن معقل کو اپنے گھر میں چھپا کر ان کی حفاظت کے لیے ہتھیار خریدے۔ اور لوگوں سے جنگ کرنے پر بیعت لینے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ ساری باتیں مجھ سے پوشیدہ ہیں گی۔ ہائی نے بالکل غلطی سے ابن زیاد سے اسی وقت اس جاسوس معقل کو طلب کیا وہ اٹھایا کہ اس کو کچھ پوچھتے ہو؟ معقل کو کچھ کہانی کے پیش اور آئے اسے وہ سمجھے کہ یہ غلام عقیدت و محبت کے بڑے ہیں وہ دشمن اور جاسوس کر رہا تھا۔ اس میںی شہدے کہتے ہوئے ہوئے انکار کی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے اقراؤ کر کے صاحبزادے کو روک کر خود کی قسم ان میں سے مسلم کو جایا نہیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ میں تمہارے گھر آ رہا ہوں۔ اب تک جب وہ میرے دروازے پر آگئے تو میں انکار نہیں کر سکا۔ اس طرح میں نے انہیں ممان بنالیا۔ اور خاندان رسالت کا ایک فرد ہونے کے ناطے ان کو اپنے گھر میں پناہ دے دی۔ اب میں آپ سے یہ یاد دہا کر رہا ہوں کہ میں انہیں اپنے گھر سے نکل دوں گا۔ آپ مجھے اتنی محبت دے دیجئے کہ میں ان کو ان سے کہہ آؤں کہ آپ میرے گھر سے نکل کر جہاں چاہیں چلے جائیں۔ تاکہ میں آپ کو

دلہا پر بھی غصہ خود مہلقات کے لیے آتے جاتے تھے۔ اور ہجرت کا سلسلہ بھی براہ جاری تھا۔ بعض دو تین میں آئے کہ چالیس ہزار باہیں ہزار افراد نے بیعت کر لی تھی۔ اور ابن زیاد کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ امام مسلم بن معقل کو فتنے میں ہیں۔ اس نے ان کی قیام گاہ کا پتہ لگاتے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ بلاخرہ اس نے اپنے شاہی غلام معقل کو اس حکم پر مامور کیا اور اس کو تین ہزار دو سو دس کے قمریوں لگاتے تھے تمام طریقے سمجھا رہے اور کما کر کسی بھی طرح مسلم بن معقل کا سراغ لگاؤ۔

غلام عبد صالح مسجد بنچا القف سے اس وقت ایک حب فہل بیت مسلم بن عروہ اسدی مسجد کے گوش میں غائب رہے تھے۔ معقل دیر تک ان کو دیکھنے پر اذیت لہا رہا تاہم قاور ہوئے تا معقل ان کے پاس گھر اور کام میں ایک شاہی غلام ہوں اور حب فہل بیت ہوں میرے پاس تین ہزار دو سو ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ خاندان رسالت کے ایک بزرگ کو فتنہ لگاتے ہیں اور لوگوں سے فروغ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت لینے ہیں میں ان کی خدمت میں یہ رقم بطور رزق عقیقت پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اس کو کسی کار خیر میں صرف کریں۔ لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ بزرگ کہاں غمیرے ہوئے ہیں۔ مسلم بن عروہ نے کہا مسجد میں اور لوگ بھی تھے تم نے ان لوگوں سے یہ کہنا نہیں چھوڑنا مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو؟ غلام نے کہا آپ کے چہرے پر غم و برکت کے آثار تھے ہیں کہ آپ ضرور اہل بیت رسول کے دوستوں میں سے ہیں۔ اس لیے میں نے آپ سے پوچھا ہے خدا و آپ مجھے اس سعادت سے محروم نہ کریں اور ان کا پتہ ضرور بتاؤں۔ مسلم بن عروہ اسدی اس کے قریب میں آگئے اور کہا تم نے صحیح پہنچا میں بھی اہل بیت کا حب ہوں اور دیر غلام مسلم بن عروہ کے پھر اس سے عہد و پیمان لے کر حضرت امام مسلم بن معقل رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور اس کی عقیدت مندی کی خود بھی توثیق کر دی۔ اس نے حضرت امام مسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور تین ہزار دو سو دس آپ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے یہ رقم پورے صنادید کو دے دی۔ بیعت کے بعد وہ غلام روزانہ آپ کی خدمت میں سب سے اول آنا اور سب کے بعد جانا اور جو کچھ دیکھتا اور سنتا رات کے وقت اس کی پوچھ و پوچھ

پتہ دینے کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جاؤں۔ ابن زیاد نے کماخذ کی قسم اُچھ تک تم انہیں میرے حوالے کرنے کا عہد و پیمان نہیں کرتے میں جنہیں اس جگہ سے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بانی نے کماخذ کی قسم اُچھ میں اپنے صمان کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالے کر دوں ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا ابن زیاد نے کہا تمہیں حوالے کرنا ہو گا۔ بانی نے کماخذ کی قسم میں مسلم کو ہمارے حوالے ہرگز نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ بات اور بڑھتی تو ابن زیاد نے کماخذ انہیں یہودیوں کے توہم ہمارا مسلم کر رہیں گے۔ بانی نے کہا اگر ایسا ہوا تو ہمارے ارد گرد تلواریں چنگیں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد ڈانٹ بولے ہو گیا اور کہا اچھا مجھے دھمکی دیتے ہو۔ پھر ابن زیاد نے بانی کے سراور منہ پر ڈھڑے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی ناک پھٹ گئی ابرو کی پٹی ٹوٹ گئی اور سارا کپڑا خون میں لٹ پٹ ہو گیا۔ بانی نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ایک سپاہی کی تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالا مگر اس نے زور سے چھڑا لیا ابن زیاد نے کہا اب تو تو نے اپنا خون بھی ہمارے لیے مہلج کر دیا ہے پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے کھینچ کر لے جاؤ اور ایک کمرے میں بند کر کے تہہ و بالا دو۔ اسلام بن خراجہ اٹھے اور ابن زیاد سے کہا وہاں بڑا دن کو چھوڑو تو نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم انہیں حیرے پاس لائیں، جب ہم نے آئے تو تو نے ابن کا منہ توڑ دیا اور ان کا خون بہا لیا اور ان کے قتل کی دھمکی دے رہا ہے۔ ابن زیاد نے کہا اس کو بھی پکڑو اور مارو۔ چنانچہ سپاہیوں نے ان کو بھی بہت مارا چٹا اور قہر کر دیا محمد بن اشعث نے کہا ہم تو امیر کی راسخ پر راضی ہیں امیر تو کچھ بھی کرے ہم اس پر راضی اور خوش ہیں۔ (تاریخ طبری ج 5 ص 111)

شہر میں یہ افواہ پھیلی گئی کہ بانی قتل کر دیے گئے ہیں۔ اس افواہ کو سن کر عمرو ابن العجاج بنی ہزار سپاہیوں کو لے کر انتقام انتقام کاغزو کیا گئے ہوئے آئے اور گورخر ہاؤس کو گھیر لیا اور پکار کر کہا میں عربی انتقام ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ حذاف کے ہزاروں شہسوار ہیں۔ ہم نے بھی اطاعت سے انحراف نہیں کیا اور نہ جماعت سے علیحدگی اختیار کی ہے پھر بھی ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے ہم اس کا انتقام لیے بغیر نہ رہیں گے پھر سارے مجمع نے انتقام انتقام کاٹک کاٹک غوغا مچا دیا۔

ابن زیاد اس نازک صورت حال کو دیکھ کر بہت گھبرایا۔ اس نے قاضی شریح سے کہا آپ پہلے بانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے پھر اس کے قبیلے والوں سے کہنے کہ بانی زندہ ہیں ان کے قتل کی افواہ غلط ہے۔

قاضی شریح بانی کو دیکھنے گئے بانی اپنے قبیلے کے لوگوں کا شور و جھگڑا سن رہے تھے انہوں نے قاضی صاحب کو دیکھ کر کہا یہ آواز میرے قبیلے کے لوگوں کی ہے آپ ان سے میرا حال بنا کر صرف اتنا کہ دیں کہ اگر وہ آری بھی اس وقت اندر آجائیں تو میں یقیناً چھوٹ جاؤں گا۔ جب قاضی صاحب باہر نکلے تو ابن زیاد نے اپنے ایک مشیر اور جاسوس حید بن بکرا حمری کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لیے مجبوراً قاضی صاحب نے بانی کا پورا حال ان کے قبیلے والوں کو نہیں بتایا بلکہ صرف اتنا کہ دیکھا کہ وہ زندہ ہیں اور ان کے قتل کی جو خبر ہمیں پہنچی ہے وہ غلط ہے۔ قاضی صاحب کی شہادت سن کر ان لوگوں نے کہا اگر وہ قتل نہیں کیے گئے تو خدا کا شکر ہے اور سب منتشر ہو گئے۔ (تاریخ طبری ج 5 ص 112)

گورخر ہاؤس کا گھیراؤ

حضرت امام مسلمہ رحمہ اللہ عنہ بانی بن عمرو کی گرفتاری اور ان پر حملہ کی خبر سن کر برآمد ہوئے اور اپنے مؤمنین کی ندائی جوق در جوق آدمی آنے شروع ہوئے اور چالیس ہزاری جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شہان کا احاطہ کر لیا۔ صورت بن آتی تھی حملہ کرنے کی دہم تھی مگر حضرت امام مسلمہ رضی اللہ عنہ حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح ہو جاتا اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھ گرفتار ہوتے اور پھر بھی لشکر سیلاب کی طرح احرار کشمیں کو ماتحت و مکاراج کر ڈالتا اور بڑے کی جان بچانے کے لیے کوئی راہ نہ ملتی تھی تو یہی حاکم قلعہ کا رہدست کارکنان تہ دست بندوں کا سوچا گیا ہوا ہے۔ حضرت مسلم نے قلعہ کا احاطہ کر لیا اور جلدیکہ گوشوں کو پر عہدی اور ابن زیاد کی قریب کاری اور بڑے کی عداوت پر دسے طور پر ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور ایک باور شدہ اور مشرکے جانب کی حیثیت

سے آپ نے اتفاق فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع جہت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے۔ تو مسلمانوں میں خوش فہمی نہ ہونے لگی۔ آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انکار میں رہے اور اپنی احیاء کو پانچ سے نہ جانے دیا۔ دشمن نے اس وقت کا فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے دوسرا جہانگیر بن جن کو انہی فدا سے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا وہیں بیور لیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زہرا کے گھروں کو چھوڑ کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے ملحقہ کر دیں۔ یہ لوگ ان فدا کے ہاتھ میں جبر سے اور جانتے تھے کہ اگر انہی لڑو کو قتل کر دیں تو وہ قلعہ فتح ہونے تک اس کا خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ دو تھپاٹے اور اہل قلعہ سے دو اور قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و مؤمنین سے مل گئے اور انہیں حضرت مسلم کی وفات چھو کر دینے پر آمادہ کر دیا اور دیکھا کہ عاود اس بات کے کہ حکومت ہمساری دشمن ہو جائے گی بڑے ناپاک طبیعت ہمسارے پر پھر کو قتل کر ڈالے گا۔ ہمسارے ہی کو اود سے کامرادی جاگیریں اور مملکت منبہ ہو جائیں گے۔ یہ اور عیسیت ہے کہ اگر تم امام مسلم کے ساتھ وہ تو ہم پر ان فدا کے ہاتھ میں قلعہ میں قید ہیں قلعہ کے اندر رہا دے جائیں گے اپنے انجام پر نظر ڈالو اودا سے حال پر رحم کرو اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔

یہ جملہ کامیاب ہو اور امام مسلم کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ باوقت شام حضرت مسلم نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے۔ اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا قندوز کے قلعہ دار انہماں کے عہدہ دار جس عزیز مہمیں کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفات ہے کہ وہ غائب اور ان کی وفات کے لیے کوئی ایک بھی سرجو نہیں کوفہ والوں نے حضرت مسلم چھوڑنے سے پہلے غیرت و محبت سے نفع نفعی کیا اور انہیں ڈرا دیا وہ آدمی کہ فیاض تک امام عالم میں ان کی سب سے بہتر تھی کا شہر رہے گا۔ اور اس بڑولانہ سب مرونی اور عہدی سے وہ رسوائے عالم، وہ گئے حضرت مسلم اس غریب و مسافرت میں تھارہ گئے کہ ہر جائیں کہیں فہم کریں جہت ہے کہ کوفہ کے تمام مسلمان خاؤں نے دودھ سے مفلح تھے جہاں ایسے محترم مسلمان کو ہر عمر کر کے لیے وصل و ملاقات کا

آپ کا ہمدرد و یار تھا۔ محصور تھے ساتھ ہیں کہا انہیں لٹائیں کہاں مسلمانوں کو کوفہ کے بیچ لحد میں چار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لیے نظر میں آئی تھی۔ اس وقت حضرت مسلم کو امام حسین کی باو آئی ہے اور اولیٰ علیا بقی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جنگ میں خلیہ کھسا کر شریف آدمی کی انہماں ہے اور اس پر عہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک نقش نقش امام علی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور شریف آدمی کو زور دیا ہے بنیاد حضرت امام بیبر اظہار نہ فرمائیں گے اور یہاں کے مصلحت سے مصلحت ہو کر متعلقین و ممال کے چل چلے رہے ہیں یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور انہی زہرا کے جتنی بھانپوں کو اس لیے ہماری کٹیں کیسی محترمہ پہنچائے گی۔ یہ تم الگ دل کو گھمٹ کر دیا۔ وہ اپنی غریب و شرمندگی و اطفال اور حضرت امام کے لیے خطرات عاجزہ پریشان کر دے تھے۔ اور دودھ پریشانی بد اور امن گہر تھی۔

(سراج کرام ص ۱۸۵)

حضرت مسلم ان قصوات میں گھرے اختیاری پریشانی کے عالم میں اور احواص بکھرنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اب کہاں جائیں۔ پھر بڑے در قیلہ کندہ کی ایک غور سے خود کے۔ یہاں پر پہنچے وہ اشعث بن قیس کی اودھی تھی جسے اشعث نے آزاد کر دیا تھا۔ آزاد کی کے بعد ایک شخص امینہ نامی حضرت نے اس سے نکاح کر لیا جس سے ایک لڑکا ہوا اور اس وقت بلال کہیں پھر گیا اور وہ عہدہ اس کا اختیار کر دیا تھی حضرت امام مسلم نے آگے بڑھ کر اسے ملا کر ساؤ دیلی انگارے نے پانی لارویا آپ نے پانی پر وہ برتن رکھا کہ پھر پانی آئی تو دیکھا کہ آپ وہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا آپ تو پانی پی چکے ہیں اب آپ کھانے کے لیے کوئی خواب نہ دیا اور راجی جگہ بیٹھے رہے۔ اس نے شینا دی کہ کیا پھر بھی آپ خاموش رہے تو اس نے کہا آپ کا رات کے وقت میرے پر دازے پر بیٹھنا مناسب نہیں ہے میں سختی دلوں آپ اپنے گھر کے تو پھر آپ فرمایا اسے ایک بچہ میرا اس شرمیں کوئی گھر نہیں ہے میں ایک مسافر اور اس اور یہ سمجھتے ہیں جتا ہر ایسے میں نام میرے ساتھ کوئی تکی کر کنی ہو؟ شاید میں کس وقت میں اس کا بدلہ دے سکوں۔ وود اللہ انہی اور اس کے دوسری مصلیٰ اللہ عیب

و مسلم جنس اس کا جڑیں سے موت نے حیران ہو کر پوچھا آپ کون ہیں؟ اوہ کس قسم کی نیکی چاہتے ہیں؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں کوئہ والوں نے میرے ساتھ خدا دی کی ہے مجھے دھوکہ دیا ہے مجھ سے خدا کا وعدہ کیا تھا اور اب سب سزا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا مسلم آپ ہی ہیں فرمایا ہاں میں ہی مسلم بن عقیل ہوں۔ انا سنا تھا کہ اس خدا جس عورت نے فوراً آپ کو مکان کے اندر لے لیا اور اپنے خاص کمرے میں آپ کے لیے فرش بچھا دیا آپ اس پر بیٹھ گئے اس نے کھانا پیش کیا مگر آپ نے کھانا نہیں اور اس کو دعائیہ دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا لڑکا آیا جب اس نے ماں کو پا دیا اس کمرہ خاص میں آگے جاتے دیکھا تو سبب دریافت کیا طوطے نے پہلے تو چھپائے گی کو خوش کی لیکن جب بیٹے نے بہت اصرار کیا تو دادواری کا عہدہ دیکھنے لے کر انا دباہ من کر دیا بالکل خاموش ہو گیا اور رات گزرنے کا شدت سے انتظار کرنے لگا صاحب کار خود طبری اس کے پاس سے میں لکھتے ہیں کہ یہ لڑکا شربلی او دادوہ قسم کا تھا۔ (۱) ابن طبری ج ۵ ص ۱۱۹

ادھر ابن زیاد کو معلوم ہوتا یا کہ تمام اہل کوفہ مسلم کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں اور اب کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں ہے تو اس نے اعلان عام کر دیا کہ جس نے مسلم کو اپنے گھر میں بنادیا وہ اس کے لیے امان نہیں۔ اوہ وہاں دو گرتا کر کے لائے گا مگر قتار کرے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد اس نے ریش اشتر (آئی بی پولیس) حسین بن نبیر کو حکم دیا کہ شری تاکہ بندی کر کے گلی کو چوں میں آدمی مقرر کر دو اور گھر گھر کی تلاشی لو۔ خرواہ یہ شخص (مسلم) کسی راستے او کسی طریقے سے بھی جانے نہ پائے۔ اگر یہ شخص نکل گیا تو اس کو گرفتار کر کے میرے پاس نہ لائے تو تسماری خیر نہیں۔ ابن زیاد کا یہ اعلان جب طوطے کے لڑکے ہائل ابن اسید نے سنا تو اس کو خیال آیا کہ اگر اس کے گھر کی تلاشی لی گئی تو پھر اس کی خیر نہیں۔ اس نے یہ مارا نفا کرتے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح ہوتے ہی وہ گھر سے نکل اور عبدالرحمن بن اشعث کے پاس گیا وہ اسے بتایا کہ مسلم بن عقیل میرے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ عبدالرحمن کا ہاں محمد بن اشعث اس وقت ابن زیاد کے پاس گیا وہاں تھا۔ وہ خود اس کے پاس پہنچا اور سارا ماہر اکہہ بتایا۔

ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سرکردگی میں فوج کا ایک دست امام مسلم کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا۔ حضرت مسلم نے جب گھوڑوں کی ناپ اور لوگوں کی آوازیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ابن زیاد کی فوج میری گرفتاری کے لیے آئی۔ آپ نے تلوار سنبھالی اور فوراً کمرے سے نکل پڑے اسٹے میں فوج اندر گھس گئی آپ نے ضیاء شجاعت و بہادری کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کیا وہ ان سب کو گھر سے باہر نکل دیا۔ سپاہیوں نے دوبارہ پھر گھس کر آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے بڑی بہادری کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اسٹے میں کچھ کھنجران احمدی نے آپ کے چہرہ مبارک پر ایسا دا دیا کہ اوپر اور نیچے کا ہونٹ کٹ گیا۔ اوہ سامنے کے دو (۳) دانت بھی شہید ہو گئے حضرت مسلم نے اس کے سر پر تلوار ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا وہ سراسر اوہ اس کے کندھے پر ایسا کیا کہ آپ کی تلوار اس کے سینے تک اتر گئی جب لوگوں نے آپ کی شجاعت و بہادری کا عالم دیکھا تو آپ کی فوج اور ضرب حیر دی سے بچنے کے لیے باہر بھاگ گئے اور مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور وہاں سے آپ پر سنگباری کرنے لگے اور ہائیں کی جاتی ہوئی کلزیاں مکان کی چھت پر پھینکتے گئے۔ حضرت مسلم نے جب یہ بزدلانہ طریقہ دیکھ دیکھا تو تلوار کھینچے ہوئے گھر سے باہر نکل آئے اوہ ان لوگوں سے حوا نہ دلائے گئے محمد بن اشعث نے جب آپ کی شجاعت اوہ اپنے مقابلیں کی بزدلی اوہ کھڑو دی دیکھی تو پر فریب چال چلی اور آگے بڑھ کر کہنے لگا آپ کیوں جان کو اسٹے ہیں؟ میں آپ کا امان آتا ہوں اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیں۔ مگر آپ برابر ہتھیار چلاتے رہے اوہ رز پڑنے سے پہلے جس کا آخری مصرعہ یہ تھا نصف ان الذباب اوعصر۔ یعنی مجھے اس بات کا اندیشہ کہ مجھ سے جھوٹ پولیس گئے یا مجھے دھوکہ دیں گے محمد بن اشعث نے کہا نہیں آپ سے جھوٹ نہیں بولا جا رہا ہے اور نہ آپ کو دھوکہ دیا جائے گا۔

حضرت امام مسلم دشمنوں سے چور ہو چکے تھے اسی لئے مکان کی ایک دیوار سے ٹپک ٹپک کرکڑے ہو گئے ابن اشعث آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ آپ کے لیے اعلان ہے آپ نے فرمایا میرے لیے اعلان ہے؟ کہاں اعلان ہے اوہ سب لوگوں نے بھی پکار کر کہا آپ کے لیے اعلان ہے صرف عرب بن عبید اللہ سلمیٰ الٹک ہو گیا اوہ بولا مجھے اس معاملے

میں کوئی دخل نہیں۔

حضرت مسلم نے کہا اگر مجھے تم لوگ امان نہ دیتے تو میں کبھی اپنے آپ کو جسارے حوالے نہیں کرتا۔ اس میں ایک پھر لایا یہ آپ کو اس پر سوار کر لیا گیا۔ جب آپ گھر پر سوار ہو گئے تو سپاہیوں نے چاروں طرف سے پوٹ کر کے آپ کی نگوار آپ کے ہاتھ سے چمچیں لی یہ دیکھ کر آپ کو یقین ہو گیا کہ مجھ سے وحوش کچھ گیا ہے اور آپ نے اول زندگی سے لباس پہنے ہوئے فرمایا یہ پہلی نذر دی ہے ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا میں امید ہی امید ہے او د امان تو نم نے دی تھی وہ کیا ہوا؟ پھر انا اللہ وانا الصمد واجعلوں۔ کہا او د وے لگے محمد بن عبید اللہ سملی نے امان سے اٹھیں نہیں کیا تھا وہ یوں جس کام کے لیے جس مقرر کہہ کیا تھا اگر کسی دوسرے کو اسی حکم پر مقرر کیا جانا تو اس پر وہی مصیبت پڑتی جو تم پر پڑی ہے تو وہ بھی نہ دو تا آپ نے فرمایا میں اپنی جان کے لیے نہیں دوں گا بلکہ فومہ وصول حضرت امام حسین اور ان کی اولاد کے لیے دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے محمد اشعث سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑی دیر بعد تم اپنی دی ہوئی امان کو پورا کرنے میں عاجز ہو جاؤ گے بہر حال دوسرے ساتھ انسا سلوک کرو کہ کسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس میرے حالات اور پیغام پہنچ دو کہ اہل کوفہ نے میرے ساتھ ندامت و وحوش کہہ ہے وہی اہل کوفہ ہیں جن سے پچھلکارا صل کرنے کے لیے آپ کے والد ماجد بیٹہ کو وحش کرتے رہے اور آرزو کرتے رہے وہ کہہ دینا کہ اہل کوفہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اس لئے اپنے اہل و عیال کو لے کر دھن لوٹ جائیں ابن اشعث نے کہا خدا کی قسم ا میں شہرہ ریا آکوں گا۔ چنانچہ اس نے اپنے وعدے کے مطابق ایسا ہی عمل جاری کیا جو ایک شاعر خدا اور اس کے پاس آ جا چلا کہ انا ہذا یحییٰ اور ایک خط میں وہ تمام باتیں لکھ کر حضرت مسلم کے پاس بھیجے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ خط حضرت امام حسین کو جس قدر ممکن ہو پہنچے دو۔ اتنا طبری ج ۵ ص ۸۸ تا ۱۲۰

اس کے بعد ابن اشعث حضرت مسلم کو لے کر روانہ ہوئے قمر ماوت (گور نرپاؤس) اس کے پاس پہنچے۔ آپ کو دروازے کے پاس چھوڑ کر خود اندر گیا اور ابن زیاد سے ملنا حال

کہا او د کہا میں نے ان کو امان دی ہے ابن زیاد نے کہا تم کون دیتے ہو امان دیتے ہیں؟ اس نے جن میں صرف کرنا د کر کے کے لیے بھیجا تھا امان دینے کے لیے نہیں دے گا۔ ابن اشعث یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

حضرت مسلم جب گور نرپاؤس کے دروازے پر پہنچے تو وہیں بہت سے لوگ اندر لے کی اجازت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک گھڑا پانی سے بھرا ہوا دروازے کے قریب رکھا ہوا تھا۔ حضرت مسلم بہت پیاسے تھے فرمایا تھے تمہارا سالنشا ہوا اور وہ مسلم بن مروان بنی غنیمت نے کہا کہ میں نے وہی سالنشا پانی سے مگر خدا کی قسم اس میں اس میں سے ایک پوند بھی نہیں لے گا اب تو تمہاری قسمت میں جہنم کا کھانا ہوا ہے۔ (مسعود اللہ) آپ نے فرمایا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا جبکہ تم نے اسے ترک کر دیا۔ مسلم بن مروان پانی سے آپ نے فرمایا خدا کرے کہ میں اس خطبے کو دے دوں تو کیا نام اور سنگدل ہے اسے باہر کے بیٹے اتنا زیادہ نارنجیم او د نام کا مستحق ہے۔

ہمارے ہونے جبکہ آپ کی حالت پر حسرت آتا اس نے اپنے غلام قیس کو بھیجا اور حد پانی کی ایک ٹھکی اور کھور لایا کھور بھر کر آپ کو دیا جس پر آپ نے اس کو مت کہنا میں آپ کے منہ سے خون گر ا اور خون پانی میں گر کر کھائی جی خون بن گیا نظام سے دوسری بار کھور بھر کر دیا وہ بھی خون سے بھر گیا تیسری مرتبہ پھر دیا تو سامنے کے دو درخت مبارک ٹوٹ کر کھوڑے میں گر گئے آپ نے فرمایا اللہ او اب میری قسمت میں لکھا پانی نہیں ہے۔ اس کے بعد اسی حالت میں جبکہ آپ کے منہ او پھرنے خون سے لکھا پانی تھے ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ آپ نے دستور کے مطابق ابن زیاد کو سلام میں کیا کیا سیایں لے کر تمام امیر کو سلام میں کر کے؟ آپ نے فرمایا اگر امیر مجھے قتل نہا جاتا ہے تو ان کو میرا سلام نہیں اور اور اگر قتل کا ارادہ نہیں تو پھر اس پر بہت سے سلام ہوئے ابن زیاد نے کہا یہ ملک میں نہیں شہرہ قتل کرنا کہ آپ نے فرمایا افسس؟ اس نے کہا ہاں فرمایا آپ مجھے اتنا موقع دو کہ میں اپنی قوم کے غم کو بکھوڑ دیتا ہوں کہ میں انظر مسلم نے۔ وہاریوں میں نظر دوڑائی تو ان میں ابن سعد نظر آتا

آپ نے اس سے فرمایا تم قریش خاندان کے ہو اور تم میں ہر جگہ میں قربت اور بھی ہے اس لئے میں تم سے کچھ راوی کا نہیں کہنا چاہتا ہوں اسے عثمانی میں اس حکومت کا چالیس امین صدر حضرت مسلم کی بات سننے کو تیار نہ ہوا۔ تو ابن زبیر نے کہا سننے میں کیا حرج ہے جہاں اس کی بات سنو۔ چنانچہ وہ اٹھا اور حضرت امام مسلم کے لئے کر محل کے ایک گوشے میں چلے گئے جہاں سے ابن زبیر انہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضرت مسلم نے ابن سعد سے فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے کوفہ میں انہیں شخص سے سات سو درہم قرض لیا ہے تم میری کھوار اور زرہ بیچ کر یہ قرض ادا کرو اور سری بات یہ ہے کہ قتل کے بعد میری لاش کو دفن کرو دینا میری بات یہ ہے کہ حسین کے پاس کسی کو بھیج کر میرے پوسے حالات کی اطلاع کرو دینا کہ وہ وہاں چلے جائیں۔

حضرت امام مسلم نے یہ باتیں امین صدر سے رازدارانہ طور پر فرمائی تھیں لیکن اس بد بخت نے یہ ساری باتیں ابن زبیر سے کہہ دیں پھر ان درمیتوں کے بارے میں انہی زبیر سے پوچھا کہ ابن زبیر نے کہا جو وصیت قرض کے بارے میں اس میں تھیں انہیں اختیار ہے جتنا چاہو کرو اور حسین کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ یہاں نہیں آئیں گے تو ہم بھی ان کا پیچھا نہیں کریں گے اور اگر وہ یہاں آئے تو پھر ہم انہیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ اور لاش کے بارے میں ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے جس شخص نے ہماری اس قدر مخالفت کی ہو اس کی لاش کسی رعایت کی مستحق نہیں۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۸۷) (شام ج ۵ ص ۵۰) (توین عربی ص ۸۹)

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد بد مذہب

ابن سعد کو رحمت کے متعلق جواب دہیت کے بعد ابن زیاد نے حضرت مسلم سے کہا اے ابن عثمان! لو کہ آپ میں حدود شریعت تھی تم نے آکر لوگوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کر دیا اور ان کو ہماری مخالفت پر راغب کیا۔ آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں

حضرت مسلم کی شہادت

اس کے بعد غلام ابن زبیر نے ہلاکوں کو حکم دیا کہ ان کو محل کی چھت پر لے جاؤ اور وہی طرح قتل کرنے کے بعد سر کو رحمت کے ساتھ نیچے گرارو کہ جہاں چکنا چور ہو

وقت بازو کا سہارا لینے ہوئے اپنا ہاتھ وہی سے کھینچ لیا اور کھارے کو لٹی اٹھنی نہیں، کوکھی چھڑی نہیں، کوکھی پتھر نہیں، اوے کیا ہونٹ کو لٹی پڑی بھی نہیں کہ میں اسی گوشے کے اٹلی جان، یہاں سوسا۔

سپاہوں نے بھڑائی کو رسی سے باندھ دیا۔ اور رشید نامی ایک رزکی غلام نے آپ کو شہید کر دیا۔ قتالہ وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تاریخ بھڑائی ج ۵ ص ۱۲۵)

ابن زید نے مسلم و یحییٰ کے مرہوں کو یحییٰ بن حیدر اوداعی اور قہر بن الدرداح
 جس کے ہاتھ وافر کھنڈر و غارت کے ساتھ یزید کے پاس روانہ کر دیا۔ ان دونوں نے
 یحییٰ تمام حالات سے یزید کو مطلع کیا۔ یزید نے جو اس کا نامہ پر بڑی شہنشاہی دی۔ اور
 ایک خط لکھا کہ تم نے وہی کیا جس کی میں تم سے امید تھی۔ اب وہ حسین و بنی علی کے
 پاسو سے تمہاری کاٹھڑا دی و کھنڈا ہے۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۶۷)

فرزندان حضرت مسلم کی شہادت

آج خالو اور نبوت کے چشم و چراغ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے مقدس خوں سے کوئی کی سرزمین سرخ ہو گئی تھی۔ مجی کے شیر مقدم کے نیچے آٹکھوں کا فرش بچھاؤ والے اس کی تڑپتی لاش کے سامنے کوفہ منسکرا رہے ہیں۔ اچانک رات کے سناٹے میں امن زیادہ کا ایک مہادی اعلان کرتا ہے کہ مسلم کے دو اسی بیٹے جوان کے جہاز آئے تھے کوفہ میں کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ہر خاص و عام کو مشتبہ کیا جاسکے کہ جو بھی انہیں اپنے گھر میں پناہ دے گا اسے جہز تک سزا دی جائے گی اور جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ کے والدین یتیم بچے تھے جن میں ایک کانام محمد تھا اور دوسری عمر آجھہ (۸) سال کی تھی اور دوسرے کانام ابراہیم تھا اور ان کی عمر چھ (۶) سال کی تھی۔ کوئٹہ کے حاشیہ رسول قاضی شریعہ کے گھر میں بڑھاپہ کر رہے تھے۔ لہذا زیادہ کی جانب سے یہ اعلان کیا کہ قاضی صاحبہ کانچیزہ علی تھیں۔ حضرت مسلمہ کے چچا کوٹوالی کادور واک

جانیں۔ آپ نے ابن اشعث کی طرف کو کھڑکھڑایا تو میں نے مجھے امانت نہ دی ہوئی تو وہاں
میں اس طرح اپنے آپ کو کھانے نہ کر سکا۔ اب مجھ کو بچانے کے لیے اٹھ اور بری اللہ
پر مگر وہ خاموش رہا۔ چاروں زبانوں نے یکے پر دوسرے کی جگہ لیا جب دو آیتا کہ ابن
نے اسے حکم دیا کہ کھانے پر لے جا کر اس کا سر قلم کر دو۔

بِسْمِ حضرت مسلم کو کہنے پر اے کچلے آپ انتہائی ہنس مکھ کے ساتھ ،
 دستِ خدا و دور دراز شریف پڑھ رہے تھے اور ساتھ میں یہ بھی پڑھ رہے تھے کہ خداوند
 مجاہد اور اس قوم کے دو سربراہان کو فوری فیصلہ فرما جس سے ہمیں دھوکہ دیا جاوے
 ہمیں بخلاواور ہمیں دلیل کیا۔ اس کے بعد وہاں سے آپ کو محل کی چھت پر شہید کر دیا
 اور مہر باگ کو جسم کے ساتھ نیچے پھینک دیا آپ کی شہادت ۳۰ ذی الحجہ کو ہوئی۔
 یادِ قاضی غلام عرابی انصاریؒ اپنی علی کتب المستعین کے ص ۸۸ پر حضرت مسلم کی شہاد
 کی تاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۷۲۰ بمطابق ۱۰ ستمبر ۶۸۸ء وزیدہ تحریر ہے۔

الحمد لله الذي جعل في كل شيء دليلاً على قدرته وقدرته على كل شيء

ہائی کی شہادت

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد اہل اعراف عروہ کی لگائی گئی تھی۔ لیکن
 زیادہ سے زیادہ عمل میں تیار کر دیا تھا۔ اس نے اہل نبوت سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ اہل
 کس رجب کا اذان ہے اور کوئی نہیں اس کا اور اس کے خاندان کا کائنات ہے۔ لوگوں کو
 معلوم ہے کہ میں ہی اسے آپ کے پاس لایا تھا۔ اس نے میں آپ سے احتجاج نہیں
 کیا۔ آپ ہائی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میری خبر نہیں ہوگی۔

ہمیں زیادہ اہم اشعث کو چھین دینا کہ کسی قسم کی کوئی تکلیف ہائی تو نہیں ہوا
جانتے تھے۔ لیکن وہ بدکار اپنے وعدے پر قائم نہ رہا۔ اور بعد میں حکم دیا کہ ہال کو بازار میں
لے جا کر فاکر کرو۔ جب سپاہی ہائی کی پٹھان باغہ کمر بازار کی طرف چلے تو ہائی کی پکار کر
کہنے لگے کہ ہال ہیں میرے قبیلہ بنی خراج کے لوگ۔ کہاں ہیں میرے گھروالے لیکن ایک
دوئی نظر نہیں آجا تو ہائی کی ہدایت پر جب انھیں ہر طرف سے دیکھی تو وہی غصہ

ماہرہ سم کیا۔ منہ سے ایک جھنجھلی اور غش کشا کر زمین پر گر پڑے۔ ہوش آتا تو قاضی شریع نے بچوں سے فرمایا کہ رات کا سنا ہے تم دونوں اسی رفت ہمارے بیٹے کے ہمراہ لے کر باہر نکل جاؤ اور جو قافلہ دہینے کی طرف جا رہا ہے اس میں شامل ہو جاؤ۔ اور سب دہینے پہنچے تو اپنے ملتا جان کی بارگاہ میں ہماری طرف سے درود سلام کا کھڑا رات خوش کر دیا۔ اچھا جاؤ خدا تمہیں اپنے حفظہ رہاں میں رکھے۔

قاضی شریع کا بیٹا اسد بہن اب ان بچوں کو لے کر باہر اصرافین پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ تھوڑی دیر پہلے چلا گیا۔ وہ بچوں کو لے کر اس راہ پر تیزی سے چلا۔ کچھ دور چلا اور قافلہ کی گرد نظر آئی تو بچوں کو گور درگاہ کا دیکھو وہ قافلہ کی گرد نظر آ رہی ہے تم لوگ بندی سے جا کر اس میں جاؤ میں وہاں جاتا ہوں۔

اسد راہیں آگیا اور پہنچے تیزی کے ساتھ چلنے لگے مگر تھوڑی دیر بعد مگر غائب ہو گئی اور انہیں قافلہ نہ ملا۔ ننھے بچے عالم تھائی میں آٹھائی پریشانی کا شکار ہو کر آپس میں گلے مل کر رونے لگے اور نادانوں سے پالنے والے ماں باپ کا نام لے کر جان کو کھونٹے گئے۔

ابن زید کا اعلان سن کر مال زر کی ہوس رکھنے والے سپاہی بچوں کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے بچوں کو پالا اور کچڑ کر کہیں دوبارے پاس پہنچا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ ان بچوں کو اس رقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک میں ان کے حوصلہ پر بڑے نہ ہو کہچہ لوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

جیل کاردار نے منگھو نکاری ایک حبیب اہل بیت تھا۔ اسے بچوں کی بے بسی پر بہت قہر آتا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ بچوں کی جان کسی بھی قیمت پر بچائی ہے چاہے پھر اپنی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ چنانچہ اس نے رات کے اندھیرے میں بچوں کو جیل سے نکالا۔ اپنے گھر لا کر کھانا کھلایا اور شر کے باہر قاریہ کی راہ پر اپنی انگوٹھی ابو ریشلی دلی اور کما کہ یہ سیدھا راستہ قاریہ کو جانا ہے اس راہ پر چلے جاؤ۔ جب قاریہ پہنچے جانا تو کو توڑی سے ملنا ہماری انگوٹھی رکھنا اور سامنے حالات بتانا وہاں پہنچا ہے تم لوگوں کو بھلا تھا مدد منورہ پہنچا رہے گا۔

انہما نگاہوں کے سامنے ناچنے لگا۔ ورنہ ہی غم میں رہے کہ کس طرح انہیں غلاموں کے خوشی باتوں سے بھلا جائے۔ کافی غور و خوض کے بعد صورت سمجھ میں آئی کہ راتوں رات بچوں کو کوفہ کے باہر منتقل کر دیا جائے۔ اضطراب کی حالت میں اپنے بیٹے اسد کو آواز دی اور بیٹے سے فرمایا۔ ضمانت احتیاط کے ساتھ کسی محفوظ راستے سے بچوں کو شہر پناہ کے باہر پہنچاؤ۔ آج رات باہر اصرافین سے مدد کی طرف ایک قافلہ جانے والا ہے انہیں کسی طرح ان کے ساتھ لگاؤ تاکہ گر درگاہ بچوں کو بھلا تھا مدد منورہ پہنچا دے۔

دو روزہ غم جو چلے کے بعد رخصت کرنے کے لیے دروہوں بچوں کو پاس بٹایا ہوئی ان پر نظر پڑی فرط غم سے آنکھیں بھیگ گئیں ضبط کا پناہ چھٹک اٹھ مدد سے ایک چچ لگی اور چنبہ ہو کر دروہوں بچوں کو سینے سے لگا لیا پشلی چڑی سر پر ہاتھ رکھا اور سینے کی حالت میں دیر تک دم بخور رہے۔

ہاپ کی شہادت کی خبر سے بچے ابھی تک بے خبر رہے تھے نہ انہیں یہی بتایا گیا تھا کہ اب خود ان کی ننھی کریمیں بھی خون آشام گواروں کی ذرہ ہیں۔ قاضی شریع کی اس کیفیت پر پہنچے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ کٹتے گئے بڑے بھائی نے حیرانی کے عالم میں دریافت کیا ہمیں دیکھ کر گریہ پہ اختیار کی راجہ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے ہاں ایک اتنی رات کو پاس جا کر ہمارے سروں پر شہادت کا ہاتھ رکھنے سے سبب نہیں ہے۔ اس طرح چھوٹ پڑنے والی ہور دی تو ہمارے غامدان میں جیسو سے کی جاتی ہے۔ تھوڑی طرح دل میں ادا ہوا جانے والا یہ جملہ ابھی ضم نہیں نہ ہونے پلا تھا کہ نعلناں ایک چچ پناہ آتی۔ اور قاضی شریع نے برسی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کلو تیر کو آواز میں بچوں کو جواب دیا کلین رسول کے منگھو! عجیبہ مدد کو آ رہا ہے زبان میں نپ گولی نہیں ہے کسی طرح فیروز را کہ تھمارے ناز کا چمن ابر میا اور تھمارا امیر درں کا اٹھیلان دن دراز سے نوت لیا۔ ہائے! تم یہ دہلیں میں شہیم ہو گئے تھمارے ہاپ کو گولیوں نے شہید کر دیا اور اب تھماری جان بھی خطرہ میں ہے۔ آج شام ہی سے خون کے جیسے تھماری تلاش میں ہیں۔ یہ خبر سن کر دروہوں پہنچے بیت و خوف سے کانپنے لگے ننھا

محببت کے مارے دونوں بھائی چل پڑے۔ لیکن اثناءءِ وقت کے احکام بخاند
ہو چکے تھے اور انہیں بھی اس منہمی میں حشریں شہادت سے سرفراز ہونا تھا۔ اس لیے وہ
دست بھول گئے رات بھر پلٹے رہے اور صبح ہوئی تو گھوم پھر کر اسی جگہ پہنچے کہ جہاں کوفہ
کے باہر قادیسہ کے راستے پر پہلے تھے غصا سا کچھ طرف سے مل گیا کہ پھر نہ کوئی پکڑ کر
ابن زیاد کے پاس پہنچا دے۔ قریب ہی ایک کھوکھلا درخت نظر آیا وہیں ایک چشمہ بھی
بتنا نظر آیا۔ دونوں بچے درخت کی آدھیں آکر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اونٹنی پانی
بھر لے آئی۔ اور جب ان بچوں کو اس طرح پیچھے ہوئے بیٹھے دیکھا تو قریب فٹی۔ اور ان
کا حسن و جمال اور شان و شوکت دیکھ کر کما شیرازہ قائم ہو گیا کون ہو اور یہاں کیسے پیچھے
بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اوستہ رسیدہ و راہ کھٹکے ہوئے مسافر ہیں
لوٹنی نے کہا میں کرتی ہوئی کہ دوں تم کو حضرت مسلم بن عقیل کے فرزند ہو۔ یہاں
کا نام سننے ہی وہ دونوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے لوٹنی نے کہا صاحبزادہ غمزن کرو میں
اس خاتون کی کنیز ہوں جو اہل بیت نبوت کے ساتھ کچی عنایت و محبت رکھتی ہے۔ آؤ
میرے ساتھ چلو میں جنہیں اس کے پاس لے چلوں۔ دونوں صاحبزادے اس کے ساتھ
ہو گئے۔ لوٹنی نے ان کو اپنی مالکہ کے سامنے پیش کیا اور سدا و اقد بیان کیا۔ اس خاتون
کو صاحبزادوں کی تعریف آدوی پر سبہ اجناسرت ہوئی۔ اسی طوفانی میں اس نے اپنی
لوٹنی کو آزاد کر دیا۔ اور صاحبزادوں کے ساتھ بڑی محبت سے جہاں آئی اور انہیں ہر
طرح تسلی و تسکینی دی کہ گھر نہ کرو۔ اور لوٹنی سے کہا کہ ان صاحبزادوں کی تعریف
آدوی کا راز پیچیدہ رکھنا اور میرے شہر حادث کو نہ بتانا۔

اور ابن زیاد کو جب معلوم ہوا کہ واروہ قتل ہو گیا تو دونوں بچوں کو دبا کر دیا
ہے تو اس نے مشکور کو بلا کر چھوڑ کر تھے مسلم کے بچوں کا کیا کیا؟ مشکور نے کہا میں نے
اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کو دبا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تو
مجھ سے نہ ڈرا مشکور نے کہا بوجہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے وہ کسی اور سے نہیں
ڈرتا۔ ابن زیاد نے کہا تجھے ان بچوں کو دبا کر میں کیا ملا؟ مشکور نے کہا اوستہ تباہکاران
بچوں کے پد و بزرگوار کو سید کر کے میں تجھے تو کچھ نہ ملے گا مگر تجھے ان بچوں کو سونپنا

پر قیمتی کا داغ لے ہوئے قیود و بند کی جھوٹیں اٹھا رہے تھے دبا کر لے میں امید قوی
میں کہ میدان حشر میں حضور سید کو یمن مالک جنت صلی اللہ علیہ وسلم میری شہادت
لے جائیں گے اور تو حضرت مسلم کے شہید کرنے کے عوض اس نعمت سے محروم رہے گا۔
ابن زیاد اس جواب پر بہت غصہ ناک ہوا اور کہا میں ابھی تجھے اس کی سزا دیتا ہوں۔
مشکور نے کہا میری بڑا دردناک باتیں ان پر فدا ہیں۔ ابن زیاد نے ہمارے کہا اسے کلزی
کے ستواؤں پر کھینچ کر پیچھے سو کوڑے لگا دو پھر اس کا سر تن سے جدا کر دو۔ چار دن
جب کہ کوڑے مارنے شروع کیے تو پیچھے کوڑے پر مشکور نے کہا بس اللہ الرحمن الرحیم۔
دوسرے کوڑے پر کہا اے اللہ مجھے صبر عطا فرما۔ تیسرے کوڑے پر کہا خدا مجھے صاف فرما
چوتھے کوڑے پر کہا اے اللہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں کی محبت میں اپنی
جان قربان کر رہا ہوں۔ پانچویں کوڑے پر کہا اے اللہ مجھے حضور و رسالت ماب صلی اللہ علیہ
وسلم اور آپ کے اہل بیت کے پاس پہنچا دے۔ پھر خاموش ہو گئے اور حلاوت لے اپنا کام
تکام کر دیا۔ ان شاء اللہ و ان شاء اللہ واجبیوں۔ (روایت اللہ ابن عباس ص ۳۳)

اور وہ ایک خاتون بن عمر بل در جان سے بچوں کی خدمت میں دلجوئی میں لگی رہی
کہ پھر رات میں کھانا کھا کر ان کو ایک الگ کمرے میں ملا کر راتیں گئی تھی کہ اس کا
شہر حادث ہوتا پتا پتا آؤد و قضا ماندہ آیا۔ خاتون نے پوچھا آج دن بھر آپ کماں رہے؟
ماریٹ نے کہا واروہ قتل ہو گیا۔ مسلم بن عقیل کے بچوں کو دبا کر دیا ہے اور میر
حبیب اللہ ابن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص ان کو پکڑ کر لائے گا جان کی قربانی کا
کو بہت سامنے اور انعام و اکرام دیا جائے گا۔ میں ان ہی بچوں کی تلاش میں دن بھر
پر چین دیا اور آج زیادہ بھگت ہوئی کہ میرا گھوڑا مر گیا مجھے پیدل ان کی تلاش میں
پہنچا ہوا اس لئے تھکا ہوا سے چہ روچہ دو کیا۔ عورت نے کہا ہے بندہ خدا اللہ سے ڈرو
اور اہل بیت اسلام کے ہاں سے اس طرح کا خیال دل دے نکل دو۔ ابن زیاد آل
رسول کا خون ناحق برائے عین طاعت برادر دہا ہے اور ہوں کو بھی لالچ دے کر اس کا نام پر
ہمو دکر دیا ہے۔ دنیا کی آسائش چند روزہ ہے۔ انعام کی لالچ میں جنم کا ہولناک عذاب
صفت خرید ہے۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو کہ کل میدان حشر میں رسول خدا

ہم چند گھنٹوں کے مہمان ہیں۔ خوش کوڑھا حضور و ہوا سے اتلاؤ میں کھڑے ہیں۔

چھوٹے بھائی نے ڈیڑھائی آنکھوں سے جواب دیا۔ بھائی جان! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ کیا سچ سچ دم دونوں نقل کردہ ہے جائیں گے۔ ہائے! ایک دوسرے کو زخ ہوئے ہم کیسے دیکھ سکیں گے یہاں؟

یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں بائیں ڈال کر لپٹ گئے اور پوٹ پوٹ کر رونے لگے۔ ہوا نے یہ آواز حواص کے کالوں تک پہنچا دی۔ تھیر چو کر اٹھ اور یوپی کو چنگ کر پھٹنے لگا۔ یہ بچہ اس کے رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ صورت حال کی نزاکت سے یوپی کا گھبراہٹ ہو گئی۔ اس نے لپٹے ہوئے جواب دیا۔ سو بانیے کہیں چڑوس کے بچے رو رہے ہیں گئے۔ شکر دل نے تیر بدل کر کہا پڑوس سے نہیں، ہاؤس گھر سے یہ آواز آ رہی ہے۔ ہونہ ہو یہ وہی مسلم کے بچے ہیں جن کی تلاش میں تھی دن سے سرگرداں ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اٹھا اور اس کو گھڑی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ تالا ڈکڑو ڈواڑھ کھولا۔ اندر جا کر دیکھا تو دونوں بچے دوڑتے دوڑتے بے حال ہو گئے تھے۔ گرفت لمبے سے دریافت کیا تم کون ہو؟ کیا ابک اس انجینی آواز پر بیٹے سم گئے۔ لیکن چونکہ اس کمر کو والہاں کیجے ہوئے تھے اس لئے صاف کہہ دیا کہ ہم مسلم ہیں عقل کے۔ تم بچے ہیں۔ ظالم یہ بیٹھے ہی تھے۔ بے قابو ہو گیا اور کہا۔ میں ساوا دان ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہ بیٹان ہو گیا اور تم لوگوں کے ہمارے ہی گھر میں بیٹش کا بستر لگایا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور نہایت بے رحمی کے ساتھ انہیں نئے تھپوڑا کے دھسا دوسرے طرف بچے پر سنا شروع کر دیا۔ شربت کرب سے دونوں بھائی بلبل اٹھے۔ بے تحاشہ یوپی دوڑتی ہوئی آئی اور یہ کہتی ہوئی درمیان میں حاکم ہو گئی اور اُسے ظالم یہ کیا کر رہا ہے۔ یہ غلام کے وایج ولارے ہیں۔ ان کی چاند بھی صودوں پر ترس گیا۔ ہاتھ روک لے شکر! جنت کے پھولوں کا ساگ مت لوٹ چہستان قدس کی کازک کلیوں کو زخمی مت کر۔ بھڑکتا کی جو تک میں اٹھی اور اس کے قدموں پر دینا سر ہٹتے گئی اور کہا لے میرا سر کیل کر، اپنے ہوس کی آگ بجھا لے لیکن غلام کے بھیکاروں کو کھل دے۔

ظلمے میں چور شکر دل ظالم شوہر نے اسے اپنے زور سے ٹھوکر ماری کہ وہ چکر کے ایک

صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم کیا منہ دکھائیں گے۔ حارثے کا دل پوری طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ یوپی کی ہاتھوں کا کوئی اثر اس کے دل پر نہیں ہوا۔ جھپٹا رہے ہوئے جواب دیا صبریت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عاقبت کا قلق و نقصان میں خود کھینچا ہوں۔ میرا ارادہ اٹھ ہے اور اپنی جگہ سے مجھے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ شکر دل شرارتی نہتہ بہتہ معلوم ہونے کے بعد صحت صحت پر دل دھڑک رہا تھا کہ مہاراجا ظالم کو کہیں بچوں کی ہنگ نہ لگ پائے۔ اس لیے جلد ہی کھل پڑا کر سلا دیا۔ اور جب دو سو گیا تو وہ پانچواں اٹھی اور بچوں کی کوٹھڑی میں نالا ڈال دیا۔ مگر سے اٹھو کی ٹینڈ اڑ گئی تھی۔ وہ رکرول میں ہو کر اٹھتی تھی ہائے! اللہ! حرم بیوت کے وایج ملا دوں گو کچھ ہو گیا تو شہر کے میدان میں سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ ہائے! افسوس! اس گھر کو معصوم بچے اپنا ہی گھر سمجھ رہے ہوں گے کہیں یہ راز قائل ہو گیا تو ان کے گھنے دل پر کیا گزرسے گی وہ مجھے اپنے تئیں کیا سمجھیں گے۔ لیکن میرے دل کا حال تو اللہ اور اس کے رسول سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جیتے گی لالوں پر کوئی آفت نہیں آئے دوں گی۔

آدھی رات کے بعد دونوں بچوں نے ایک لمبا تیر و دو کاک اور بیکان انگیز خواب دیکھا چہرہ کو شریک سفید مہلوں سے نور کی کرن پھوٹ رہی ہے۔ باغ فردوس کی شاہراہوں پر چاندی کا غلاف بچھا دیا ہے۔ قریب ہی کچھ فاصلے پر شہنشاہ کو تین صلی اللہ علیہ وسلم مولائے کائنات حضرت مولیٰ علی مشکل کشا بیست و سول سید، طاہرۃ الزہراء اور شہید مظلوم حضرت امام مسمر رضوان اللہ علیہم جلاہ و فروز ہیں۔ دونوں بچوں پر نظر کرنے سے حق سرکار نے امام مسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مسلم! تم خود تو آگئے ہو اور جو دستہ کا نشانہ بننے کے لیے ہمارے جگر پاؤں کو اٹھایا کے ہاتھوں چھوڑ آئے۔ حضرت مسلم نے نیچے نگاہ کیے جواب دیا۔ وہ بھی پیچھے پیچھے آ رہے ہیں حضور! بیت قریب آچکے ہیں جس دو جاہد قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ خدا نے چاہا تو وہ کل سورج طلوع ہوتے ہی وامن وحت میں پہنچ جائیں گے۔ یہ خواب دیکھ کر دونوں بھائی چونک پڑے بڑے بڑے چھوٹے کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اب سوئے کا وقت نہیں ہے۔ ہماری زندگی کا آخری وقت کچھ ہے، بھیا! اٹھو! اہمیاں نے خبر دی ہے کہ اب

مستون سے نکل کر اہولہنا ہو گئی۔

ظالم جب بچن کو مارے مارے تھک گیا تو دونوں بھائیوں کی منگوائیوں سے مریدوں کو بھیج کر انہیں میں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد ہی کہتا ہوا کوٹھڑی سے باہر نکلا کہ آج جس قدر بڑھاپا صبح تک نہ بڑپ ہو۔ رات بھر ہی میری چھلکار چھلکار تھمیں بھٹتے کے لیے بیٹن کی ٹیڑھ سارے نہ کی۔

صبح ہوئے ہی ظالم نے کھوار اٹھائی؛ دُہر میں بجھا ہوا فتنہ مصلحان اور خوشنوا
 روئے سے کی طرح کو فُزوی کی طرف بڑھا۔ ایک جنت ہوئی ہے نور ذکر چھپے سے اس کی کمر
 تمام لی۔ حادثہ نے اس دور کا ہاتھ لگایا کہ اس کا سر ایک رپا سے نکر گیا اور دور آدہ
 کے زینہ پر گر پڑی۔ یو کی کو فُزوی کرنے کے بعد جسد کو فُزوی میں داخل ہوا تو ہاتھ
 میں بھی کھوار نور پستابو اور خنجر آکچہ کر روئے نچنے نچنے اٹھئے۔ بد بخت نے آگے بڑھ کر
 دروں ہاتھوں کی زنجیں چکڑیں اور نہایت بے دردی کے ساتھ کھینچا ہوا باہر لایا۔

تفکیر سے دروں بھائی خلائق نے لیکن خاتمہ حادثہ کو نہ سہا۔ مسلمان کی طرح آنکھ پر غبرگرو کر دیئے فرات کی طرف چل پڑا۔ اور جب اس کے کتلہ سے پہنچتے تو انہیں مخبر سے انکار۔ مصلحتیں کھولیں اور حسد سے کھڑا کیا پھر مہمان سے تکار نکلا، یہ لٹکا کر اسے تیار اس کی بیوی بائیں کائی آئی اور آتے ہی اس نے اپنے شوہر کو پکڑ لیا اور خوشامد کرتے ہوئے بولی۔ خدا کے لیے اب بھی مایہ دار۔ اور اعلیٰ بیٹہ رسالت کے خون سے اپنا ہاتھ

تو لکھن سے نکلے۔ حادثہ پر شہطان کی طرح سوار تھے۔ خاتمہ کے پہری پر اربابوں کی گارہ
 رخصتی ہو کر گریز اور تڑپنے لگی۔ لوڈی سائے کی آؤدھی اس کے پیچ سے مٹے مٹا
 ہوئی۔ یہ دروازا کھٹکھٹ کر رہ گیا۔ سب سے پہلے جہانگیر خان اللور تھوڑے
 کرچ بھاگ کر طرف بڑھا۔ جھوٹے بھائی پر دروازہ جھانکا۔ بڑا دروازہ کھلا ہوا
 تھا۔ جھگڑے ہوئے۔ جان سے زبردہ عزیز بھائی کی زبانی لاش میں نہیں رکھ سکوں گا۔

پھولنے والی نے سر چھکانے کوئے خوشامد کی بڑے اہالی کے قتل کا ماحول بھی سے چرگز نہ
 دیکھا جاسکے گا۔ خدا ار پیسہ پیرا قلم کرو۔ ظالم حاکم کی تنویر چکی۔ روحی جنین بلند
 ہو جس اور رتجہ بچوں کے کئے ہوئے سرخوں میں رہنے لگے۔ اے اللہ! اے اللہ!

راجسون۔ (نقش و قاصد ۳۲ شام کر بلا ص ۵۳)

سلام بخیر پر اے محمد و ابراہیم!

اے امامِ مسلم کے راج و تاج

تمہارے مقدس خون کی سرفروشی سے فوج تکملہ مخلصین اسلام کی بہاروں کا سماگ قائم ہے۔
خدا کے وہبہ قدر تمہاری تڑپوں پر شام و سحر رحمتِ نور کی بارش برساے۔

قاتلِ حارث کا انجام

عالمِ حارث نے جب پہلے ان مسلم کو شہید کر دیا تو ان کی لاشوں کو دریا کے قریب
 میں ہی تنگ دباؤ سرور کو ایک بوئے خلیجے میں رکھ کر ان زباں کے سامنے پیش کیا۔ اس
 نے پوچھا اس خلیجے میں کیا ہے؟ حارث نے کہا انہیں د اہم کی امید میں آپ کے
 دشمنوں کا سر کاٹ کر لایا ہوا ہے۔ ان زباں کے سامنے بوئے خشن کو لیں جتاؤ اور ان سرور
 کو صاف کر کے طشت میں رکھ کر میرے سامنے پیش کریں۔ حارث نے کہا مسلم بن عقیل
 کے فرزند ہیں۔ ان زباں اسٹائی ہی غصہ ناک ہو گیا اور کہا تجھ کو قتل کرنے کا حکم کس
 نے دیا تھا۔ کم پخت میں نے بڑا کھلے کہ اگر حکم ہو تو میں انہیں آپ کے پاس زور
 دواں کر دوں۔ اگر بیٹے نے زندہ بھیجے گا تو عمر بڑا پھر میں کسی کو مارا۔ میرے پاس ان کو
 زندہ کیوں نہیں لایا؟ حارث نے کہا مجھے اندیشہ تھا کہ اگر شہر حملہ کر کے مجھ سے چین
 لیں گے۔ ان زباں نے کہا اگر تجھے چین لینے کا زور تھا تو کسی مخلوق چاہے ان کو قصداً
 مجھے اطلاع کر دیا میں خود متوا الجتا ہوں میرے حکم کے بغیر ان کو قتل کیوں کیا؟ پھر ان
 زباں نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور ایک شخص جس کا نام مقاتل تھا جو خاندانِ اہلِ نبوت کا دل
 جان سے محب تھا اس نے اس کو بڑا کر کہا اس شخص کو فرات کے کنارے لے جا اور
 جہاں اس نے ان راتوں میں کھو شہید کیا تھا وہیں اسے قتل کر دے۔ اور ان بچوں کا سر
 بھی ساتھ میں لیتا جا اور وہیں اڑال دے جہاں اس نے ان کے جسموں کو ڈالا تھا۔ مقاتل
 نے حمایتِ خرمیٰ کا اعلان کر دیا اس نے ساتھیوں سے کہا۔ اگر عبداللہ ابنِ زبیر مجھے خام

بادشاہی دے دیتا تو بھی مجھے اپنی خوشی حاصل نہ ہوتی جتنی اس مردود کو قتل کر کے ہوگی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ کر گتھے سرکونہ کے بازوؤں میں پھراے ہوئے سر فرات کے پاس لے جاؤ۔ دو باندھے فرات کے پاس جب مقابل اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچے تو دیکھا کہ ایک لونڈی شہید پڑی ہوئی ہے اور ایک عورت زخمی حالت میں گراہ رہی ہے۔ مقابل کے پوچھنے پر خاتون نے بتایا کہ میں اس پرہیزگار دوسراہی ہوئی ہوں اور یہ اس کی لونڈی ہے۔ حادثہ نے مقابل سے کہا میں تجھ کو اس جزا سرخ وینار دیتا ہوں تو مجھے چھوڑ دے میں کہیں بھی روپوش ہو جاؤں گا۔ مقابل نے کہا اگر ختام دنیا تیرے قبضے میں ہو جائے اور تو سب مجھ کو دے دے تو بھی میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ تو نے جب ان لونڈیوں پر رحم نہیں کیا تو میں تجھ پر رحم نہیں کر سکتا اور تجھے اس بری طرح قتل کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ٹوہپ کی امید ملے کر جاؤں گا۔ پھر مقابل گھوڑے سے اترا اور جب اس نے امام مسلم کے ساتھیوں کا خون دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون جاری ہو گیا اس نے روتے ہوئے شہزادوں کا خون اپنے چہرے پر ملا اور حق تعالیٰ سے اس مبارک خون کے طفیل اپنی مغفرت کی دعا مانگی پھر ان مردوں کو فرات کے حوالے کر دیا۔ روائتوں میں آتا ہے کہ مقابل نے جبے ہی ان شہزادوں کے سروں کو فرات میں ڈالا ان شہزادوں کے جسم پانی کے اوپر آ گئے اور ہر ایک کا سر مبارک اپنے جسم کے ساتھ جڑ گیا۔ لو ر دوئوں نے ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھیں متاثر کر دیں اور پانی کے بہاؤ پر بنے۔ گئے۔ روائتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ پھر ان دونوں کو پانی سے نکال کر سر فرات کے کنارے دفن کر دیا گیا۔

سوی ہے کہ مقابل نے غلاموں کو حکم دیا کہ سب سے پہلے حادثہ کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ پھر اس کے پاؤں کاٹے جائیں۔ پھر دونوں کان کاٹے جائیں۔ پھر اس کی آنکھیں نکال دیں۔ پھر اس کا پیٹ بھانڈ کر اس میں گھسے ہوئے اعضاء رکھو اور اس پر پتھر باندھ کر دریا میں ڈال دو۔ جیتے ہی اس ظالم کی لاش کو دریا میں ڈالنا گیا اسی وقت دریا کی ایک موج ابھری اور اسے کنارے پر اچھال دیا۔ مقابل کے غلاموں نے اسے تین باؤں و رہا شفا لاہر گردیا نے اسے تینوں بار ہر پریکٹک دیا۔ اس کے بعد غلاموں نے ایک گڑھا

کھودا اور اس میں اسے ڈال کر اوپر سے مٹی اور پتھر بھر دیے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زمین لرزنے لگی اور اسے زمین سے باہر اٹھ دیا۔ اس کے بعد وہ لوگ جنگل سے گھڑیاں لائے اور اس میں اس طبیعت ناری کو چلا دیا۔

بعد ازاں حادثہ کی کوڑی کو باپ بنی فریدہ میں مدفون کر دیا گیا۔ (روستہ المجدد ج ۳)

میں ۱۳۳

ہ خدا ہی ملا نہ وصل مضن
نہ اوجھر کے رہے نہ اوجھر کے رہے

وہ لوگ آپ کو محو کر دیں گے۔ آپ کو بھٹلا دیں گے اور آپ کو بے بارود و دھماکہ زور حکومت و قوت سے مل کر آپ پر حملہ کر دیں گے اور یہی لوگ جو آپ کو حکومت دے رہے ہیں، آپ کے دشمن بن جائیں گے اور آپ کو شہید کر دیں گے۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا۔ میں خدا سے خیر کا طالب ہوں، دیکھئے کیا ہوا ہے۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۰۹) حضرت عبداللہ بن زبیر جو پہلے ہی سے مکہ میں موجود تھے، آپ کے پاس آئے اور کہا آپ عراق جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ حدیثی ایسی ان لیسکہ کبشہا بہہ یستعمل حرمہما فلما احب ان اکھون اننا دالکک الشکبش۔ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے کہ ایک میٹھ حاکم معتزل کی حرمت کو محال کر دے گا تو میں وہ میٹھ حاکم بننا چاہتا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۰۹) (۱۰۹) (۱۰۹) (۱۰۹)

دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن زبیر نے آپ سے سفر عراق بخوشی کرنے کے لیے اصرار کیا اور کہا کہ آپ مسجد حرام میں رہئے، میں آپ کی نصرت کے لیے لوگوں کو بیخ کرانوں گا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اگر ایک ہاشت بھر میں اس مسجد کے باہر نکلوں تو کئی کیا جانوں گا۔ تو واللہ! میں اس بات سے بے خبر سمجھتا ہوں کہ ایک ہاشت بھر مسجد کے اندر قتل کیا جانوں گا۔ خدا کی قسم! حشرات الارض سے کسی سوراخ میں چھپوں گا تو لوگ مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۱)

فرشید بڑے بڑے صحابہ کرام آپ کو سطر حوالے سے دو گئے کے لیے بہت اصوات کرتے رہے اور آخر تک یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں مگر ان کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۲ء) کو اپنے اہل بیت، مولیٰ و خادم نکل بیٹھی نفوس کو اصرار لے کر مکہ شریف سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے کوفہ روانگی

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کا دوا آنے سے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی درخواست قبول فرماتے میں کوئی وجہ قائل و جائزہ دے رہا تھا۔ ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں نفاق و تدر کے فرمان پانڈ ہو چکے تھے، شہادت کا وقت آچکا تھا۔ اس لیے امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا عزم مصمم کر لیا اور اسباب ضرورت ہونے لگے۔

جب مکہ والوں کو آپ کی تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کا مکہ سے کوفہ جانا پسند نہ کیا کیونکہ وہ کوفہ والوں کی بے وفائی و نداداری کو خوب جانتے تھے اور ان کو علم تھا کہ ان کو کوفہ لے حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو تفتی سے روکا۔ ان میں خاص طور سے جلیل القدر صحابہ حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت حذیفہ، حضرت ابوسعد خدری، حضرت ابو واقد قرظی و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کوفہ ہرگز نہ ہرگز نہ جائیں کہ وہاں کے لوگ درہم و دینار کے بدلے ہیں۔ بد عہدی اور دے و فانی ان کا شعار ہے اور ان کا عائدہ ان پر مسط ہے تو آپ جان بچنے کے کوفہ واسلے آپ کو جنگ و جدال کے لیے جا رہے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ

کر بلا جانے والے اہل بیت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ک شریف سے عراق کی جانب سفر کرنے والوں میں آپ کے نین صاحبزادے آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں یہ حضرت شہراکو کے بہن سے تھے اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی اور بیمار تھے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر تھے دو سہلی بنت ابی موہ کے شکم سے تھے۔ ان کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ یہ کر بلا میں شہید ہوئے۔ آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت علی اصغر تھے۔ ان کی والدہ رہاب بنت امری اقیس قبیلہ بنی قریظہ سے تھیں۔ آپ شیر خوار نہ تھے۔ آپ کی ایک بہن حضرت سکینہ بھی کر بلا میں حضرت امام علی مقام کے ہمراہ تھیں اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ کر بلا میں حضرت قاسم کے ساتھ کا ان کا کلچ ہوئے کی جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے۔ ان کا کلچ حضرت معصب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں آپ کے ساتھ تھیں۔ ایک شہریلو اور دوسری حضرت علی اصغر کی والدہ رہاب بنت امری اقیس۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عماد و حضرت ابوبکر۔ حضرت امام علی مقام کے ہمراہ تھے اور کر بلا میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے پانچ فرزند حضرت عباس امین علی و حضرت عثمان ابن علی و حضرت عبداللہ ابن علی، حضرت محمد بن علی اور حضرت جعفر بن علی حضرت امام کے ہمراہ تھے اور سب کے سب نے کر بلا میں شہادت پائی۔

حضرت عثمان کے فرزندوں میں حضرت امام مسلم و حضرت امام حسین کے کر بلا پہنچنے سے پہلے ہی کوٹہ میں شہید ہو چکے تھے اور تین فرزند حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمن اور حضرت جعفر حضرت امام کے ہمراہ تھے اور کر بلا میں شہید ہوئے۔

حضرت جعفر طیار کے دو چوتھے حضرت محمد اور حضرت عون حضرت امام کے ہمراہ

ماضی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ ابن جعفر ہے۔ یہ دونوں حضرت امام کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اش بیت میں سے کل سترہ حضرات حضرت امام علی مقام کے ہمراہ حاضر ہو کر رجب شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین، حضرت عمر بن حسن، محمد بن عمر بن علی اور دوسرے کم عمر صاحبزادے فدی کی جائے گئے۔

حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی بیٹی تھیں اور شہراکو حضرت امام کی زوجہ اور دوسرے اہل بیت حضرات کی بیویاں ہمراہ تھیں۔ (سوانح کر بلا ص ۸۹)

اہل بیت دو گھر بہتر جاں نثاروں کا یہ قافلہ ۱۹ فرلو پہ مشتمل ہے جس میں ۱۸ اہل بیت گرام اور آٹھ جہل نثار تھے جن کے نام یہ ہیں:

- | | |
|---------------------------|---------------------------------------|
| (۱) زبیر بن حسان محمدی | (۲۶) باہم بن عتبکی |
| (۲) سعد بن عتقلہ حبشی | (۲۷) بشیر بن عمرو حضری |
| (۳) بربر بن طہر ہمدانی | (۲۸) نعم بن سلمان انصاری |
| (۴) وہب بن عبداللہ کلبی | (۲۹) زبیر بن قیس بکلی |
| (۵) عمرو بن خالد صیداوی | (۳۰) انس بن کاہر اسدی |
| (۶) خالد بن عمرو کلبی | (۳۱) حبیب بن مظاہر اسدی |
| (۷) عبداللہ بن عمرو کلبی | (۳۲) فیض بن رضی انصاری |
| (۸) عمرو بن عبداللہ صائدی | (۳۳) عبداللہ بن عمرو بن خرق غفاری |
| (۹) حماد بن انس ہمدی | (۳۴) عبدالرحمن بن عمرو بن خرق غفاری |
| (۱۰) دحس بن ناکہ احمدی | (۳۵) حماد بن ناصر غلام آزاد اور غفاری |
| (۱۱) شریح بن عبید کلبی | (۳۶) شیت بن عبداللہ ہمدی |
| (۱۲) مسلم بن محمد اسدی | (۳۷) فاطمہ بن زبیر شہسبی |
| (۱۳) بلال بن فاتح بکلی | (۳۸) کردوس بن زبیر شہسبی |
| (۱۴) مروان ابی مرو غفاری | (۳۹) سنان بن شیت بن انصاری |
| (۱۵) قیس بن بنت مدنی | (۴۰) ضربان بن ناکہ انصاری |

- (۳۱) جریر بن مالک انصاری
(۳۲) محمد بن منیر مثنوی
(۳۳) یزید بن شیبہ ثقیفی
(۳۴) عبداللہ بن شیبہ ثقیفی
(۳۵) عامر بن مسلم انصاری
(۳۶) عبداللہ بن شیبہ ثقیفی
(۳۷) عقیب بن حمزہ ثقیفی
(۳۸) سالم غلام آزاد عامر بن مسلم
(۳۹) شیبہ بن مالک انصاری
(۴۰) زبیر بن شیبہ ثقیفی
(۴۱) بدر بن معقل ثقیفی
(۴۲) حجاج بن مسروق مولان القشاش
(۴۳) مسعود بن حجاج انصاری
(۴۴) یحییٰ بن عبداللہ قاضی
(۴۵) عمر بن حسان مثنوی
(۴۶) حسان بن عمارت سہمی اسدی
(۴۷) حذیفہ بن عمر خولانی
(۴۸) یزید بن زیاد مہر کنزی
(۴۹) طاہر غلام آزاد بن الحنفی خزاعی
(۵۰) جلیل بن علی شیبانی
(۵۱) مسلم بن کثیر اعرجی الہدی
(۵۲) زبیر بن سلیم ازدی
(۵۳) فہم بن صہیب ازدی
(۵۴) عمرو بن حذیفہ دھیری
- (۵۵) ابو قتادہ انصاری
(۵۶) سلمان غلام آزاد بنیب امام علی مقام
(۵۷) قتب غلام آزاد بنیب امام علی مقام
(۵۸) عروہ غلام آزاد حرمین یزید ثقیفی
(۵۹) مصعب برادر حرمین رباعی
(۶۰) حرمین یزید رباعی
(۶۱) علی بن حرمین یزید بن رباعی
(۶۲) عمار بن ابی سلامہ انصاری
(۶۳) شویب غلام آزاد شاکر انصاری
(۶۴) سعد بن عبداللہ اہلبی
(۶۵) شیبہ بن عمارث انصاری
(۶۶) مالک بن سربع انصاری
(۶۷) محمد بن انس انصاری
(۶۸) مقداد انصاری
(۶۹) حلیہ بن مسروق
(۷۰) حنظلہ بن اسد شیبانی
(۷۱) عبداللہ بن عبداللہ بن سکین ارجنی
(۷۲) حاتم بن حبیب شاکری وضوان
اللہ نذلی نعم اجمعین

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے روانہ ہوئے۔ حاکم مکہ عمرو بن سعید کے سواروں نے روکنے کی کوشش کی لیکن آپ آگے بڑھ گئے۔ جب آپ مقام صفح پہنچے تو فرزدق نامی شاعر نے آپ سے کوفہ والوں کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ آپ نے ایک باغیر شخص سے حال پوچھا ہے۔ امام علی مقام کوفہ والوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی کھواریں بیانیہ کے ساتھ ہیں اور قتلہاء الہی آسمان سے ڈال دی گئی ہے۔ خدا جو چاہتا ہے، کرے گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا لیکن میراث اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری غراباشوں کے مطابق کیا تو ہم اس کا شکر ادا کریں گے اور اگر قتلہاء الہی ہمارے مطالب کے خلاف ہوئی تو آسمان کے لیے یہی کیا حکم ہے کہ اس کی نیت میں غلطی ہو اور اس کے دل میں پارسائی ہو۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۱۴)

فرزدق شاعر سے گفتگو کرنے کے بعد حضرت امام علی مقام آگے بڑھے تو آپ کے ہاتھ حضرت عون و محمد رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا خط لے کر آئے اور آپ کو رامت میں مل کر خط چھین کیا۔ اس میں لکھا تھا کہ:

"میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ میرا یہ خط ملتے ہی فوراً

والہیں آجائیں کیونکہ آپ جہاں چاہتے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بربادی کا جیسے اندیشہ ہے اگر خدا تعالیٰ آپ کو ہلاک ہو گئے تو اسلام کا نور بجھ جائے گا اور دنیا میں اندھرا ہو جائے گا۔ آپ اہل بیت کے رہنما اور اہل ایمان کی امید ہیں۔ آپ روایت میں جلدی نہ کریں، اس خط کے پیچھے پیچھے بھی آ رہے ہوں۔ والسلام^{۱۱}

فرزندوں کے ہاتھ خدا روانہ کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر نے حاکم کے عمرو بن سعید سے جا کر ملاقات کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے ایمان کا پروانہ اور ان کے ساتھ لگنے کو احسان کرنے کا وعدہ تحریری طور پر حاصل کیا اور حضرت امام عالی مقام کے مزید اطمینان کے لیے حاکم کے بھائی نجی بن سعید کو ساتھ لے کر آپ کے پاس پہنچے۔ نجی نے حاکم کا کٹھن پیش کیا۔ آپ نے اسے بڑھا کر واپس آنے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے کہا۔ آخر کیا بات ہے؟ آپ کو فوج چلنے پر اس قدر بخیر کہیں ہیں؟ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ نے مجھے اس خواب میں ایک حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کروں گا، خواہ میرے خلاف ہو یا موافق۔ ان لوگوں نے کہا۔ دو خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ خواب نہ اس تک میں نے کسی سے بیان کیا ہے اور نہ بیان کروں گا بہل تک کہ اپنے خدا سے چاہوں۔ (ذیل خبر ص ۵۱۳)

چھٹ جہانے اگر دولت کوئیں • نو کنہی غم
چھوئے نہ عمر ہاتھ سے امان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت امام عالی مقام نے حاکم کے تحریر کا جواب لکھ کر ان کے چہرہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کچھ مجبور ہو کر اس وجہ سے حضرت امام حسین کے ساتھ نہ جاسکے لیکن اپنے دونوں صاحبزادوں محسن و محمد کو آپ کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی اور خود واپس ہو گئے۔

اگرچہ ابن زیاد بڑا شاد کو اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت امام حسین کو فوج کی جانب بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس نے یحییٰ بن عمار اعلیٰ حصین بن فہر حبشی کو آپ کے روکنے پر مامور کیا۔ اس نے کلابہ سے فحطان، فسطاطہ اور قہل لعل تک سواروں کو

مقرر کر دیا کہ ایک تو وہ حضرت حسین کے قافلے کی نقل و حرکت کی خبریں دم دم اسے دیتے رہیں، دوسرے اہل کوفہ اور حضرت امام حسین کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ برقرار رکھتے رہے۔ اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس علاقے سے کوئی شخص باہر جاسکا اور نہ کوئی اندر آسکا۔ (حصین علی ص ۴۱)

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت امام حسین نے مقام حاجر میں پہنچ کر اپنے ایک رفیق قیس بن مسر سعید اوی کو اپنی آمد کی اطلاعی خبر دی۔ کہ کوفہ روانہ کیا لیکن اس وقت حکام نے پہلے سے راستوں کی ناک باندی کر لی تھی۔ اس لیے قیس جب کلابہ کے قریب پہنچے تو گرفتار کر لیے گئے۔ حصین نے ان کو ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ ابن زیاد نے ان کو بہت مستخانہ حکم دیا کہ نمرمارات کی چھت پر چڑھ کر کذاب ابن کذاب حسین بن علی کو گالیاں دو۔ (محل اللہ)

قیس اس حکم پر نمرمارات کے اوپر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد کہا۔ لوگو! حسین بن علی کا علمہ بہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت بگڑا، اس وقت غلطی نہ اٹھیں سب سے بہترین شخص ہیں۔ میں اس کا بہنو ہوا، تمہارے پاس آؤ، ہوں، وہ مقام حاجر تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لیے تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھو اور ان کی آواز پر لبیک کہو۔ پھر حضرت قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ کو برا بھلا کہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وعائے نفرت کی۔

ابن زیاد آپ کی ان باتوں کو سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور حکم دیا کہ اس کو بہت اور بھی عمارت سے اس طرح پھینک دو کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ چنانچہ ابن زیاد کے چاہلوں نے حکم کی تعمیل کی اور ان کو بچے گرا دیا کیاس سے ان کی ہڈیاں پتلا چور ہو گئیں اور وہ انتقال کر گئے۔ اس طرح حضرت امام کا بہر حساب اور قاصد آپ پر قربان ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ (تاریخ طبری ص ۴۱۳)

عبداللہ بن مطہج سے ملاقات

حضرت امام علی مقام اپنے رفقاء کے ساتھ برابر آگے بڑھ رہے تھے کہ بعن ربہ سے آگے ایک چشمہ ہے آپ کی ملاقات عبداللہ بن مطہج سے ہوئی۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا۔ ہائیں وائیں یا امین و رسول اللہ! اسے اپنی رسول میرے ماں باپ آپ پر فرمان! آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا۔ کوفہ والوں نے ہمیں بلایا ہے کہ معاملہ حق زندہ کیا جائے اور ظلم و جور کو قلم کیا جائے۔ عبداللہ نے کہا۔ جس آپ کو خدا کی قسم و بیعت ہوں کہ آپ حرمت اسلام، حرمت رسول اور حرمت رب کے واسطے کوفہ کا قصد ہرگز نہ کیجئے۔ آپ وہاں بغیبا شہید کر دیئے جائیں گے۔ حضرت امام حسین نے فرمایا۔ لیکن یہ صبرنا الامتکب اللہ لہما ہمیں وہی نصرت پہنچائی ہے جو خدائے تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کر دیا ہے۔ (ابن جابر ۱۵۶)

۱۲۶

زہیر بن قین کا جذبہ شہادت

عبداللہ بن مطہج سے ملاقات کے بعد حضرت امام حسین نے مقام زروہ میں مقام فرمایا تو وہاں فریب ہی ایک چشمہ نظر آیا۔ پوچھا کس کا چشمہ ہے؟ عرض کیا۔ زہیر بن قین الجلی کا درج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے ہیں۔ آپ نے ان کو بلایا مگر انہوں نے ہلنے سے انکار کر دیا۔ ان کے انکار پر ان کی بیوی نے کہا۔ بھیمان اللہ! فرزند رسول تم کو ہلائیں اور تم ہلنے سے انکار کرو۔ بیوی کی بات سننے پر وہ حضرت امام حسین کے پاس گئے اور بہت بے شاشی و بے شائش ہو کر واپس آئے اور اپنا چشمہ اور کل سلمان آپ کی طرف بھجوا دیا اور بیوی کو طلاق دے کر کہا۔ تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر چلی جاؤ۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ تم میں سے جو لوگ شہادت کے طلب گار ہیں! وہ میرے ساتھ چھ آئیں اور جو چاہا چاہے چلا جائے اور یہ سمجھ کر جانے کہ یہ میری آخری ملاقات ہے۔ سب حیران ہو

گئے کہ آخر ماہر کیا ہے؟ آپ نے کہا میں تم لوگوں سے چاہتا ہوں کہ ہم نے ہتھیار لیں جنگ کی نئی، خدائے تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی تھی اور بہت ساری قبضہ ہاتھ آئے تھے جس سے ہم بہت خوش ہوئے تھے تو حضرت سلمان فارسی صحابی رسول نے ہم سے فرمایا۔ ایک وقت آئے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلی بہت کے جوانوں کے سردار و حضرت حسینؑ کے ملو گے اور ان کے ساتھ مل کر ان دشمنوں سے جنگ کرو گے تو اس فتح اور مال قبضہ سے زیادہ خوشی حاصل کرو گے۔ لہذا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ پھر حضرت زہیر امام علی مقام کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ کربلا میں آپ کے دشمنوں سے لڑ کر شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (ابن جابر ۱۵۷)

ابو رحمت ابن کے حوالہ پر مگر ہماری گمنام
حشر میں شان گری ناز یداری کرے

شہادت حضرت امام مسلم کی خبر

حضرت امام حسین ابھی تک کوفہ کے حالات سے بے خبر تھے۔ جب آپ مقام طیبہ میں پہنچے تو بکیر بن شعبہ اسدی کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام مسلم اور ابی بن عروہ دونوں شہید کر دیئے گئے ہیں اور ان کی لاشوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں کھینچا گیا۔ اس المناک خبر کو سن کر آپ نے بار بار اللہ والہ ابنا و اجمعین پڑھا۔ عبداللہ بن مسلم اور مذہبی بوج سے فارغ ہو کر مقام زروہ میں پہنچے۔ آگے لے گئے وہ انہوں نے حضرت امام علی مقام سے کہا۔ ہم آپ کو خدا کی قسم رہے ہیں کہ آپ اپنی جان اور اپنے اہل بیت کا خیال کیجئے اور ہمیں سے لوٹ جائیے اس لیے کہ اب کوفہ میں آپ کا نہ کوئی حامی ہے اور نہ مددگار۔ بلکہ ہمیں تو یہ اندیشہ ہے کہ جو لوگ آپ کو بلانے والے ہیں! آپ کے کوفہ پہنچنے پر وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے اور آپ کے خلاف میدان میں نکل آئیں گے۔ یہ سن کر حضرت امام مسلم کے بیٹوں بھائی کھڑے ہوئے اور جوش میں آ کر کہا۔ خدا کی قسم! جب تک ہم اپنے بھائی مسلم کے

ٹوان کا بدلہ نہیں ملے لیس کے یا ان کی طرح خود شہید نہ ہو جائیں گے اس وقت تک لوٹ نہیں سکتے۔ حضرت امام حسین نے ان کی بات سن کر فرمایا۔ لاینبی و لعی طبعش بعد ہولاء ان لوگوں کے بعد زندہ رہنے میں کوئی لطف نہیں۔ آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا۔ واللہ! آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں۔ کیا مسلم بن عقیل اور کیا آپ۔ جوں ہی آپ کو فہم نہ تھیں گے وہاں کے سب لوگ آپ کی نصرت کے لیے دوڑ پڑیں گے۔ آپ خاموش رہے اور صبح کا انتظار فرمائے۔ نگلے۔ اطری ۵ ص ۱۲۳

صبح ہونے کے بعد امام عالی مقام کا قافلہ یہاں سے آگے چلا۔ حضرت امام بن جن دیصات سے گزرتے تھے، لوگ جوق در جوق آپ کے ساتھ ہونے لگے تھے۔ جب آپ نہالہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کو عبداللہ بن شمر کی شہادت کی خبر ملی۔

حضرت امام عالی مقام کو جب یہ سبیل پہ دل شکن خبریں ملیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے قزیر فرمائی کہ مسلم بن عقیل، علی بن عروہ اور عبداللہ بن شمر کے دروگاہ فتن کی خبریں موصول ہو چکی ہیں۔ ہماری اطاعت کے دعویداروں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے، لہذا ہم میں سے جو شخص واپس چاہے وہ خوشی چاہتا ہے، ہماری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں۔

یہ قزیر سن کر وہ لوگ اور راستے میں آپ کے ساتھ ہو گئے، وہ چہشتہ نگلے اور صرف وہی جاں نثار باقی رہ گئے جو مدینہ طیبہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اطری ۵ ص ۱۲۳

محرم ۱۱ھ کے فونی سال کا آغاز اور تحریک آمد

محرم ۱۱ھ مطابق اکتوبر ۶۸۱ء کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپ کو مدنی حشم کے دامن میں پہنچ کر مدینہ منورہ ہوئے۔ حرمین مزید تھیں ایک ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ اور یزید کی طرف سے آپ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مدنی حشم میں آپ پہنچے، مدینہ منورہ کے وقت پہنچائی دھوپ میں حرم گھوڑے اور سارے سپاہی بہت پیاسے ہو گئے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سب کو پانی پلایا۔

حضرت امام حسین کی اس بلند فتنی کا اثر مخالف سردار یعنی حرم کے دل پر قائم ہوا اس کے ظاہر ہوئے گا، مدینہ منورہ کا بھی وقت نہ آیا تھا۔ لیکن کم از کم وہ شدید درد کیا ہو گا کہ اس احسان کے بعد اب اس بزرگ فطرت انسان سے کس طرح منتظر کر لیں۔ امام نے بھی اپنے فطری احتمال و اطمینان کی وجہ سے اس وقت تک نہ پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو اور کیا مطلب ہے۔ حرم کے سپاہیوں نے کچھ دیر آرام کیا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آیا۔ حضرت امام حسین نے تہجد بن مسروق یعنی کو الان کا حکم دیا۔ اوقات کے بعد آپ لشکر کے سامنے تشریف لائے اور حجر و شاکہ کے بعد حرم اور اس کی فوج کو مخاطب ہوئے اور اشار فرمایا۔ اے لوگو! میں خدا سے تعاقب کی پادشاہ میں اور تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری طرف اس وقت تک نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط میرے پاس نہیں آ گئے کہ آپ ہماری طرف آجئے۔ ہمارا کوئی امام نہیں ہے شاید خدا سے تعاقب آپ کے ذریعہ ہم لوگوں کو ہدایت پر جمع فرما دے۔ اب اگر تم لوگ اپنی

ہات پر قائم ہو تو میں آہی کیا ہوں اگر تم عہد پر جان کر کے مجھے پورا اطمینان ملا دو تو میں تمہارے شرطوں اور اگر تمہا نہیں کرتے اور میرا آقا جسوں کا کارہ ہے تو میں چل سکتا ہوں وہیں وہیں چلا ہوں۔

یہ سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے موزن سے کہا۔ اقامت کو رد کر دے پڑھا۔ میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ؟ آپ نماز پڑھائیے ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ درخشاں طرف کے لوگوں نے حضرت امام کے پیچھے نماز پڑھی اس کے بعد آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ حرارہ اس کے لشکر کے سپاہی اپنے خیموں میں پہنچ گئے۔ (طبری ج ۵ ص ۳۲۷)

جب نماز عصر کا وقت ہوا تو حضرت امام حسین نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ درانگی کی تیاری کر پھر خیمہ سے باہر تشریف لاکر نماز کا اعلان فرمادیا اور اسی صورت سے دونوں گروہوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد پھر آپ نے جمع کی طرف رخ کیا اور محصوروں کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! اگر تم فطرتی اختیار کرو اور ہتھیار کا حق پہنچاؤ تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو گے۔ طبعیہ اہل بیت امت اسلام کی فرمانبرداری کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو آج اس منصب کے حامل دعویٰ ادھر ہیں اور مسلمانوں پر ستم ڈھاتے ہیں لیکن اگر تم ہم کو پابند کر دے ہو اور ہمارے حق کا انفراد نہیں پہچانتے اور تمہاری راستہ اس کے خلاف ہو گئی ہے جو تمہارے خطوط اور تمہارے قصود سے معلوم ہوئی تھی تو میں راہیں چلا ہوں گا۔

حرفے کیا۔ خدا کی قسم! ہمیں تو خبر بھی نہیں کہ دوسرے کے خطوط اور وہ کون کا صدمہ ہیں جن کا حالہ آپ دے دے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے عتبہ بن معان سے فرمایا۔ لاؤ وہ خطبے جن میں ان لوگوں کے خطوط بھرے ہوئے ہیں۔ عتبہ نے وہ خطبے خطوط سے بھرے ہوئے لا کر سامنے رکھے اور ان میں سے خطوط نکال کر پھیلادیے۔ حرفے کیا ہم ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے آپ کو یہ خطوط لکھے ہیں۔ ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں بھی آپ مل جائیں ہم آپ کا ساتھ دے چھوڑیں یہاں تک کہ ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔ حضرت امام حسین نے فرمایا۔ تمہاری دست اس سے زیادہ قریب ہے پھر آپ

نے ساتھیوں کو سوار ہو کر نئے کا حکم دیا۔ حرفے عزامت کی۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے اٹوٹ چاہتا ہے۔ حرفے کیا۔ خدا کی قسم! اگر آپ کے ملاد کوئی دوسرا حربہ یہ بات کستا تو میں اس کی ماں کو بھی ایسی ہی بد دعا دیتا لیکن خدا کی قسم میں آپ کی والدہ ماجدہ و لاؤ کہ احسن طریقے سے ہی کروں گا۔ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخر تم کیا چاہتے ہو۔ حرفے جواب دیا۔ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ نہیں ہوگا۔ حرفے کیا پھر بخدا آپ کو چھوڑ دیا گا بھی نہیں۔ یوسای ثنن حربہ رد بدل ہوئی۔

آخری میں حرفے کیا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کو فوج مل جائیں۔ اب اگر آپ کو فوج ملے سے انکار کر لے جن کو ایک ایسا راستہ اختیار کیجئے کہ وہ فوج کی طرف جانا ہو اور نہ عید کی طرف۔ میں میرے در آپ کے درمیان انصاف کا بین ایک طریقہ ہے۔ اس درمیان میں میں ابن زیاد کو خط لکھ کر اس کی رائے معلوم کر لیتا ہوں۔ حضرت امام کو حرکی بات معقول معلوم ہوئی۔ چنانچہ آپ کا یہ ارادہ عتبہ کے راستے سے بائیں سمت طر کر چلے گئے اور حربی آپ کے ساتھ ساتھ چلا رہا۔ (طبری ج ۵ ص ۳۲۸)

حضرت امام حسین کا بیضہ میں خطبہ

حضرت امام علی مقام نگاروں چلتا رہا اور مقام بیضہ میں پہنچ کر آپ نے اپنے اراد کے ساتھیوں کے سامنے ایک بدارش خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔ لوگو! رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھے جو ظلم و برادر کرتا ہو اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال بنائے ہوئے ہو خدا کی عہد پر جان کو توڑ دیا ہو سب رسول کی مخالفت کرتا ہو اور اللہ کے بند پر گناہ اور فساد کی ساتھ حکومت کرے جو تو وہ شخص بقدر طاقت خود لڑ لڑا اس کو نہ دے تو اللہ تعالیٰ کو حق پہنچتا ہے کہ

اس کو اس بدشاہ کی ہتھکڑیوں میں داخل فرمائے گا۔

اس کے بعد موجودہ صورتحال پر تبصرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ لوگو! جہیں معلوم نہیں کہ نئی امید نے شیطان کی اطاعت و اختیار کی اور اللہ کی اطاعت سے منہ پھیرا۔ ملک میں فساد برپا کر دیا ہے یہ حد درجہ شرع کو مستعمل کر دیا ہے۔ مال غنیمت کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ اس صورت میں مجھ سے زیادہ کس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اصلاح کی کوشش کرے۔ میرے پاس ہمارے خطوط آئے اور قاصد پہنچے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے سیلہ یا رومہ گارنہ چھوڑ گئے۔ پس اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے راہ راست پر پہنچو گے۔ میں علی اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا حمد اور میری بیعت کو دور رکھو گے تو رائے یہ بھی تمہاری ذمت سے بعید اور قبح انگیز فعل نہ ہو گا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ اور میرے امین عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو اور جس نے بھی تم پر بھروسہ کیا وہ تمہارے دھوکے میں آگیا۔ تم نے اپنے فعل سے ایک سخت بری مثال قائم کی ہے۔ ان شاء اللہ عز و جل میرے ساتھ اللہ تعالیٰ مجھے تمہاری مدد سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ تقریر سن کر حضرت کما۔ میں آپ کو آپ ہی جان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلانا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو قتل کر دیے جاتیں گے۔ حضرت امام حسین نے فرمایا۔ تم مجھے موت سے ڈراتے ہو اور کیا تمہاری شہادت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ مجھے قتل کر دو گے؟ میں نہیں جانتا کہ تمہیں کیا جواب دیں۔ میں صرف وہی جواب دے سکتا ہوں جو اس کے چچا اور بھائی نے اسے اس وقت دیا تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو پارہے تھے اور اس نے انہیں کہا تھا تم مکمل رہو۔ ہو اگر تم رسول کی مدد کو نکلو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے۔ اس پر انہوں نے یہ جواب دیا۔ سوامعنی وصابا لصوت وعاذ علی اللہ منی افامانوی خیرا ورجا۔ خدا کے فضل میں غلظت ہے اپنے مقصد کو پورا کروں گا اور موت جو امر کے لیے باعث تکبر و عار نہیں بلکہ اس کی نیت ہو اور مسلمان وہ چہار کرے۔ جسے یہ اتارے مٹی تو آگ

بٹ کر چلے گا۔ پہری ۵ ص ۱۳۹ سنین ۱۱۱ھ

طریقہ بن عدی کی آمد

کاروان اہل بیت طرب اہلانات پہنچا تو امام حسین اور حر کے لشکر نے ایک تحریک مسابقت کا فاصلہ درمیان میں چھوڑ کر الگ الگ قیام کیا۔ اسی اثنا میں کوٹہ کے چار آدمی اپنے گھوڑوں پر سوار درار ہوئے جن کے ساتھ ایک کوٹہ کا گھوڑا تھا اور طریقہ بن عدی ان کے رہتے تھے اور یہ شہر جتے ہوئے آ رہے تھے۔ (ترجمہ) اسے میری اونٹنی! تو قلعہ بنجر سے پہلے دست سے چلی کھڑی ہو۔ سب سے اچھے مسافروں کو سب سے اچھے سفر لے چل۔ یہاں تک کہ شریف اخصب شخص تک پہنچ جائے جو عزت و حرمت میں بہت بلند اور سحر و رفاہی میں کشادہ دل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایک کار خیر کے لیے لایا ہے وہ اس کو رہتی دنیا تک باقی و سلامت رکھے۔ جب حضرت امام حسین نے یہ اظہار سنے تو فرمایا۔ خدا کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ سے یہی امید ہے کہ اس کی مشیت میں ہم لوگوں کا قتل ہو جائے یا قیام رہے اور دونوں امر خیر ہی ہیں۔

حضرت امام کی ہر نقل و حرکت کا گراں قدر آگے بڑھنا اور امام سے کہا۔ یہ کوٹہ کے لوگ ہیں اور آپ کے ساتھیوں میں سے ہیں ہیں اس لیے میں انہیں قید کر دوں گا یا کوٹہ والوں کو کر دوں گا۔ امام نے فرمایا۔ اب جب یہ میرے پاس پہنچے ہی گئے ہیں تو ان کی حفاظت میں اپنی جان کی قربانی کروں گا اور اب وہ میرے افسار و احوال کی ضمانت میں داخل ہو گئے ہیں۔ حیرت کن کارنامہ پیش ہو گیا۔

حضرت امام عالی مقام نے ان سے اہل کوٹہ کی کیفیت دریافت کی۔ مجمع بن عبد اللہ نامی نے کہا کہ کوٹہ کے باشندے آدمیوں کو دشواری میں مبتلا کرتے ہیں اور مال و دولت سے پر کر دیا گیا ہے اس لیے وہ سب آپ کے خلاف فتور و خفق ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگ تو ان کے دل آپ کی طرف ہیں مگر ان کی کھواریں آپ کے خلاف ہیں پھر آپ نے قیس بن مسر کا سہل و ریاضت فرمایا۔ انہوں نے ان کی ہزوت ایمانی اور شہادت کی تمام تفسیلات

بیلین کر دیں۔ فسی کی شہادت کا حال سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسوؤں پڑنے لگے اور آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ پڑھی: **لَمْ يَسْمَعْ مِنْ فُتُیٰ سَیِّئَةٍ وَ مَنَّهُم مِّنْ یَّسْطُورٍ** و ما یبدلوا بیدل اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی: **اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّا وَلِیْهِمُ الْحَسَنَةُ نَزْلًا وَ اِجْمَعْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُم** اے اللہ! ہمیں اور ان کو نعمت بخش عطا فرما اور ہمیں اور ان کو اپنی رحمت کے مستحق بنے جمع فرما اور اپنے ثواب کے ذخیروں کا ہمیں حصہ عطا فرما۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ! اللہ! موت کو کس نے سمجھا کر دیا

طریقہ ابن عدی کا مشورہ

طریقہ ابن عدی نے بارگاہ امام علی مقام میں عرض کیا۔ حضور! حالت بہت ناؤک صورت اختیار کر گئے ہیں میں چاروں طرف ٹھوڑا ناؤں عمر بچھے آپ کے ساتھ چند آدمیوں کے سوا کوئی نظر دکھائی نہیں دیتا۔ اگر فرمے سناجی تو آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، آپ پر لوٹ پڑیں تو میری کافی جہ میں سے کوفہ سے روانگی سے چست رہوں لوگوں کا اناجیم فقیر دیکھا ہے کہ کب تک کسی ایک میدان میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ نظر کہاں پڑے کے لیے منع ہو رہا ہے؟ تو اس نے کہا۔ حسین کے مقابلے کے لیے۔ اس لیے میں آپ کو اٹھ کا دست دیتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو ایک قدم بھی اس طرف آگے نہ بڑھاؤں۔ اگر آپ کسی ایسے مقام پر جانا چاہتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو حفاظت سے رکھے اور جو جگہ آپ کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق بھی کوئی رائے اور آخری فیصلہ کر لیں تو آپ میرے ساتھ چلے ہیں آپ کو اپنے ہند پہاڑ پر شے کوہ انجاد کہتے ہیں؟ سبے چاؤں۔ خدا کی قسم! وہ پہاڑ ایسا ہے جس کی وجہ سے ہم سلاطین عثمان و حمیرا، فہمان بن منذر و ربراسود و امرا قوام سے محفوظ رہے ہیں۔ واللہ ہم کو بھی

لڑی مسلح نہیں کر سکتا۔ میں آپ کے ساتھ چل کر آپ کو وہاں پہنچا دوں گا اور پھر کوہ انجاد و سلمیٰ کے باشندوں میں آپ کی رحمت پہنچا دوں گا۔ خدا کی قسم! دس دن میں گزرنے نہ پائیں گے آپ کے پاس قبیلہ طے کے سواروں اور پادروں کا میں ہزار کا لشکر آپ کے پاس جمع ہو جائے گا۔

حضرت امام حسین نے طریقہ کی غلطی نہ دیکھی بلکہ انہیں دعا سے خیر دی لیکن ان کے مشورہ پر عمل کرنے سے معذوری ظاہر فرمائی۔ (طبری ج ۵ ص ۳۳۱)

قصہ بنی مقاتل اور خواب

عزیز ابھی اہل بیت سے چل کر فاطمہ امام قسری مقاتل میں اڑا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر نے بھی قیام کیا اور صبحی رات کے بعد آپ نے اپنے رشتہ سے فرمایا پانی بھر لو اور چلو۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ آپ پر غصہ کی طاری ہوئی پھر تو تک کر کہا۔ اے اللہ! اے اللہ! واجمعون والحمد لله رب العلمین دو یا تین مرتبہ آپ نے یہی گہرات زبان سہارک سے ادا فرمائے۔ یہ سن کر آپ کے ساتھ اسے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ابا جان! میں آپ پر خدا کا چادر اس وقت آپ نے یہ کلمات کس وجہ سے فرمائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی، میں نے ایک سوار کو دیکھا کہ جو کہہ رہا تھا کہ یہ دگ تو راستے پر چارہ ہے، چل اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم کو ہماری موت کی اطلاع دی گئی ہے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں ہاں! اللہ تعالیٰ آپ کو چربلا سے محفوظ رکھے، کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اس خدا سے بزرگ و بزرگی ہم جس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، حق ہم پر ہیں۔ ہمارا فرائض نہ کیا۔ وہب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کیا پروا ہے۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا۔ بچا! ضمیر ہائے خدائی ہر اسے خیر دے، بہترین جزا دے کسی بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے ملے۔

کتبی ہے۔ (طبری ج ۵ ص ۳۳۳)

رنگ جب عیش میں لاسے گی تو اڑ جائے گا رنگ
یوں نہ کہتے سرخی خون شہدائے کربلا نہیں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تیو اہل قیام اور

ابن زیاد بد نہاد کا خط

جمع ہوئی اور بعد نماز فجر کاروان امام عالی مقام نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ حرمی
آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ قافلہ میدان نیجا میں پہنچا تو کوفہ کی طرف
ایک سو اڑانو گھائی دیا۔ سب کھرب کراس کا اظہار کرنے لگے۔ جب وہ پہنچا تو اس نے
اور اس کے ساتھیوں کو تو سلام کیا لیکن امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو سلام کرنا
ضروری نہ سمجھا اور ان کی طرف سے منہ پھیر کر ابن زیاد کا خط جو حر کے نام تھا دیا۔ اس
میں لکھا تھا کہ میرا قصہ بدواٹل تھیں جس وقت پہنچے، حسین پرست بختی کرو اور انہیں
آگے بڑھنے سے روک دو اور ایک ایسے چالیں میدان میں اترنے پر مجبور کرو جہاں گولی
پناہی جگہ نہ ہو اور نہ پانی ہو اور میں نے اپنے قصہ کو حکم دیا ہے کہ وہ قصہ اسے ساتھ
ساتھ رہے اور تمہاری کاؤ گراؤ کی بجھے اطلاع دے دو تم سے الگ نہ ہو جبکہ میرا
حکم کی تعمیل نہ ہو جائے۔ حر نے یہ خط حضرت امام حسین اور آپ کے رفقاء کو سنایا۔
حضرت امام عالی مقام نے فرمایا: اچھا تم کو اڑا آگے بڑھ کر سامنے والے گھوڑے غاصبا
شہید میں تمہارے دو۔ حر نے کہا: ہمیں تو چیل میدان میں جہاں آپ و گدیہ نہ ہو
تھمرونے کا حکم دیا گیا ہے اور ابن زیاد کا گھران بھی ہمارے ساتھ ہے جو ہمارے ہر
طرفہ عمل کی اطلاع اس کو جانکر دے گا۔ حر کے اس جواب پر امام حسین کے اصحاب میں
جوش پیدا ہو گیا۔ زہیر بن قین نے کہا فرزند رسول! ان سے جنگ کر لینا ہمارے لیے
آسان ہے یہ نہایت اہل لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے کیونکہ اس کے بعد اچھی
فوجیں آئیں گی کہ ان سے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہ ہوگی۔ مگر امام نے فرمایا: ہم اچھی

طرف سے جنگ کی ابتدا نہیں کریں گے مگر امام حسین نے حر سے فرمایا: اچھا کچھ تو پہنے
حر غاصب رو با اور آپ بائیں طرف چل پڑے۔ اہل کربلا ۱۳ ص ۱۳۳

(۱۶)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر زمین کربلا میں قیام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بائیں طرف مڑ کر قہوڑا سا چلے گئے کہ حر کے
پہلوں نے آکر روک دیا اور کہا میں نہیں اتر پڑے۔ فرات یہاں سے دور نہیں ہے۔
حضرت امام نے پوچھا: اس جگہ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس کا نام "کربلا" ہے۔ آپ
نے فرمایا: اچھا کرب و بلا کی بھی منزل ہے۔ یہ کہہ کر گھوڑے سے اتر پڑے اور فرمایا:
هذه كربلاء موضع كرب وبلاء ههنا مصارع و كتابنا و معط و دجالنا و مصفيل
و جلالنا۔ یہ کربلا ہے جو مقام کرب و بلا ہے۔ یہی ہمارے مال و عموں و اہل و عیال کے قتل
لانے کی جگہ ہے۔ یہ عمر ۱۱ھ دو تاریخ بروز پنجشنبہ (جمعرات) مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۱ء کا
دن تھا۔ (مسند ابی یوسف ص ۹۸) انہیں علی ص ۷۱ء تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۳۲

جب حر نے ابن زیاد کے خط کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت امام حسین و رضی اللہ
عنہ کو کربلا میں اترنے پر مجبور کر دیا تو اس نے ابن زیاد کو اس کی اطلاع کر دی۔ یہ وہ
وقت تھا جبکہ ملک ایران میں و طعیوں (کردوں) نے بغاوت کر دی تھی۔ اس بغاوت کو
فرد مر کے لیے ابن زیاد نے مشہور صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
کے صاحبزادے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج کا سردار بنا کر اور دے کی حکومت کا رواد
کہہ کر روانہ کر دیا تھا۔ ابن سعد اپنی فوج کے ساتھ نکل کر مقام حرم امین تک ہی پہنچا تھا
کہ ابن زیاد نے اسے واپس بلا کر حکم دیا کہ پہلے حسین کی جو مہم و دشمن ہوئی ہے اسے
مکرو۔ اس کے بعد ایران کی طرف روانہ ہونا۔

عمرو ابن سعد کا ایک صحابی کا بیان تھا کہ اس نہایت سے وہ خوب جانتا تھا کہ امام حسین
اس رسول ہیں اور ان سے جنگ کرنا گویا اپنے آپ کو آتش جہنم میں ڈالنا ہوگا۔ اس

تہمارا خط دیکھنے سے جو کچھ تحریر کیا ہے میں اسے اچھی طرح سمجھ گیا ہوں تم حسین اور اس کے تمام ساتھیوں سے کہو کہ وہ بڑی کی بیعت کریں اگر وہ بیعت کر لیں تو اس کے بعد ہم جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ لیکن سعد کو جب یہ خط ملا تو اس نے کہا: میں سمجھ گیا کہ ابن زبوا کو عاقبت اور امین منظور نہیں۔ (طبری ج ۵ ص ۲۳)

حضرت امام حسین اور ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا

ساتھیں حرم کو ابن زبوا کا وہ سراخا حضرت عمر بن سعد کے پاس پہنچا جس میں یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ

”حسین اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو۔ اس طرح کہ انہیں ایک قطرہ بھی پانی نہ ملے پائے۔ جب تک کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا یا قتل“۔

اس خط کو دیکھتے ہی عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج زبیدی کو پانی سے سواروں کی فوج ساتھ سرفراٹ پر سفر کر دیا اور تاکید کر دی کہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے پائے۔

حاکم کا حکم یہ ہے کہ پانی بشر نہیں
گھوڑے نہیں سوار نہیں اور شتر نہیں
کافر تک نہیں تو منع تم نہ کیجو
فلاط کے لال کو پانی نہ دیجیو

نارنجی کتابیں اس بات کی گواہ ہیں کہ امام حسین کی شہادت سے تین روز قبل منع کر دیا گیا تھا۔

عبداللہ بن ابی حصین اردوبی نے پکار کر کہا: اے حسین! دیکھتے ہو یہ پانی پلانا
آسانی رنگ بیکس طرح بہہ دیا ہے لیکن خدا کی قسم! تمہیں اس سے ایک قطرہ بھی
نہیں ہوگا اور تم اسی طرح بہاؤ سے ہی مر جاؤ گے۔ (مسند اللہ) یہ سن کر آپ نے

لیے اس سے لڑن زیادہ سے کہا۔ مجھے اس امر سے الگ کر دیتے تو بہتر ہوگا۔ ابن زبوا نے کہا: اگر حسین کے مقابلے کے لیے نہیں جاتے تو بے کی حکومت کا پروانہ جو تمہارے نام لکھا گیا ہے اسے واپس کر دو۔ ابن سعد نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لیے ایک ابن کی مملکت ماقی پھر آخر دبیوی حکومت کی لالچ میں اگر امام علی حاتم سے مقابلہ کے لیے بناو ہو گیا اور وہی چار ہزار کا لشکر جو حکم امیر ابن کے لیے تھا وہنا اسے ساتھ لے کر نیمری حرم کو کر گیا پہنچ گیا۔ یہیں تک کہ ابن سعد کے پاس بھی چار ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ (طبری ج ۵ ص ۲۳)

ابن سعد کو پانچ ارعہ بن قیس الاممی کو حکم دیا کہ وہ حضرت امام حسین کے پاس جانے اور ان سے ہاتھ کھد گس فرض سے یہاں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ عروہ ابن لوگوں میں سے تھا جنہوں نے خط لکھ کر آپ کو نہ بلایا تھا اس لیے اسے شرم محسوس ہوئی۔ اس نے یہ خدمت نبالانے سے انکار کر دیا۔ اس کے انکار کے بعد دوسرے لوگوں کے سپرد یہ کام کیا لیکن ان میں سے ہر شخص حضرت امام حسین کے بلانے والوں میں شامل تھا اس لیے کوئی بھی آپ کے پاس جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخر کار عروہ بن سعد نے قزوین سفیان مغلی کو آپ کے پاس بھیجنے کے لیے تیار کر لیا اور اس سے کہا کہ تم امام حسین سے صلہ یہ پوچھنا کہ یہاں آنے سے آپ کی فرض کیا ہے؟ پانچ قزوین سفیان حضرت امام حسین کے پاس آیا اور یہی سوال کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: تمہارے شہر والوں نے آپ کو دو خط لکھ کر بھیجے ہیں اب آپ اگر حسین میرا کٹا پند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ جب عمر بن سعد کو حضرت امام علی مقام کا یہ جواب ملا تو اس نے اپنا سوال اور امام علی مقام کا جواب لکھ کر ابن زبوا کے پاس بھیج دیا۔ خط پہنچے ابن زبوا نے پڑھا اور غور و فکر اور نظم و انکسار کے جذبہ کے تحت اس نے یہ شعر پڑھ کر اپنی نوبت کا ثبوت دیا۔

الان لا عفتنا علیما
لنیں اب جبکہ ہمارے بچوں نے اسے بکرا لیا ہے تو لکنا چاہتا ہے حالانکہ اب کوئی
جانے فراوان نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ابن سعد کو جواب لکھا۔

فرمایا: اللہم! عجلتہ عجلتہ ولا تعجلہ! اے اللہ اس کو پاس کی حالت میں مار
ادو اس کو ہرگز بھی نہ بٹھائے۔

بعد ازیں یہ بے ادب سب گستاخ بن کر پڑا۔ قہید بن مسلم کہنے ہیں کہ میں اس کی
عیادت کو گیا تو خدا نے وعدہ لا شریک کی قسم میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیتا اور سترے کر
دیتا پھر کسی پاس نکلتا۔ اس کو پانی دیا نہ پیتا ہوا دسے کرتا۔ اسی طرح ہر وقت پانی پانی
کر تا کرتا میرا بے ادب ہو گیا میں نے اسے کہہ کر اسی حالت میں سر کیا۔ (طبری ج ۵ ص ۴۳۹)

امام علی مقام اور عمرو بن سعد کی ملاقات

حضرت امام علی مقام ہرگز ہرگز اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ مسلمانوں
کے درمیان خونریزی ہو اور اس کا وجہ میرے اوپر لگایا جائے۔ اس لیے آپ نے انہما
جست کے لیے دو چادر خود اپنی جانب سے صلح کی گفتگو کا آغاز فرمایا اور عمرو بن قرقہ بن
کعب انصاری کے ذریعے ابن سعد کو یہ پیام بھیجا کہ آج وات ہم نم سے ملنا چاہتے
ہیں۔ ابن سعد نے یہ بات مان لی اور رات کے وقت ہمیں سوادوں کے ساتھ لشکر امام
حسین کے سامنے آکر۔ حضرت امام حسین بھی اسے ہی ساتھیوں کے ساتھ خطریک
لائے۔ مگر جب قریب پہنچے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو ہانکا۔ اس کے بعد ابن سعد نے
بھی اپنے ساتھیوں کو تلخ کی کا حکم دیا۔ دونوں میں کٹنی وات مجھے گفتگو ہوئی وہی جس کو
کسی نے نہیں سنا۔ پھر دونوں اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی اپنی قیام گاہ میں آ گئے۔
اس گفتگو کے متعلق کسی کو بھی صحیح علم نہیں ہے کہ یہ گفتگو کیا تھی لیکن لوگوں
نے مختلف خیالات لگائے ہیں۔ پہلی روایت جو لوگوں نے اپنے وہم و گمان سے بیان کی
ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی فوجوں کو کہیں
چھوڑ کر بئید کے پاس پہلے چلیں۔ ابن سعد نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ ایسا کر کے سے
بیرا مکان گرا دیا جائے گا اور میری ساری پائیدار زمین لی جائے گی۔ امام حسین نے
فرمایا۔ میں تمہیں اس سے بچاؤں گا اور اس سے اچھا مکان بنا دوں گا اور اس سے اچھی چاندیوں کا جو تیار

میں ہے لیکن ابن سعد کسی قیمت پر تیار نہ ہوا۔ دوسری قیاسی روایت یہ بیان کی جاتی ہے
کہ حضرت امام حسین نے یہ بین بائیں پیش کیں:

- (۱) میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہیں چلے جانے دو۔
 - (۲) مجھے محنت اسلام کے کسی بھی سرحدی مقام پر لے چلو میں وہیں رہ کر وقت
گزراؤں گا۔
 - (۳) مجھ کو میرا ہائیڈ کے پاس بھیج دو اس سے مل کر میں اپنا خلیہ لے کر لوں گا۔
- ایک دوسری قول یہ پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے
دوں گا۔

معتض دادج طبری نے ان دونوں روایتوں کو لوگوں کا وہم اور گمان بنایا ہے اور
آگے لکھتے ہیں کہ یہ باتیں ہرگز ہرگز حضرت امام حسین نے نہیں کہیں یہ لوگوں کا خیال
ہے۔ بلکہ صحیح روایت یہ ہے کہ امام حسین نے یہ فرمایا کہ مجھے اس وسیع و عریض زمین
میں سے کسی طرف نکل جانے دو میں دیکھوں گا کہ انجام کیا ہو گا۔ (طبری ج ۵ ص ۴۳۹)

مؤلف میرا سوال مولانا شاہ معین الدین ندوی نے بھی دوسری روایت کے متعلق
لکھا ہے کہ یہ روایت اوو دو باتوں دونوں گفتگوں سے کنزور اور ناقض اعتبار ہے۔ اس کی
روایتی حیثیت یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی مجاہد بن سعید محدثین کے نزدیک پایہ
اعتبار سے سادہ ہے۔ علامہ حافظ ذہبی اور ابن حجر و لوں نے اس پر جرح کی ہے اور اس
کو ناقض اعتبار قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ متنب بن معان کا بیان ہے کہ میں مدینہ سے
کہہ اور کہہ سے عراق تک برابر حضرت امام حسین کے ساتھ دہاؤر شہادت تک ان سے
چہ اُمیں ہوا مگر آپ نے مدینہ میں کہہ میں راستہ میں عراق میں لشکر گاہ میں غرض
شہادت تک کہیں بھی کسی گفتگو میں کوئی ایسا خیال ظاہر نہیں فرمایا جس سے یہ معلوم
ہو تاکہ آپ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے یا کسی سرحدی مقام پر بس جانے کے لیے تلوہ
تھے۔ آپ نے بیشہ یہی فرمایا کہ مجھے اس وسیع و عریض زمین میں سے کسی طرف نکل
جانے دو۔ اللہ کی رشتہ بہت وسیع ہے اور میں اس وقت تک وہیں رہوں گا جب تک
لوگ کوئی فہلہ نہ کر لیں۔ وواجی حیثیت یہ ہے کہ ابن زیاد کا تو یہی حکم تھا کہ اگر حسین

بیعت کر لیں تو پھر ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور ابن سعد بھی دل سے چاہتا تھا کہ کسی طرح جنگ کی ہوجائے۔ چنانچہ اس نے اسے نالے کی پودی کو شش کی حتی اور ابن زیاد کو لکھا تھا کہ حسین واپس جانے پر آمادہ ہیں اور جلد سے بیعت کرنے پر تیار ہیں تو پھر ابن سعد کو ابن زیاد کا اس کو قبول نہ کرنا اور آپ کے ساتھ لڑائی کر کے آپ اور آپ کے رفقاء کو شہید کر دینا کا مفتی و کتابت ہے (سیر الصالحین ج ۱ ص ۱۰۳)۔

نوٹ: مدنی مسلک و اہل کو اسپیٹہ عالم کی اس عبادت سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ خاص طور سے اورنگ آباد (ہمارا شہر) دارالعلوم کاشف العلوم کے ایک مدرس نے جو مولف محرم کتاب کی حیثیت کی ہے اسے اس عبادت کو پڑھ کر اپنی غلطی سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

حضرت امام حسین سے ملاقات کرنے کے بعد ابن سعد کو یہ کہنا پڑا کہ آپ صلح کے واسطے پر گامزن ہیں اور اس سے بہت خوش ہو کر ابن زیاد کو خط لکھا اور حضرت امام حسین کی اس شرط مصالحت سے اطلاع دی کہ دشائے انسانی نے آپ کے شیعہ کو بھلایا اور مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھرے۔ یہ بھلائی اور انقلاب پیدا فرمایا۔ ابن سعد کا یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا تو خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا۔ یہ خط ایک ایسے شخص کا ہے جو اسپٹہ امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم پر مہمان ہے۔ اچھا میں اس تجویز کو قبول کرتا ہوں۔ یہ سن کر پرجنت شہزادی ابوشن کھڑا ہوا اور کہا۔ کیا آپ بہت بات ان کی قبول کر رہے ہیں جبکہ وہ آپ کے قبضے میں آچکے ہیں۔ واللہ اگر حسین ہاتھ سے نکل گئے اور انہوں نے آپ کی اطاعت قبول نہ کی تو وہ آگے چل کر ضرور قوت و شرکت حاصل کر لیں گے اور آپ کمزور و عاجز ہو جائیں گے۔ میری داسے میں تو آپ انہیں یہ تدریج منوط حاصل کرنے کا موقع نہ دیں بلکہ آپ انہیں حکم دیں کہ وہ اور ان کے ساتھی اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں۔ اس صورت میں اگر آپ انہیں مزبور دیں گے تو سزا دینا آپ کا حق ہو گا اور اگر معاف کر دیں گے تو اس کا بھی آپ کو اختیار ہے۔ واللہ اچھے و معنوم دوا ہے کہ حسین اور ابن سعد دونوں لشکروں کے دو میان و است بھر بیٹھے باتیں کیا کرتے

شرعیہ کی اس خوشامدات اور خیریت پر تو تقریر سے ابن زیاد کی داسے بدل گئی۔ اس نے کہا۔ اے شہزادہ! اچھی داسے دی ہے اور پھر ابن سعد کو لکھا کہ میں نے جنہیں اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ تم حسین اور ان کے ساتھی میرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں تو ان کو میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کرو اور ان کے سر کاٹ کر میرے پاس دو اور ابن سعد اور حسین کی لاشیں بھٹوئے۔ اور اگر دودھ ڈالو۔ اس لیے کہ وہ اسی کے مستحق ہیں اگر قتل نہ ہوئے ان کا حکام کی تھیلی کی تو ہم جنہیں پیش فرار اخلاعات سے تو افریں گے اور اگر تمہیں یہ منظور نہ ہو تو ہمارا لشکر شہر کے حوالے کر دو اور خور و ملک ہو جائے۔ (طبری ج ۵ ص ۲۳۰)

جب شہر نے ابن زیاد کا خط و عمر بن سعد کو لکھا تو اس نے پڑھ کر کہا۔ خدا تجھے طاقت کرے تو میرے پاس یہ کہنا لایا ہے۔ واللہ! میں بھٹکتا ہوں کہ قتلے اہل ابن زیاد کو میرے مشورہ پر عمل کرنے سے روک دیا ہو ورنہ اس بات کو بگاڑ دیا جس کے بن جانے کی امید تھی۔ خدا کی قسم! حسین بھی ابن زیاد کے سامنے نہیں بھٹکیں گے! ان کے پہلو میں ایک خود اور دل ہے۔ شہر نے کہا۔ ان باتوں کو چھوڑ دو۔ یہ بتانا ایک کامیاب گروہ ہے! میرے حکم کی جہیل کر کے ان کے دشمنوں کو قتل کرو گے یا لشکر میرے حوالے کر دے؟ ابن سعد دنیا پر جان دینے والا اور رے کی حکومت کا مفتی تھا۔ اس نے کہا میں لشکر تمہارے سپرد نہیں کروں گا بلکہ یہ مہم میں خود سر کروں گا تو مدیدل فوج کی بھرائی کرو۔

ایک رات کی مصلحت

تو محرم الحرام ۶۰ھ بروز جمعرات شرم کے وقت ابن سعد نے اپنے ساتھیوں کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت حضرت امام علی عظام اپنے خیمہ کے دروازے پر دیوار کا سداوے کر کشنوں پر سر دے بیٹھے تھے کہ آپ کی آنکھ لگی گئی تھی۔ اچانک فوج کے شور و غل کی آواز سن کر آپ کی بہن حضرت زینب و رضی اللہ عنہا پر دے کے پاس آئیں اور امام علی عظام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھئے دشمن کی فوج کی آواز بہت نزدیک

سے آئی ہے۔ آپ نے سراصلہ اود قرینا میں لے گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا: تم غریب ہمارے پاس آئے والے ہو۔ حضرت زینب نے یہ سن کر روئے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! بکے معیشت آپ نے فرمایا۔ تمہارے لیے معیشت نہیں، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، مہر کرو اور خاموش رہو۔ وہی یہ گفتگو ہوئی وہی تھی کہ حضرت عباس نے انکرا اطلاع دی کہ فوج اعداء نے حملہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام عالی مقام اپنی جگہ سے اٹھے اود فوج اعداء کی طرف جانے لگے تو حضرت عباس نے کہا: نہیں! آپ نہیں! میں جا جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم ہی چلو مگر یہ پوچھ لینا کہ اس وقت حملہ کاسبب کیا ہے؟ حضرت عباس پریدی فوج کے سامنے آئے اور پوچھا: جواب ملا میں لڑو کا حکم ہے کہ آپ لوگ اس کی اطاعت کرو یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو چکو۔ حضرت عباس نے کہا: وراحمہم، جلدی نہ کرو، میں اہل رسول اللہ کو تمہارے مقصد سے آگاہ کرنا ہوں۔ انہوں نے امام کو اہل مسجد اور ان کے ساتھیوں کے مقصد سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں سے کہو کہ ایک وامت کی مسلت دیں تاکہ آج رات بھر ہم اچھی طرح لڑاؤ۔ لیکن دعا میں مانگ لیں اور توبہ استغفار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ خواب جانتا ہے کہ مجھ کو لڑاؤ دے گا اود استغفار سے کتنی محبت ہے۔ حضرت عباس نے جا کر اہل مسجد کے دستہ سے کہا کہ ہمیں ایک وامت کی مصلحت دو۔ اہل مسجد نے شہر اور دوسرے ساتھیوں سے پوچھا تو سب نے مصلحت کی رائے دی۔ اہل مسجد نے اپنے سب ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عباس سے کہا: ہم لوگوں نے جمیں کل تک کی مصلحت دے دی ہے۔ یہ کہہ کر اہل مسجد واپس چلا گیا۔ حضرت امام عالی مقام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے حسب ذیل خطبہ دیا۔

خطبہ امام عالی مقام

تم تعزیریں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اود آدم و تغلب ہر حال میں اس کا شہر ہے۔ اسے اللہ اشیاء جزا شہرہ کرنا ہوں کہ تو نے ہمیں (اہل بیت) کو نبوت کی عزت عطا

فرمائی، قرآن کا علم عطا فرمایا اود دین کی سمجھ پر جو عطا کی اود دینے والے کائن دیکھنے والی آنکھیں اود وادانہ کی نعمتوں سے گمانال فرمایا اس کے بعد حضرت امام نے فرمایا: میں دنیا میں کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ فداؤ اود وسعت نہیں جانتا اود نہ کسی کے گمراہوں کو اپنے گمراہوں سے زیادہ نیکو اور صلہ دہی کرنے والا دیکھتا ہوں۔ خدا نے بزرگ و بزرگ قسم کو میری طرف سے جوئے غیر خیر فرمائے۔ سن لو! میں یقین رکھتا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح ہادی شہادت ہے۔ اس لیے میں تم سب کو بخوشی و اجازت دیتا ہوں کہ وامت کی تادیبی میں جہاں تم لوگوں کا تاقی چلے، جہاں میری طرف سے کوئی خاصیت اود دوک نہیں ہوگی۔ بلاشبہ یہ لوگ میرے ہی عقل کے طالب ہیں اور جب مجھے عقل کر لیں گے تو کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔

اس خطبہ کو سن کر سب سے پہلے حضرت عباس پھر آپ کے دوسرے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں نے یک ذہن ہو کر کہا کہ کیا ہم صرف اس لیے ملے جائیں کہ آپ کے بعد زعمہ دیں، خدا ہمیں دردن نہ دے سکائے۔ اس کے بعد امام عالی مقام نے خاص طو سے اولاد عقل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کہ مسلم کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے اس لیے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم ملے جاؤ۔ لیکن پابیت بھائیوں نے کہا: ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟ کیا ہم انہیں یہ کہیں گے کہ ہم اپنے سردار اپنے آقا اور مسخرین اہل کم و دشمنوں کے نرے میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ نہ ہم نے ان کے ساتھ مل کر کوئی تیر چلایا، نہ لڑاؤ، نہ تلوار کا کوئی مار کیا اود بھر ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ان کا کیا حشر ہوا۔ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی چاتیوں اپنا مال اود اپنے فعل و افعال سب آپ پر قربان کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ ہو کر آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے، ہوا انجام آپ کا چھو جائی ہمارا ہو گا۔ خدا وہ نہ دیکھ دے جو آپ کے بعد ہو۔

اس کے بعد اصحاب میں سے حضرت مسلم بن عوجہ کھڑے ہوئے اور کہا: ہم آپ کو چھوڑ کر ملے جائیں یہ ہم سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم! میں دشمنوں سے بیڑا کے ساتھ جنگ کروں گا یہاں تک کہ میرا بیڑا ان کے سینوں میں ٹوٹ جائے اور

تکوا، چلاؤں گا جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں نہ ہو۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو میں پھر ماؤا و گردنوں سے لڑوں گا اور آپ پر اپنی جان ڈال کر دوں گا۔

اس کے بعد حضرت سعید بن عبداللہ خنی نے کہا: خدا کی قسم! ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی ہادشاں یہ ثابت نہ کر لیں کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے قوا سے کیسی حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں قتل ہو جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا اور پھر جیتے ہی چلا دیا جاؤں گا اور میری واکھ ہو ا میں منتشر کر دی جائے گی اور اسی طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ ہو گا تب بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا اور یہ نوا یک ہی مرتبہ قتل ہو جائے۔ اس کے بعد دودا کی عزت ہے جو کبھی قتل ہو لے والی نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت زہیر بن قہن کھڑے ہوئے اور کہا: میری قویہ آؤ وہ ہے کہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جائوں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ ایسے ہی میرے ساتھ بڑا مرتبہ ہو کر کسی طرح بھی خدا نے تعالیٰ آپ کو اور آپ کے اہل بیت کے لئے لوگوں کو بچا لے۔ قریش کے اسی طرح آپ کے ہر رفیق اور چار ٹولے اپنی اپنی عقیدت اور چار ٹہری کا اٹھا دیا۔ اس کے بعد آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے قضا و دعا اور قویہ و اختلاف میں ساری رات گزار دی اور اس کے ساتھ ہی شیعوں کی پشت پر خندق کھود کر گولیاں بھردیں تاکہ بوقت جنگ ان میں آگ لگادی جائے تو دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

ادھر دشمنوں کے گھوڑے برابر شیعوں کے گرد چکر لگاتے رہے تاکہ کوئی شخص بچ کر نکل نہ سکے۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۳۵)

کربلا میں قیامت صغریٰ

دسویں محرم ۶۱ھ کے دلدوز واقعات

عاشورہ محرم کی رات قسم ہوئی اور دسویں محرم ۶۱ھ مطابق ۱۴۸ اکتوبر ۶۸۱ء کی قیامت خراج نمودار ہوئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت اور اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ نماز فجر صلیت شروع و ختم کے ساتھ اوار فرمائی۔ پیشانیوں سے پارہ گئے خداوندی میں جسے کہے اور زبانوں نے قیامت و مصیبت کے امر و ناپسندے۔ یہ شہداء کربلا کی آخری نماز تھی۔ نماز کے بعد امام پاک نے سب کے لیے مبر و استقامت کی دعا مانگی۔ سب دسویں محرم کا سورج طلوع پہلے نکلا تھا۔ حضرت امام عالی مقام اور آپ کے تمام رفقاء اہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں۔ ایک لقمہ کسی کی حلق کے نیچے نہیں اڑا اور نہ ایک قطرہ پانی کسی کو میسر ہوا۔ بھوک و پیاس سے جس قدر ضعف و قوتائی کا لہجہ ہو جاتا ہے اس کا وہی لوگ کچھ اعزاء کر سکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین دن کے فائدہ کی قیامت آئی ہو اس کے علاوہ وطن سے دوپہر دین اور تیر و حوب گرم ریت اور گرم ہوا میں ان سب نے ناز و نیکان آغوش رسالت کو کھینچا ہوا کر دیا ہو گا۔ ان لوگوں پر ظلم و جفا کا پہلا ٹولنے کے لیے انہیں جہاد کا تادم فکرمسوجہ و بغیر اطلاع کے یزید یوں نے جنگ کا اشارہ دیا۔ آجائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لرزہ اور طاعنہ ڈیرا کے چکر بند کر صمان بنا کر پائے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی رحمت دی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں شریف لے گئے: دو ایک خطبہ فرمایا۔

حمد و صلوة کے بعد آپ نے فرمایا: لوگو! میرے حسب و نسب پر غور کرو کہ میں

کون ہوں؟ پھر اپنے مگر بہانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمہیں میرا خون بہانا اور میری توہین کرنا جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا زاد بھائی حضرت علی کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حضرت خضر مہر ہے والد بزرگوار کے چچا اور حضرت جعفر شہید اور خدیجہ سے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ دونوں چلتی جھانوں کے سمراور ہیں۔ اگر تم میری بات کو جھٹکتے ہو اور حقیقت میں وہ سچ ہے اس لیے کہ میں بھی جھوٹ نہیں بولا اور اگر تم میری بات کو جھوٹی سمجھتے ہو تو اب بھی اسلامی دنیا میں جاہلین عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری، انس بن مالک، اسلم بن سعد ساعدی اور ذیہ بن ارقم وغیرہ موجود ہیں، ان سے پوچھا اور تم مجھے بتاؤ کہ کیا یہ حدیث نہیں میرا خون بہانے سے روکنے کے لیے کافی نہیں ہے؟

شمر ذی الجوشن بد بخت نے آپ کے خطبے میں مداخلت کرتے ہوئے کچھ بد فیضی کی جو حبیب ابن مطلق نے اسے سخت جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر مرہ لگادی ہے اس لیے تو سمجھ نہیں پا رہا ہے کہ حضرت امام کیا فرما رہے ہیں۔ شمر اور حبیب کی گفتگو کے بعد امام عالی مقام نے پھر فرمایا: اے لوگو! اگر تمہیں اس حدیث کی صحت میں کچھ شک ہو تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔ خدا کی قسم! اس وقت مشرق و مغرب میں کوئی بھی نبی کا نواسہ میرے سوا موجود نہیں ہے۔ نہ تم میں اور نہ تمہارے سوا دوسری قوموں میں اور میں تو خود تمہارے ہی نبی کا نواسہ ہوں۔ ذرا غور و فکر کرو کہ میرے دل پر تمہیں کیا آواز ہو گئے؟ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟ یا کسی کا مال غصب کیا ہے؟ یا کسی کو ذلتی کیا ہے، جس کا قصاص تم مجھ سے لینا چاہتے ہو؟

جب مخالفین کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے نیکار کر کہا: اے شیٹ بن ربیع! اے عمار بن ابیہ! اے قیس بن اشعث! کیا تم لوگوں نے مجھے خط لکھ کر میں بلایا تھا؟ انہوں نے کہا: ہم نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم لوگوں

نے لکھا تھا اور شمر و کھاتہ۔ ایسا اگر بغرض محال نہیں بھی لکھا تھا اور تم لوگ نہیں چاہتے تھے کہ میں اور ہر آؤں کو مجھے چھو دو تاکہ میں تمہی انکی جگہ چلا جاؤں جس امن و امان کی زندگی گزار سکوں۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۵)

قیس بن اشعث نے کہا: تم اپنے قریب دار لہن زیاد کے سامنے سر جھکا دو پھر آپ کے ساتھ کوئی پانچ سیدہ ملوک میں جوگا۔ آپ نے فرمایا: تم اتنا ہیروئن نہ کرو گے۔ تم محمد بن اشعث ہی کے بھائی تو ہو۔ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ مسلم بن قیس کے خون کی ذمہ داری تم پر ہی ہے۔ خدا کی قسم! میں دولت کے ساتھ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کروں گا۔

مخالف فوج کے سامنے کی پہلے ہی سے امید نہ تھی۔ مگر امام حسین کو اپنا فرض پورا کرنا تھا وہ جو کیا پھر ابو نفیض کا اقرار دے اور عقبہ بن سہل کو کھمبہ لگا دے اسے باندھ دو۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے ساتھیوں نے بھی اسی قسم کی تقریریں کیں لیکن شمر ذی الجوشن اور دوسرے تمام کوفیوں کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے تھے اور دوسرا ہر مرگ جی جی جس اسی لیے حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کی ساری اہم و تفسیر رائیگاں گئی۔ کسی پر کوئی اثر نہ ہوا اور ان زیاد کے لالچی سکھ نے حضرت امام حسین سے کہا: آپ کے تمام لشکار، ہمیں معلوم ہیں تمہارا وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ آپ جنگ کے لیے میدان میں کسی کو بھیجے اور گفتگو ختم فرمائیے۔

خرابی آمد

مخالفین کے فتنہ میں اس وقت صرف حراق و ہوا و ہند شخص تھا جس کے دل پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پاؤں کا اثر ہوا۔ ہماری کتاب کے ناظرین کے لیے یہ نام کوئی اجنبی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ دینی حربے جس نے سب سے پہلے حضرت امام علی مقام اور آپ کے لشکر کو ایک بڑا فوج کی جمعیت کے ساتھ آکر کوفہ کے راستہ میں روکا تھا اور پھر گھار کر باغی سرزمین تک لایا تھا۔

جب عبید بن جہش شوع کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حرین پزیرہ باغی نے

آگے بڑھ کر کہا۔ خدا تیرا بھلا کرے، کیا تو واقعی ان سے جنگ کرے گا؟ ابن سعد نے کہا۔ ہاں! خدا کی قسم! او داری جنگ کہ جس میں تم اذکم سرکشیں گے او دایتھ قلمود کر زمین پر گریں گے۔ حرفے کہا۔ کیا تیری صوفی مصافحت کی جو امام حسین نے پیش کی؟ ان میں سے کوئی تم لوگوں کے نزدیک قابل قبول نہیں؟ عمرو بن سعد نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر معاملہ میرے اختیار میں ہو تو میں ضرور منظور کر لیتا مگر کیا کروں تمہارا حاکم نہیں مان۔ عمرو بن سعد کا یہ جواب اس ایک بیٹے پر مہول نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اگر وہ بھی چاہتا تو کربلا کی سر زمین پر حضرت امام حسین کو شہید کرنے نہیں آتا ورنہ عین کو با دو گاہ عمرو بن سعد کی حکومت کے لایع میں کربلا آتا تھا و اس کی تمام باتوں سے حروفقت تھا۔ چپ عمرو بن سعد کی زبان سے یہ خاک کہ تمہارا حاکم نہیں مانتا تو وہیں سے اٹھ گیا۔

نواسہ رسول سے جنگ کرنے کے قصور نے اس کے دل پر کنگھی ملا دی کروی او د چہرے پر پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو ماہرین اوس جو اسی کے قبیلہ کا ایک مخلص تھا کہنے لگا۔ حرا ہے تمہاری کیا حالت ہے؟ تم پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے؟ میں نے اس سے پہلے تمہاری یہ کیفیت نہیں دیکھی۔ مجھ سے جب بھی پوچھا جائے کہ کونہ میں سب سے زیادہ ہمدرد کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی کا نام نہ لیتا۔ مگر اس وقت میں تمہاری عجیب حالت دیکھ رہا ہوں، آخر اس کا سبب کیا ہے؟ حرفے کہا۔ یہ نواسہ رسول سے جنگ ہے۔ میں اس وقت جنت و دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوں مگر میں جنت کو کسی چیز کے بدلے میں چھوڑ دوں گا چاہے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں او د آگ میں جلا دیا جائے۔ یہ کہتے کہتے اس نے اپنے گھوڑے کو اڑ گئی اور حضرت امام عالی مقام کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ عرض کیا۔ اسے فرزند رسول! میری جان آپ پر خدا۔ میں وہی گناہگار ہوں جس نے آپ کو دایں جانے سے روکا۔ راستے میں آپ کے ساتھ ساتھ دو او د آپ کو اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں ہرگز نہیں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ لوگ آپ کی تمام شرائط کو جو آپ پیش کریں گے، مستور کر دیں گے اور قہر میں تک پہنچ جائے گی۔ و اللہ! اگر

مجھے یہ معلوم ہو تاکہ یہ لوگ آپ کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے تو میں ہرگز ان کا ساتھ نہ دیتا او د جو گناہیں مجھ سے ہوئیں ان کا مرکب نہ ہوتا۔ اب میں اپنے کیے پر غور ہوں او د اللہ خدائی کے حضور توبہ کرتا ہوں او د آپ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا۔ کیا میری یہ توبہ قبول ہوگی؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! اللہ خدائی تمہاری توبہ قبول فرمائے گا او د جنہیں بخش دے گا او د جنہیں بیادرت ہو کہ جس طرح تمہاری ماں نے تمہارا نام رکھا ہے تم دنیا و آخرت میں بھی انشاء اللہ حرا (آزاد) ہو، گھوڑے سے اترو۔ حرفے کہا۔ میرا آپ کی مدد میں گھوڑے پر سوار رہنا چاہیے اترنے سے بہتر ہے۔ اب میں آخری شہید ہو کر گھوڑے سے اتروں گا۔ حضرت امام حسین نے فرمایا۔ اچھا جو تمہارا دل چاہے وہی کرو۔ خدا نے تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ (طبری ج ۵ ص ۱۲۵)

حرا کا گھوڑوں کے خطاب

حضرت امام عالی مقام سے خطاب کرتے کے بعد حروف و امید ان میں آگیا اور پہلے تو اس نے گھوڑوں پر بیویوں سے ملائم انداز میں کہا۔ اے لوگو! حسین نے جو باتیں لڑائی کی ہیں ان میں سے کسی ایک بات کو تم کیوں نہیں مانتے؟ تاکہ خدا نے تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے۔ گھوڑوں نے کہا۔ ہمارا امیر عمرو بن سعد ہے جو کچھ کہتا ہے ان سے کو۔ حرفے عمرو بن سعد سے وہی گفتگو کی جو اس سے پہلے کر چکا تھا۔ تو ابنی سعد نے وہی جواب دیا جو اس سے پہلے دے چکا تھا۔ یہ سن کر حرا غصہ آگیا اور کہا۔ اے کوئہ! واللہ! خدا نے تعالیٰ تم کو غاوت کر دے کہ تم نے حضرت امام حسین کو جلا با د و جب وہ آگے تو انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ تم کہتے تھے کہ ہم ان پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور اب تم ان ہی پر حملہ کر کے ان کے لہجے پر آمادہ ہو گے ہو۔ ان کو تم نے گرفتار کر لیا، ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور تم نے ان کو خدا نے خدائی کی نبی پر ڈی زمین میں، جد عمرو اسن کا دست پائیں، جانے سے روک دیا ہے او د اب وہ صدارے ہاتھوں میں قبضہ کی طرح ہو گئے ہیں۔ تم نے ان کو ان کے اہل حرم کو، ان

کے بچوں کو اور ان کے رفقاء کو رہائے قراٹ کے اس پتے سے روک دیا۔ جسے یووری، یوچی اور ضرانی نکل پینے ہیں اور عراق کے سو اور کتے تک اس میں ٹوٹا ہیں مگر اس پانی کے لیے امام حسین اور ان کے اولاد رحیل و صاحب ترس رہے ہیں۔ تم نے رسول اللہ کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ کیا برا سلوک کیا ہے۔ اگر آج تم اسی وقتہ کو یہیں کرو گے اور اپنے طرز عمل سے بچنا نہ آؤ گے تو فحاشات کے دن خدا تعالیٰ جنہیں بھی پس سے نہیائے گا۔

حزکی تقریر دشمن کے مفاد کے خلاف بہت خطرناک ثابت ہو سکتی تھی اس لیے وہ جب تیرہ برس لگے۔ حرنے پر دیکھتا تو فقیر موقوف کردی اور چونکہ ابھی جنگ باقاعدہ شروع نہ ہوئی تھی اس لیے دو راہیں اگر امام حسین کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

جنگ کا آغاز اور ابن سعد کا پہلا تیر

حرنے والیں آئے کے بعد ابن سعد نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور اپنے قلام اودید کو جو علیحدہ قلمہ آواز دی کہ بمطابق میرے قریب لاؤ۔ وہ اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ ابن سعد نے کمان میں تیر جو ڈکڑ جھنکی لشکر کی طرف چلا کر اپنی فوج سے پکار کر کہا۔ تم سب لوگ گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے ہی مارا ہے۔ یہ ملانہ لشکر کے ان الفاظ کو سن کر لشکریوں میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور وہ سب لوگ بھی تیر برساتنے لگے۔ اس طرح جنگ کا آغاز ہوا اور اب دونوں طرف سے سپاہی نکل کر آئے اور اپنی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے لگے۔ (طبری ج ۵ ص ۲۵۶)

حضرت عبداللہ بن عمر کی

یہ بنی ملیح میں ہے۔ کوفہ کے رہنے والے تھے اور قبیلہ ہمدان کے بزرگ و نام کے کتبوں کے پاس اپنے ذاتی مکان میں رہتے تھے۔ ان کی بیوی ام ربیعہ جو خاندان کعبہ بن فاطمہ سے تھیں، ان کے ساتھ تھیں۔ عبداللہ نے مقام خلیفہ میں ایک لشکر جہاد دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ لشکر کہاں جا رہا ہے؟ کسی نے ان سے کہہ دیا کہ فاطمہ بنت

سول اللہ کے فرزند حسین کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ عبداللہ کو مدت سے یہ راز تھی کہ مشرکین سے جدا کریں۔ خیال آکا کہ یہ لوگ اپنے پیغمبر کے کواستے یہ لشکر کی کر رہے ہیں اس لیے ان لوگوں سے جدا کرنا مشرکین کے ساتھ جدا کرنے سے اور جو جواب میں کہ میں تم بھرا پانی پوری کے پاس آئے اور تنہائی میں بلا کر اس کو سب حالات اور اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ ایک سیرت بنی کے کہا۔ تمہارا ارادہ بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تمناؤں کو آرزو پوری فرمائے۔ چلا اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

عبداللہ اپنی بیوی کے ہمراہ راتوں رات چل کر لشکر امام میں پہنچ گئے۔ اس وقت جب فرخ ابن سعد کی جانب سے تیروں کی بارش ہو چکی تھی جو پیغام جنگ کی حیثیت رکھتی تھی تو زیاد بن سفیان کا آزاد کرہ غلام یسار اور ابن زبیر کا آزاد کرہ غلام سالم کوفوں کی طرف سے نکل کر میدان میں لیا اور مقابلہ کے لیے مبارز طلب کیا۔ حضرت امام علی عظیم کے درجہ دار سامی حبیب بن مظاہر اور بر بن عظیم جوش میں مہرے ہوئے آگے بڑھے مگر امام نے ان کو روک دیا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمر کبھی کھڑے ہو گئے اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے سر سے ہیر تک ان پر گلاؤں والی اور فرمایا اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو چلاؤ۔ یہ تمہاروں کے متعلق گئے۔ انہوں نے یہ پچھا تم کون ہو؟ عبداللہ نے اپنا نام و نسب بیان کیا تو انہوں نے کہا۔ ہم جنہیں نہیں جانتے۔ ہمارے مقابلے میں زبیر بن عقیل، حبیب بن مظاہر یا بر بن عظیم کو آنا چاہیے۔ یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ عبداللہ نے کہا اور فاشہ کے بیٹے اچوتھ سے لڑنے میں اپنی بہ عورتی بھگتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے یسار پر حملہ کر دیا اور تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ وہ قہقہہ ہی وار میں ٹوٹا ہو گیا۔ سالم نے ایک دم جھپٹ کر حملہ کر دیا۔ عبداللہ نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا جس سے اس کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس کے بعد ہی عبداللہ نے مرکز راہدار کیا کہ اسے بھی زخمی کر دیا اور جوش میں آکر شہر بننے لگے جس کو طلب یہ تھا کہ اگر مجھے نہیں پہچانتے تو پوچھنا لو۔ میں خاندان کعبہ کا ایک فرد ہوں میرے حسب و نسب کے لیے اتنا کافی ہے کہ خاندان علیہم میں میرا گناہ ہے۔ میں بی قوت رلا ہوں اور مصیبت کے وقت پست نہ بنی سے کام لینے والا نہیں ہوں۔

عبداللہ کی بیوی نے جب یہ سنا تو شہ کی ایک چپ (کنز) ہاتھ میں لی اور اسے بڑھ کر کہا۔ میرے ہاں پاپ تم پر فدا ہو جائیں۔ لو اسے رسول کی طرف سے لڑنے پہنچا دیا اپنی بیوی کے پاس آئے اور چاہا کہ انہیں خیمہ میں پھنسا دیں مگر وہ مانتے والی نہیں تھیں۔ کہا میں تمہارا ساتھ ہرگز ہرگز نہیں چھوڑوں گی جب تک کہ میں خود بھی تمہارے ساتھ جاؤں نہ دے دوں گی۔ امام حسین نے دیکھ تو آواز دی کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو جزائے اجر دے۔ اسے سوچنا اہل حرم کے پاس آجاؤ اور ان کے ساتھ بیٹھی رہو، کیونکہ عورتوں کا جملہ واجب نہیں ہے۔

ام وہب نے حضرت کا حکم سنا تو اہل حرم کے پاس خیمہ میں واپس آ گئیں اس کے بعد حضرت عبداللہ نے گولیوں کے ساتھ بہت دلیری اور بہادری سے جنگ کی۔ دشمن کے دو سپاہی پھر گئی کیے گمراہ کے بعد پانی بن شیت حضری اور کچھ بڑے ہی جیسی نے ان پر حملہ کر دیا اور ان دونوں کے ہاتھ سے درج شہادت پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ وارجعون۔

تیک دل بیوی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا شوہر ہمیشہ حبشہ کے لیے ان سے جدا ہو گیا تو وہ اپنے شوہر کی لاش پر آئیں اور اپنے شوہر کے سر پر لے کر ان کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ تمہیں جنت مبارک ہو، ہمیشہ کی سیر مبارک ہو۔ مگر شہن کا ظلم و تشدد اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ شہر نے اپنے نکلے رستم کو آواز دی کہ اس عورت کا بھی کام تمام کر دے۔ وہ بڑھادار اس نے اس تیک دل خاتون کے سر پر ایسا کر زلوا کہ وہ اسی جگہ ہی ہی شہید ہو گئیں۔ (طبری ص ۵۵ ص ۲۵۶)

ص ۲۶۲

میدانِ کربلا میں امام عالی مقام کی کرامتیں

بڑا بڑا کربلا کی جانب سے ایک شخص چھوڑا کہ وہ آتا ہوا مسلتے آیا جس کا نام مالک بن مروہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لشکرِ امام عالی مقام کے خیموں کے گرد خندق میں لگ بھل رہی ہے اور قلعے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہل شہر کی حفاظت کی جا رہی ہے تو اس کو سترخ بد پاشن نے حضرت امام عالی مقام سے کہا۔ اے حسین اقم لے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگائی ہے۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کذبت بیا عدو اللہ اے دشمن خدا تو بھوٹا ہے۔ تجھے گولیاں ہے کہ میں دو تیر میں چاہتا ہوں۔ حضرت مسلم بن عوجہ کو مالک بن مروہ کا یہ کلمہ بہت لگاؤ ہوا اور انہوں نے حضرت امام سے اس بد زبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں اجازت نہ دی مگر خدا نے تعالیٰ کی یاد گاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ باوجود عذابِ ناو سے پہلے اس کو سترخ کو دنیا کے اندر آگ کے عذاب میں مبتلا فرمایا۔ امام کا ہاتھ اٹھنا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سو رانج میں گیا اور وہ گھوڑے سے گر کر اس کا پاؤں دکھ میں آجھادو گھوڑا اسے گر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔ حضرت امام نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کی اور عرض کیا۔ اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیت رسالت کے بد خواہ کو سزا دی۔ حضرت امام کی زبان سے یہ جملہ سن کر وہ خیموں کی صف میں سے ایک اور بے باک نے کہا۔ آپ کو بغیر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قسمت؟ یہ کلمہ تو حضرت امام کے لیے اختتامی تکلیف دہ تھا۔ آپ نے یاد گاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ! اس بد زبان کو ذرۂ اُلمت میں مگر قرار کر۔ امام نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قتلے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ وہ گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور

کسی جگہ نفعانے حاجت کے لیے بڑھ کر دینا ایک سیوا سمجھو لے لے ایک بار تو نجاست آورد و تہا بہر اقامت اس رسوائی کے ساتھ پورے لشکر کے سامنے اس ٹپاک کی جان لگی مگر فتنہ ران یہ عینیت کو غیرت نہ ہوئی۔ (سوانح کربلا ص ۱۱۱)

ایک مونی نے امام کے سامنے آکر کہا کہ اے امام! دیکھو تو درجائے فرات کیا موتیں لے رہا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس میں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پائے ہلاک ہو جاؤ گے۔ حضرت امام نے اس کے حق میں فرمایا اللہم اسہ عطفنا لہا یا وہب اس کو یا مامہ۔ امام کا یہ فرمان خدا کا مونی کا گھوڑا بھاگا اور مونی اس کے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑا اور اس پر اس شدت کی پیاس غالب ہوئی کہ اعطش اعطش پکارا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے نکلتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکا تھا یہیں تک کہ اسی شدت پیاس میں مر گیا۔ (سوانح کربلا ص ۱۱۲)

فرزند رسول کو یہ بابت بھی نہیں کہتی تھی کہ ان کی مقبولیت بارگاہ حق پر اور ان کے قرب و منزلت پر ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ جبکہ نصوص کثیرہ اور احادیث شیعہ و شاہد ہیں۔ اپنے اس فضل کا اندازہ بھی اقامت جنت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ دیکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مقابلیہ دعوت ہے اس کے مقابلے میں آقا خداست جنگ کرتا ہے۔ اس کا اہتمام سوچ لو اور پاؤں دو مگر شراوت کے بجائے اس سے بھی بہتر نہ لے سکے۔

حضرت امام کے ساتھیوں کی شجاعت اور شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر جن خوش نصیبوں نے اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی اس مقدس زمیں میں حرمین بڑی روایتی قابل ذکر ہیں۔ عبداللہ بن عمر کلبی کی شجاعت اور بہادری کا مظہر کرنے اپنی نگاہوں سے دیکھا تو دل میں خیال ہوا کہ کہیں حضرت حسین مجھ سے پہلے قتل نہ ہو جائیں۔ یہ سوچ کر حضرت امام علی علیہ السلام سے اجازت لی اور دشمن کے سامنے پہنچے اور نہایت شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین چھائیوں کو فنی مار پھینکا اور بہت پھرتی کے ساتھ لشکرِ کربلا کے دامن پاؤں اہمنا پ

مسلحہ کیا اور خوب زور کی جنگ کی۔ دشمنوں نے جانوں غریب سے آپ کو گھیر لیا اور وہ ہاتھ صادق راہ شجاعت دے کر فرزند رسول کے ڈانٹے مبارک پر جان فدا کر گیا۔ آپ کے بعد حضرت مسلم بن عوف، عبد ربیع بن حنفیہ، صہیب بن مخطہ، ہرادیہ و دیگر رفقاء نے اپنی اپنی جانیں قربان کر دیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خوشحوری کے مستحق ٹھہرے۔ کربلا کی تاریخ میں حضرت امام علی علیہ السلام کے ساتھیوں کی وفاداری کا یہ بہت بڑا کارنامہ رہا کہ جب تک ان میں ایک بھی باقی رہا، امام ہلاک کے خلاف ان کے کسی شخص کو انہوں نے میدان کارزار میں جانے نہیں دیا۔ بلکہ ان کے کسی ایک فرد کو کوئی تکلیف بھی نہ پہنچے دی۔ ان کے بعد بنی اراک حضرت موثی مشکل کشا درمگر اہل بیت اطہار کی ماری آگئی کہ وہ میدان کارزار میں شریف انہیں بار بار امام پر اپنی جانیں چھادو فرماتیں۔

اولادِ عقیل کی شہادت

حضرت امام علی علیہ السلام کے اقرہا میں سے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے حضرت امام علی علیہ السلام سے راہ حق میں قربان ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا: بیٹے! ابھی تمہارے باپ حضرت امام مسلم کی جدائی کا داغ میرے دل سے نہیں مٹا ہے میں کس طرح تمہیں اجازت دوں؟ حضرت عبداللہ نے عرض کیا: اے ابن رسول پاک! آپ کو اس ذات معبود پر حق کی قسم؟ جس نے آپ کے نانا جان کو حق کے ساتھ جھوٹ فرمایا مجھے آپ اجازت دیجئے میرا دل اپنے باپ کے پاس جانے کے لیے بے قرار ہے۔ حضرت امام نے ان کا شوق شہادت دیکھ کر اجازت دے دی۔

اس باغی جوان نے میدان میں آکر مقابلہ کے لیے پکارا۔ یزیدی لشکر سے فدا سر بن اسد فراری جو بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا آپ سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلا۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں مقابلہ ہو رہا۔ آخر عبداللہ بن مسلم نے تلوار کا ایک ایسا بروست مار دیا کہ وہ دیکھ کر اس طرح کٹ کر زمین پر آ گیا۔ پھر کسی یزیدی کی ہمت نہ ہوئی کہ تنہا آپ کے مقابلے میں آئے۔ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے ہونے کے باوجود وہ دشمنوں پر

شیرہ کی طرح مملہ اور ہوتے اور ان کی صفوں کو دو ہم برہم کرتے چلے جاتے۔ آپ کی تلوار و سنے پتھر سے بڑی زخمی ہوئے اور کئی ایک کو ہاشم و سید کیا۔ آخر کار و نکل بن مزاحم جہمی نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ محمد بن صلیح سعدی نے آپ پر حیروں کی بادش کر دی جس سے آپ شہید ہوئے، رضی اللہ عنہ۔

(دونت الہدایہ ج ۲ ص ۷۴)

حضرت جعفر بن عقیل اپنے چچے عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد اشکبار آنکھوں سے آنکے پرے ہوئے اور حضرت امام پاک کو سلام کر کے اجازت طلب کی۔ امام پاک نے ان کو بتینے سے لکھا اور اجازت دی۔ آپ بہ رجز پڑھنے ہوئے میدان میں آئے کہ میں کہہ کا دینے والا ہوں، ہاشمی نسل اور طلبہ کے گھرانے کا ہوں۔ بے شک ام تمام قبیلوں کے سرواڑ ہیں اور حسین تمام پاکیزہ لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ شخصیت ہیں۔ اس کے بعد آپ نے لڑنا شروع کیا اور شجاعت و بہادری کا وہ جوہر دکھا کر بہت سے بڑیوں کو داخل ہاشم کیا۔ جب بڑی کی سوام خود کئے ان سے مقابلہ نہ کر سکے تو چاروں طرف سے گھیر کر آپ پر حیروں کی بادش شروع کر دی اور فرزند عقیل ہولناں حالت میں عبداللہ بن عزرہ حشمعی کے حیر سے جام شہادت ادا فرما گئے، رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبدالرحمن بن عقیل نے جب اپنے بھائی کو خاک و خون میں گرنا دیکھا تو بے تاب ہو گئے اور شیر کی طرح میدان میں کود گئے اور وہ بہادری دکھائی کہ بڑیوں کے خون سے میدان کرا کر لالہ لڑا دیا۔ آخر عثمان بن خالد جہمی اور دہش بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہو گئے، رضی اللہ عنہ۔

فرزندان حضرت علی کی شہادت

اولاد حضرت عقیل کی شہادت کے بعد اب حضرت موسیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کی ہادی آئی۔ سب سے پہلے حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام عالی مقام سے اجازت لے کر میدان میں شریف لائے اور اپنی بہادری کا وہ جوہر

دکھا کہ جس سے حضرت موسیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی بہادری یاد آگئی۔ آپ بہ صریح فرماتے دشمنوں کی صفوں کا مذاق فرما دیتے۔ آخر میں کس کا دی راغم لگتے سے قدامت موسیٰ کے نیزے سے او و بقتل بعض عبداللہ بن عقیل کے حیر سے جام شہادت نوش فرما کر ہفت کی طرف روانہ ہوئے، رضی اللہ عنہ۔ (دونت الہدایہ ج ۲ ص ۷۴)

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن علی، حضرت عبداللہ بن علی اور حضرت جعفر بن علی، یہ بیٹوں بھائی ایک ایک کر کے میدان میں گئے اور ہزاروں لوگوں پر بھاری ہوئے اور اپنی شجاعت اور قوت جذبہ کا وہ جوہر دکھا کر دشمنوں نے داکٹوں تلے اٹکی دہائی۔ پلاخرت سے بڑیوں کو قتل اور زخمی کرنے کے بعد ان بیٹوں نے بھی فرزند رسول پر اپنی چائیں قربان کر دیں۔

شہادت حضرت قاسم

اب ہاشمی خاندان کے ایک منجکے ہوئے بچوں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں، ان کی عمر اٹھ سال ہے۔ صورت امام عالی مقام کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں۔ حضرت امام دیکھتے ہی دلشور فرماتے ہیں۔ چنا ہم آئیں، کیا بات ہے؟ عرض کیا۔ حضور والا! ابا جان کا جب اشغل ہو رہا تھا اس وقت انہوں نے مجھے ایک تعویذ دیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ اسے اپنے بادش پاندہ لینا ایک وقت آئے گا جب میرے بھائی حسین پر مشکل پڑے گی تب اس تعویذ کو کھول کر دیکھ لینا اور جو کچھ اس میں لکھا ہو گا اس پر عمل کرنا۔ پچا جان! اس سے زیادہ اور کون سی مشکل پیش آئے گی۔ میں نے تعویذ کھولا تو اس میں لکھا ہوا ہے ”قاسم! اگر بلا کے میدان میں جب وقت آئے تو علی اکبر کو میدان میں نہ جانے دے بلکہ خود پیکلے جا کر اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دینا۔“ پچا جان! میں اپنے ابا جان کی وصیت پر وہی کرنے کے لیے اجازت لینے آیا ہوں۔ حضرت امام کی آنکھوں میں آنسو برھر آئے۔ فرمایا۔ بیٹا! حسین دیکھ کر میں اپنے بھائی جان کی یاد آتا رہتا تھا، تم ہی بتاؤ کہ کس دل سے اجازت دوں۔ حضرت قاسم نے عرض کیا۔ پچا جان! اگر آپ اجازت نہیں دیں گے اور حضرت علی اکبر شہید

ہو گئے تو کل قیامت کے دن میں اپنے اہل جان کو کیا جواب دے گا۔ جب حضرت قاسم کا اصرار زیادہ بڑھا تو آپ نے آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے انہیں سینے سے لگایا اور اجازت مرحمت فرمادی۔

دشمن کے ایک سپہی عہد بن مسلم کا بیان ہے کہ جب آپ میدان جنگ میں آنے تو ایسا معلوم ہوا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا نمودار ہو گیا۔ ان کے ہسم پر زور بھی نہ اٹھی بلکہ صرف ایک پیر لڑائی پٹنے ہوئے شوق شہادت کے جوش سے میدان میں آ گئے اور یزید بن ابی سہل کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے دین کے دشمنو! میں قاسم بن حسن بن علی ہوں، میں خاندان رسالت کا چشم چراغ ہوں۔ تجھے میرے مقابلے میں بھیجتا دو بھیجو۔ عمرو بن سعد نے ملک شام کے ایک بھی گروئی پہلوین اردوزی سے کہا تم اس کے مقابلے میں جاؤ۔ اس نے کہا۔ اس سچے کے مقابلے میں جانا میری توہین ہے میں ہرگز ہرج نہیں جاؤں گا۔ ابن سعد نے کہا۔ اسے کچھ نہ سمجھو۔ یہ حسن کا بیٹا اور قلعہ غیر کا پوتہ ہے۔ تین دن کا ہجو کا پیاسا ہے مگر اس کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔ اردوزی نے کہا۔ کچھ بھی ہو میں تو ضیق جاننا گا۔ لہذا اپنے چاروں بیٹوں میں سے بڑے بیٹے کو بھیج دیتا ہوں ابھی ایک منٹ میں اس کا سر کاٹ کر لے آئے گا۔

اردوزی کا بڑا بیٹا آپ کے مقابلے میں آیا۔ آپ نے اس کا مقابلہ کیا اور چند منٹوں میں اس کو تپا کر رکھ دیا اور اس کی ٹکڑا رہا خالی۔ اردوزی کا دوسرا بیٹا اپنے بھائی کو خاک و خون میں ڈھکا کہ کچھ کرشمے میں بھرا ہوا سامنے آیا۔ آپ نے پہلے ہی وار میں اسے بھی جہنم رسید کر دیا۔ اب دوسرا بھائی انتہائی شہیق و غضب میں آیا اور گالیاں بکتے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دیتے کہ یہ اہل بیت نبوت کی شان کے خلاف ہے۔ لہذا تجھے بھی تجھے بھائیوں کے پاس جہنم میں پہنچا دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس پر ایسا حملہ کیا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے بعد اردوزی کا پوتہ چٹا سا سننے آیا تو حضرت قاسم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر گیا پھر دوسرا وار اس کے سر پر ایسا مارا کہ سر جسم سے جدا ہو گیا۔

جب باغی نے اردوزی کے چاروں بیٹوں کو جہنم رسید کر دیا تو اردوزی کا سارا غرور

خاک میں مل گیا اور شے میں کاٹنے لگا اور جن کے مقابلے میں آجاری توہین سمجھتا تھا اب ان ہی سے لڑنے پر مجبور ہو گیا۔ باغی کی طرح چٹکھاتا اور شیر کی طرح ہانپتا ہوا میدان میں آیا اور حضرت قاسم کو ٹھکرا کر لڑنے لگا۔ غار ہو چلا۔ اب موت ہمارے سر پہ آ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اردوزی! ہوش کی راکھ تو اوروں کے لیے خالق کا ہاتھ ہو گا لیکن باغی ہماروں کو تو قے نہیں دیکھا ہے۔ ہماری رگوں میں شیر خدا کا خون ہے تو ہمارے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اردوزی آگ بگولہ ہو گیا اور حضرت قاسم پر نیزہ سے حملہ کر دیا۔ آپ نے اس کے وار کو دیکھ کر مار کر پھر آپ نے بھی نیزہ سے وار کیا تو خالی کیا پھر دونوں طرف سے گواہیں چلنے لگیں۔ اہل ملک حضرت قاسم نے ارشاد فرمایا۔ اے اردوزی! تو اپنے آپ کو اتنا بھڑا سمجھتا ہے لیکن ہمارے مقابلے میں آکر لڑائی کے سب گرجھول گیا۔ اپنے گھوڑے کی زین ذرا کھسکے۔ آپ کے اس فرمان پر جیسے ہی اردوزی چھکا آپ نے گھوڑا کا ایک ایسا کاری وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اردوزی کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور شے کی طرف آ کر حضرت امام کی خدمت میں عرض کیا یا عباسہ العنطش العنطش اے چچا جان! پاس پاس۔ چچا جان اگر پلٹی کا ایک پتلا مل جائے تو ابھی ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ حضرت امام علی مقام نے فرمایا۔ بیٹا! تھوڑی دیر میں ہرگز مقرر ہے تم ساقی کوثر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے جام کوثر کی طرح میرا سب ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد پھر بھی جس پاس پاس نہیں سننے لگی۔ حضرت قاسم پھر میدان میں آئے۔ ابن سعد نے چلا کر کہا۔ اس نوجوان کو گھبرے میں لے کر قتل کر دو۔ چنانچہ دشمنوں نے آپ کو گھبرے میں لے لیا اور تمہارا لنگ کی جنگ شروع ہو گئی۔ آپ کے جسم پر ستیاں زخم آئے۔ ہلا خریٹ بن سعد نے آپ کے سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور با عباسہ اندر کھسی پکارا۔ لیکن چچا جان! آجیہ اور میری خبر گیری کیجئے۔ حضرت امام نے اپنے بیٹے کی آواز سن کر فوراً بڑے ہوئے آئے۔ دیکھا کہ جسم غلامین زخموں سے چور چور ہے۔ آپ نے سر قاسم کو گور میں لے کر چہرہ مبارک سے گرد و خراب صاف کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت قاسم نے آنکھیں کھولیں اور اپنا سر

امام پاک کی گود میں پا کر سرسراے پھر آپ کی روح پرواز کر گئی، رضی اللہ عنہ۔ انا للہ
والعائدہ واصبحن۔ اہل سبطے کی کہانی ص ۷۷ و ۷۸ و ۷۹

حضرت عون و محمد کی شہادت

حضرت عون و محمد امام عالی مقام کے حقیقی بھائی اور حضرت بی بی زینب رضی
اللہ عنہا کے نعت بھر ہیں۔ ان میں سے ایک کی عمر تیرہ سال اور دوسرے کی عمر پندرہ
سال ہے۔ چمن زہرہ کے ان جتنی پھولوں نے آگے بڑھ کر حضرت امام عالی مقام کی
خدمت میں عرض کیا۔ ماموں جان! ہمیں بھی ڈار ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ امام
پاک نے فرمایا۔ نہیں، تمہیں اجازت نہیں۔ تم اپنی ماں کے پاس چلا۔ خون و گھر لے گیا۔
ماموں جان! اہل جان کا بھی یہی حکم ہے، دیکھتے رہ گئی سانسے کھڑی ہیں۔ امام پاک نے
اپنی بہن سیدہ زینب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میری بہن! کچھ خیال کرو۔ کیا میں ان پھول
جیسے بچوں کے سینوں پر حیر اور یخیزہ پار ہوتے دیکھ سکوں گا۔ حضرت سیدہ زینب نے
فرمایا۔ میرے پار سے بسا اہل جان کا یہ حلیہ بدست قبول نہیں کرو گے؟ اگر تم نے میرا یہ
بدست قبول نہ کیا تو میں اپنی ماں فاطمہ زہرا کو کہاں سوپا دوں گی جب وہ بچہ جس کی بی بی تم نے
اس وقت کیا نہ پرورش کی تھی جب سرور کوئین کے شہزادے کے حضور جانوں کے چہلچہ
پوش ہو رہے تھے۔ میرے یہ درعی فرزند ہیں؟ دونوں آپ پر قربان۔ حضرت امام حسین
نے بہن کی طرف دیکھا اور بچوں کو بیٹے سے لگا کر رخصت کر دیا۔ دونوں بچوں نے
میدان میں جا کر ہلو دی کے وہ جو ہر گھلے کے درختوں کے دانت کھینے کر دیئے۔ پناہ
حضرت عون کو عہد اللہ بن فلقہ الظاہی نے اور حضرت محمد کو عام بن شبل نے شہید کیا
(رضی اللہ عنہم) حضرت امام پاک ان دونوں کی لاشوں کو شیعہ میں لے کر آئے تو زینب
نے اپنے دونوں بھائیوں کو دیکھ کر کہا۔ خدا انہما شکر ہے آج زینب سرخو ہے۔ (تمام کردہ
ص ۷۷)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عون و محمد کی شہادت کے بعد حضرت امام عالی مقام کے علمبردار حضرت
عباس ہیں علی رضی اللہ عنہما امام پاک کی خدمت میں آئے اور میدان کارزار میں جانے
کی اجازت طلب فرمائی۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اب مجھ سے علی و صفور اور دوسرے
نئے نئے بچوں کی پیس رکھی نہیں جاتی۔ آپ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں سر فرات
سے ایک منگیزہ پانی لاؤں اور ان پیاں کھولوں اور لڑاؤں۔ حضرت امام پاک کی آنکھیں اٹھکھار
ہو گئیں۔ فرمایا: ہائی! تم جو میرے علمبردار ہو۔ عرض کیا۔ میری جان آپ پر قربان۔ اب
مجھ سے مجھے شے بچوں کی پیاس اور ان کا اثر پار کیا نہیں جاتا۔ اس لیے آپ اجازت
دیجئے تاکہ سر فرات سے پانی لا کر ان کی پیاس بجھا سکوں۔ جب حضرت عباس علمبردار کا
اصرار زیادہ بڑھا تو حضرت امام عالی مقام نے آپ کو بیٹے سے لگایا اور اٹھکھار آنکھوں سے
رخصت کر دی۔

حضرت عباس ایک منگیزہ کا نہ مھے پر لٹا کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور سر فرات
کی طرف روانہ ہوئے۔ بڑی فوج نے سب حضرت عباس علمبردار کو سر فرات کی
طرف آتے دیکھا تو دو ہزار بڑی بڑی لشکریوں نے آپ کا راستہ روک لیا۔ حضرت عباس
نے بڑی فوج سے خطاب فرمایا کہ اسے کوئیو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے شہادت۔ السوس صد السوس! تم کو تو لوگوں نے بے شمار خطوط اور قاصد
بھیج کر دوسرے رسول حضرت امام عالی مقام کو بلایا اور جب وہ آگئے تو ان کے ساتھ تم نے
بے وقوفی اور دشمنوں سے مل کر ان کے تمام رشتہ دار و عزیز و اقارب کو شہید کر دیا اور
رسول زادوں اور ننھے بچوں کو ایک ایک بوند پانی کے لیے ترسایا۔ سوچو اور غور کرو
میدان حشر میں ان کے بٹا جان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا نہ دیکھا
گئے؟ کوئیو اس نے ہر دم دیا۔ اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے تو بھی ہم لوگ ہمیں پانی
کا ایک قطرہ نہ لینے دیں گے۔ ظالموں کا یہ جواب سن کر آپ کو جلال آگیا۔ ایک فوج
شیرانہ لگیا اور فرمایا حسین سر نہ سکتا ہے لیکن قاتل مفاجر کے سامنے جھکا نہیں سکتا۔

ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے تیار کر چکے تھے تو کما کے میں اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتا ہوں تاکہ شفقت پر ہی کی وجہ سے اس میں ناکافی نہ ہو۔ گریٹ کی دھڑکی پر حضرت امام اپنی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھتے ہیں بلکہ خود اپنے ہاتھوں تیار کر کے اپنے بیٹے کو میدان کارزار میں بھیج رہے ہیں اور ان کو قربان ہونے اور لاش لانے ہوئے دیکھتے ہیں۔

حضرت علی اکبر جو کل رشک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے، میدان جنگ میں پہنچے اور سہارز طلب فرمایا۔ یحییٰ یزیدی لشکر میں سے کوئی سانسٹے نہ آیا تو آپ نے خود ہی لشکر اعداء میں گھس کر حملہ کر دیا اور اشتیاء کو درہم برہم کر دیا اور کلاں پر تنک لڑتے رہے جب پیاس سے بے قرار ہو گئے تو لپٹ کر ابا جان کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا ابا عبد اللہ علیہ السلام ابا جان! پیاس کا بہت زیادہ غلبہ ہے۔ حضرت امام نے ان کے چہرے کے گرد غبار صاف کیے اور اپنی انگلی سے ان کے منہ میں ڈال دی جس کے چرنے سے انہیں تسکین ہوئی اور پھر میدان میں آئے اور سہارز طلب فرمایا۔ عربوں سعد کے بار بار غیرت والے اور موصل کی گورنری کی لالچی میں طاری تھی ایک پہلو ان آپ کے مقابلہ میں نکلا لیکن حضرت علی اکبر نے اسی کاروبار واد کہا کہ وہ گھوڑے سے گر کر اوڑھ پڑ گیا۔ طاری کے پہنچے عربوں میں طاری نے جب اپنے باپ کا ہاں دیکھا تو غصے میں آگ بگولہ ہو گیا اور درود و ذکر حضرت علی اکبر پر حملہ کر دیا۔

شہزادے نے ایک ہی وار میں اس کا بھی کام ختم کر دیا۔ اس کے بعد طاری ا دوسرا بیٹا علی بن طاری آیا۔ اسے بھی موت کے گھاٹ اگڑ دیا۔ شہزادے کی حیثیت سے پورا یزیدی لشکر قہرا اٹھا۔ اب یزیدیوں میں سے کسی کی بہت نہ ہوئی کہ آپ کے مقابلے میں آئے۔ آخر ان سعد نے حکم بن طلحہ کو ہزار سواروں کے ساتھ کھارنہ کیلئے کر کے لیے بھیجا۔ ان جاگیروں نے چاروں طرف سے آپ کو فرسے میں لے لیا۔ اور اس چمنستان قلمی کے پہلو کو ڈھوس سے چور چور کر دیا۔ بلاخر آپ پشت زین سے روئے زمین پر آ گئے اور پکارا یا ابا عبد اللہ کسی اسے ابا جان! میری خبر گیری فرما دیجئے۔ حضرت امام علی علیہ السلام گھوڑا بچا کر میدان میں پہنچے اور شہزادے کو اٹھا کر منہ میں لائے۔ سر کو

گود میں لیا اور ان کے چہرہ اور سے گرد آلود خون صاف کرنے لگے۔ اسے میں حضرت علی اکبر نے آگھیس کو کھس لایا جان کا آخری دیدار کیا اور عیشت پر ہی کو روانہ ہو گئے۔

اللہ والہ اللہ واجمعون ۱۰ ہجرام ۴۰ ص ۳۳۳ رویت الہدایہ ص ۳۲

حضرت علی اصغر کی شہادت

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے فرزند ارجمند سیدنا علی اصغر رضی اللہ عنہ جو ابھی کم سن ہیں، شیر خوار ہیں، پیاس سے بے کپ ہیں، شہرت تشنگی سے تپ رہے ہیں، دشمنان اسلام یزیدیوں نے میدان کربلا میں شہر فرات کا پانی سات ہرم الحرم الحرام سے بند کر رکھا ہے۔ تین دن ہو گئے ہیں اہل بیت اطہار پر کھانا پانی بند ہے، بھوک پیاس مار کے بیٹے میں دودھ خشک ہو چکا ہے اور غصے میں کہیں بھی پانی کا پتھر نشان تک نہیں ہے۔ ایسے عالم میں اس ننھے بچے کی خشک زبان بھی باہر آتی ہے اور کبھی بے چابی سے پورا بدن ٹپٹے کھائے اور خشک کھائے اور ہوش ہو جاتے ہیں پھر چند لمحوں بعد کبھی مار کی طرف دیکھتے ہیں اور اپنی سوکھی زبان مار کی طرف دکھاتے ہیں تو کبھی باپ کو کچھ کر ان کی طرف دکھاتے ہیں۔ معصوم بچہ کیا جانے کہ ظالموں نے ان کے اوپر دانہ پانی بند کر رکھا ہے۔ جب اس ننھے بچے کی سہلے کالی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو حضرت رہا بہت امیر بنی اقصیٰ (ارالدہ علی اصغر) پہنچ کر گود میں لیے حضرت امام علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ میرے سر تاج علی اکبر کی پیاس اور بے تابی، دیکھی نہیں جاتی۔ اس کو گود میں لے کر جاسیے اور ظالموں کو رکھائیے۔ شاید ان سنگ داروں کو اس بچے کی پیاس اور بے تابی پر قفس آجائے اور پانی کے چند گھونٹ اس کو چلا دیں۔ یہ سختی سنی جان، چھ میوے کا علی اصغر نہ جنگ کرتے کے لائق ہے اور نہ میدان کارزار کے قاتل۔

حضرت امام علی علیہ السلام اس ننھے سے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سیاہیل دشمنوں کے سامنے شریعت لے گئے اور فرمایا۔ اے میرے بھائیجان کا کلمہ پڑھنے رالوا میں نے اپنا تمام کلمہ اور خاندان کو احباب کو تمہاری ہے رحمی اور دروہ جانا کو نظر کر دیا وہ بھی اگر

آتش فشاں و عذاب جوش میں ہے تو اس کے لیے میں ہوں یہ میرا چہ علی امیر شیر طرار ہے۔ پاس سے دم توڑ رہا ہے، اس کی سبک بکلی دیکھو اور کچھ شائد بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔

حضرت امام علی مقام کی اس نظر کا نظارن سنگدل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور اس بے زبان بچے پر ان کو ذرا بھی رحم نہیں آیا۔ بجائے پانی کے ایک بد بخت اڑی حملہ میں کافل نے حیر کا ہیرا نشانہ باندھ کر مارا کہ علی امیر کے حلق کو چھیدنا ہوا امام پاک کے بازو میں ہوسٹ ہو گیا۔ حضرت امام نے تیر کھینچا تو حضرت علی امیر کے گلے سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور بچے نے ترپ کر باپ کی گھوٹ میں جان دے دی، رضی اللہ عنہ۔

جب حضرت امام علی مقام اس غلو کو تمنا کو خیمہ میں لانے اور ان کی والدہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچے کے جسم میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں، سکون کا عالم ہے تو گمان کیا کہ پانی پلا دیا گیا ہو گا۔ حضرت امام سے دریافت کیا، فرمایا وہ بھی ساقی کوڑ کے جام وعت و کرم سے میرا پ ہوئے کے لیے اپنے بھائیوں سے چالے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پھوٹی سی قربانی بھی قبول فرمائی۔ الحمد للہ علی احسانہ و نوالہ۔

پول تو دو دن ہمارا جائزہ دکھائے

حسرت ان فٹوں پہ ہے جو بن گئے مرھا گئے

(سوانح کربلا ص ۲۳۳ روایت بغدادی ج ۲ ص ۳۳۸)

نوٹ: حضرت امام علی مقام حضرت علی امیر کو دشمنوں کے سامنے صرف جنت کا نام کرنے کے لیے لے گئے تھے کہ کل بی بی ی منہ کہیں کہ اگر ہمیں نئے شیر طرار علی امیر کی پاس کا علم ہو تا تو ہم ضرور اس بچے کو پانی دیتے۔

تاجدار اور کربلا حضرت سیدنا

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

چار ٹاؤ ایک ایک گھر کے رخصت ہو چکے اور حضرت امام علی مقام پر اپنی جائیں فرما کر دیں۔ اب تھا امام علی مقام، راکب دوش رسولی شہزادہ خول، حضرت علی کے نور نظر، باقی لوہو انوں کے سردار، شہنشاہ کربلا، پیکر مہر و رضا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو اپنی بیماری، غلامت اور کمزوری کی وجہ سے بسز عالت پر ہیں، حضرت امام علی مقام کو تنہا دیکھا تو نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے حضرت امام علی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ہاں جان! پہلے ہمیں میدان کارزار میں چلے اور اپنی جان نثار کر کے کی اجازت دیجئے۔ میرے ہوتے ہوئے آپ شہید ہو جائیں گی نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام علی مقام نے تیار نو نور کو اپنی آغوش محبت میں لیا چار کیا اور فرمایا۔ جانا ابھی تمہارا وقت نہیں آیا ہے، ابھی تو جسیں غرور خواہن اہل بیت کی نگہداشت کرتی ہے اور ان بیکیان اہل بیت کو وطن تک پہنچاتا ہے۔ میرے فرزند! اللہ تعالیٰ تم ہی سے میری نسل اور حسینی سادات کا سلسلہ جاری فرمائے گا اور جو ناشتیں میرے ہوا دہ پر کی میرے پاس ہیں وہ تم کو دیتا ہے۔ تم سے ست ساری امیدیں جاتی ہیں۔ دیکھو میرے فرزند! میرے وقت پیکر مہر و استقامت سے رہا اور راد حق میں آئے والی ہر الکلیف و مصیبت کو خندہ چٹائی کے ساتھ برداشت کرنا اور ہر حالت میں اپنے مانا جان علی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و سنت کی پابندی کرنا اور جب بھی مدینہ پہنچنا ہوتا جان سے میرا سلام کہنا اور سارا آنکھوں دیکھا حال ملنا۔ میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو، اس سبب کہ جس

میدان کارزار میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

پھر امام عالی مقام نے ان کو تمام سرداروں کو عامل کیا۔ اپنی رستہ مبارک اتر کر سر پر رکھی اور اس مہر و رضا کے پیکر کو بہتر مصلحت پر لٹا دیا۔ اب امام پاک اپنے جسد میں تشریف لائے، صندوق کوئی قہقارے مصری ذہن تن پر فرمائی۔ اپنے ٹاکا جن کا فائدہ مبارک سر پر پڑھا۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زحال پشت پر رکھی۔ شیر خدا حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گوار و افتخار کھیلے میں محافل کی اور حضرت جعفر طیار کا نیزہ ہاتھ میں لیا اور اپنے برادر اکبر سیدنا امام حسن کا چٹا کر میں پڑھا۔ اس طرح شہیدوں کے آقا جنت کے نور انوار کے سردار سب کچھ واقع میں قربان کر کے کے بعد امام اپنی جان عزیز کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اہل خیر نے اس منظر کو سن آنکھوں سے دیکھا اور گالین کا سردار ان سے طویل عرصہ کے لیے جدا ہونے والا ہے، غار پر درودوں کے سروں سے شفت پڑی کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ لومنان اہل بیت کے گرد قیمتی میٹلا رہی ہے۔ ازواج کا سایہ رخصت ہو رہا ہے۔ بے کس قاتلہ حسرت بھری نگاہوں سے امام کے چہرہ پر نظر کر رہا ہے، فوریائی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ حضرت امام پاک نے اہل بیت اطہار کو خدا کے سپرد فرمایا۔ سب کو مہر و شکر کی تلقین فرمائی اور سب کو اپنا آخری دیدار دکھا کر آخری سلام کر کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

تین دن کے بعد جو کہ پیاسے اور رنج نگاہوں کے سامنے اپنے بیٹوں، بھائیوں، بیٹیوں اور جان ناموں کو واقع میں قربان کر دینے والے امام پناہوں کی طرح بھی ہوئی فوجوں کے مقابلے میں شہر کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور میدان کربلا میں ایک ولولہ انگیز دہڑ پڑھی جو آپ کے سب اور ذاتی فضا کس پر مشتمل تھی اور اس میں شامیں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شہر اور ظلم کے انصاف سے ڈرا تھا۔ اس کے بعد آپ نے ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی۔ اس میں آپ نے جو صفوہ کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! تم جس رسول کا لکھ پڑھنے ہو وہی رسول کا رشتہ ہے کہ جس نے من و وسوسین سے روشنی کی اس نے مجھ سے روشنی کی اور جس نے مجھ سے روشنی کی

اس نے اللہ تعالیٰ سے روشنی کی۔ تو اے یزید جو! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور میری روشنی سے باز آ کر۔ اگر واقعی خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہو تو سوچو اس خدا نے سچ و سیر کو کیا جواب دے گا؟ اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھا دے گا؟ اپنے رسول کے لواؤں کا گھر اجاڑے والو! اپنے انجام پر نظر کرو۔ بے وقافتہ! تم نے مجھے غلو اور قاصد بھیج کر بلایا اور کہا کہ ہماری رہنمائی فرمائیے اور ہمیں شریعت و سنت رسول پر عمل پناہیے، رت ہم خدا کے حضور آپ کا واسن پیکر شکایت کریں گے اس لیے میں چلا آیا اور ہم میں یہاں آگیا تو تم نے میرے ساتھ برا سلوک کیا اور مظالم کی آغوا کر دی۔ کمالو! تم نے میرے بیٹوں، بھائیوں اور بیٹیوں کو خاک و خون میں شربا۔ میرے رشتہ کو شہید کیا اور اب میرے خون کے پیاسے ہو۔ است یزید جو! سوچو کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ اور؟ میرے والدہ گرامی اور میری والدہ صاحبہ کون؟ تھیں؟ ہے فرقہ؟ اب بھی رت ہے، شرم سے کام لو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگیں کر کے اپنی عاقبت برابر نہ کرو۔ استے میں یزیدی لشکر میں خود اٹھا اور کسی نے کہا ہے حسین! ہم کچھ سنا نہیں چاہتے۔ آپ کے لیے سید عارفات ہے کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجئے یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیے۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔ اے بد بختو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تمہارے دلوں پر مرگ بکھی ہے اور تمہاری غیرت اعلیٰ صود ہو چکی ہے۔ اے یزید جو! میں نے یہ تقریر صرف اتمام حجت کے لیے کی تھی تاکہ کل تم بے نہ کہہ سکو کہ ہم نے حق اور امام پر حق کو نہیں پہچانا تھا، اللہ اللہ! میں نے تمہارا بے طر و ختم کر دیا۔ اب رہا یزید کی بیعت کا سوال؟ تو یہ مجھ سے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں ناسق و فاجر کے سامنے سر ہٹا دوں۔

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر سکتا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

امام عالی مقام نے جب دیکھا کہ بد بخت میرے قتل کا وہاں اپنی گردلوں پر ضرور لیں گے اور میرا خون ہوائے بغیر چلے گا، میں بیٹھیں گے تو آپ نے فرمایا۔ اب تم لوگ جو ذرا وہ رکھتے ہو، اے پورا دیکھو اور مجھے میرے مقابلے کے لیے بھیجنا چاہتے ہو،

آ رہا تھا وہ سے حملہ کر دیا۔ آپ نے اس وار کو بھی خالی کر دیا اور اس پر شیر قوا القدر کا
ایسا وار کیا کہ ہر کارسک کر گیند کی طرح دو دو جاگرا۔ اسی طرح نئے نئے شیر زن
بیزے باز اور بھلوان شام و عراقی آپ کے مقابلے میں آئے اور کارسکی کی طرح کٹ
کر قطع ہو جاتے۔ شیر خدا کے شیر نے عین دن کی بھوک پیاس کے پھر دو شہادت و
بھلوانی کا وہ جو ہر دکھایا کہ زمین کر بلا بھلوان شام و عراقی کی لاشوں سے کھیت ہو گئی۔
دشمنان اسلام کے لشکر میں ایک شور اٹھا کہ اگر جنگ کا ایسا انداز رات جاری نہایت کا
ایک بھی سپاہی نہ بچ سکے گا۔ لہذا موقع مت دو دو چاروں طرف سے گھیر کر کچا دو کی حملہ
کر دو۔ آپ سنگینوں کو اویس چنگے لگائیں اور دشمنان اسلام بڑھ کر امام پاک پر حملہ
کر نہ سکے۔ اور آپ کی کھوار دو القدر سے آپ جس طرف حملہ کرتے ہرے کے
سے کٹ ڈالنے اور دشمنوں کے سروں کو اس طرح اڑاتے جیسے باد خاں کے جھوٹے
دو دشمنوں سے پہنچا کرتے ہیں۔

ابن سعد کو جب اس طرح کی جنگ میں بھی کامیابی نظر نہ آئی تو اس نے
علم دیا کہ چاروں طرف سے حیروں کی پوچھا کر دی جائے اور جب خوب دشمنی ہو
جائیں تو تیزوں سے حملہ کیا جائے۔ میرا اندازوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر
لیا اور چاروں طرف سے حیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ حضرت امام کا کھوڑا اس
قدر دشمنی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی طاقت نہ دی۔ چچوڑا حضرت امام کو ایک
جگہ ٹھہرا دیا۔ ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا جسم اقدس حیروں کا
لٹکانہ میں رہا ہے، تن نا زمین زخموں سے چروا دو لوہاں ہو رہا ہے۔ چپے وفا
کوٹیوں نے جگر چاودہ دسول فرزند جٹوں کو خلوت اور قاصدوں کے ڈولے بلے بالکر
سمان بنائے کا وہہ کیا تھا اور وہ اپنے سمان کے ساتھ ایسا ملوک کر رہے ہیں۔
اچانک نہر میں بجھا ہوا ایک تیر آ رہا اور حضرت امام پاک کی غیبتانی پر لگا یہ وہ چیشانی
ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں باوچرا تھا۔ نکتہ حق یہو
انور پر طون کا وحاوہ لکھا۔ آپ غش کیا کر دشمن پر آ رہے۔ آپ خالوں نے
بیزہ سے حملہ کر دیا۔ شیطان صفت سنان نے ایک ایسا بیزہ مارا جو تن اقدس کے پار

نہیں۔ چنانچہ مشہور جنگ ہو اور بھلوان حضرت امام حسین سے مقابلہ کرنے کے لیے
محمولہ رکے گئے تھے ان میں سے ابن سعد نے سب سے پہلے عین بن قلعہ کو آپ سے
مقابلے کے لیے بھیجا ہر ملک شام کا کافی گراوی پھلوان تھا۔ وہ غرور و تکبر کے کھلت کھا
ہوا اور اپنی بھلوانی کی ڈانگیں مارا تھا حضرت امام کے سامنے آکر اسے ہی آپ پر
حملہ کرنا چاہا کہ شیر خدا کے شیر نے ذوالقادر کا ایسا کامی وار کیا کہ اس کا سر جسم سے جدا
ہو گیا اور اس کی تمام بھلوانی اور غرور کو خاک میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر بیزہ ابلیسی بڑے کدفر
کے ساتھ آگے بڑھا اور آپ کے سامنے پہنچ کر ایک غموا مارا اور کراک شام و عراقی کے
بھاروں میں تیری بھلوانی کا تلفظ ہے۔ میں دو ہوا مصر میں شہر آفاق ہوا۔ بڑے بڑے
بھلوانوں کو آٹھ چنگے میں موت کے کھلت آؤ دینا ہوں، ماری دینا کے لوگ میری
شہادت و بھلوانی کا دہلاستے ہیں، کسی میں میرے مقابلے کی تاب نہیں۔ آج تم میری
قوت و بھلوانی کو دیکھ لو گے۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔ تو مجھے جانتا نہیں، میں قلعہ صیر شیر
خدا اعلیٰ مشکل کشا کا شیر ہوں، تم جیسے ناموروں کی میرے نزدیک کوئی حقیقت نہیں ہے۔
شامی جوان یہ من کر آگ بگولہ ہو گیا اور فرور کھوڑا کد کر آپ پر کھوار کد کر دیا۔ حضرت
امام نے اس کے وار کو بے کار کر کے پھرتی کے ساتھ اس کی کمرہ ایسی کھوار ماری کر
اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

ہر دین سہیل یہ منظر دیکھ کر غصے سے لالہ بنا ہوا اور ابن سعد سے کہا کہ
ہر دینوں اور بھلوانی کے نام کو بدنام کرنے والوں کو حسین کے مقابلے میں بھیج دیا جو وہ
ہاتھ بھی جم کر مقابلہ نہ کر سکے۔ میرے چاروں دینوں میں سے کسی کو بھیج دے۔ پھر دیکھ
مفتوں میں حسین کا سر کٹ لاتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعد نے اس کے بڑے لڑکے کو اشارہ
کیا۔ وہ کھوڑا کد آ رہا اور عالی مقام کے سامنے پہنچا کہ آپ نے فرمایا۔ بھتر ہو تاکہ تیرا
بپ مقابلے میں آتا جا کہ وہ تجھے خاک و خون میں نہرچا ہوا نہ دیکھا تیرا بپ نے ذوالقادر
حیدر کی کے ایک ہی وار سے اس کا تمام تمام کر کے ختم میں دھنچا دیا۔

ہر دے جب اپنے بیٹے کا یہ شہر دیکھا تو غیظ و غضب میں دانت چیتا ہوا کھوڑا
دوڑا کر امام کے سامنے آیا اور آتے ہی تیز سے وار کیا۔ آپ نے تیز کو روکا تو اس نے

ہو گیا تیرہ، تیرہ اور ششیر کے معزز زخم کھانے کے بعد آپ سجدے میں گرے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے واصلِ جنت ہو گئے۔ ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر شریف میں جس کے دن محرم کی رسیوں کا بیج ۱۷ھ مطابق ۶۹۸۰ء کو امام عالی مقام اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نفسِ بنِ خورش آپ کے سر مبارک کو قنِ اقدس سے جدا کرنے کے لیے آگے بڑھا اور امام عالی مقام کی بہت سے اس کے ہاتھ کانپ اٹھے اور تھوڑا ہاتھ سے پھوٹ گئی۔ پھر بدبخت اٹلی خولی بن یزید، شان بن اس، شبل بن یزید، باشر غیبیٹ نے آپ کے سر اقدس کو قنِ مبارک سے جدا کر دیا۔

یزید یوسا نے سمجھا کہ ہم نے حسین کو مار ڈالا اور وہ سر گئے لیکن زمین کربلا کا زور زور زبانِ جلی سے عیشِ یو پیار مار رہے گا کہ اسے حسین!

تو زندہ ہے رائے، تو زندہ ہے رائے!
مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

نواسہ رسول تبارِ گوشہ جہول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو صرف ہے دروری سے شہید کرنے پر ہی یزید یوسا نے آکٹا میں کیا بلکہ آپ کے جسم مبارک پر ہر کپڑے تھے ان کو بھی لوٹ لیا گیا۔ چنانچہ اسحاق بن حنیہ حضرت بنی قریظہ انمار کی بھرپور کتب سے پانچ سو انمار، قیس بن اشعث نے چارہ انمار لی۔ جب سے اس کا نام قیس غلبہ مشہور ہو گیا۔ اسور بن خالد نے عطلین مبارک انمار لیں۔ بنی نضل کے ایک شخص نے آپ کی تھوڑے سی جو بعد میں حبیب بن بزیل کے خاندان میں آگئی۔ اس قدر فکر و ستم کرنے کے بعد بھی سنگدل اور خونی شامیوں اور کوفیوں کا جذبہ بغض و صاغر مرت ہوا۔ اس کے بعد یزید بن فوج نے اہل بیتِ نبوی کے جسموں پر پھاپ مارا اور ان میں تمام اسبابِ سلطان لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ پردہِ ثیابِ عفاف کے سروں سے چادریں (اور ٹھنڈیاں) انمار لیں۔ اس کے بعد عیوں میں آگ لگادی گئی۔ (طبری ج ۵ ص ۸۷) ۳

اس کے بعد عمرو بن سعد نے اپنی فوج میں کرادری کہ کون کون ایسے ہیں جو لاش حسین کو گھوڑوں سے پٹائل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس پر سر آری تیار ہوئے ان میں

اسحاق بن حنیہ حضرت بنی قریظہ۔ یہ رسول سوار آئے اور اپنے گھوڑوں سے امام حسین کے جسم اقدس کو پٹائل کر کے ان کے سیدر پشت کو چور چور کر دیا۔

اس شقاوت و سنگدلی پر زمین پھپھائی، عرش الٰہی ٹھرا گیا۔ زمین و آسمان خون کے آئینہ روئے اور جن رائس میں مصلہ ماتم بچھ گئی۔ خاص طور سے اس شقاوت سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا صدمہ پہنچا ہو گا اس کا اندازہ آنے والے محفلات سے ہو گا۔ بلا حقلہ فرمائیں۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو

صد مہ جائگہ

مرزبان کرمان حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیادہ پیادے جو سلوک کیا اس واقعہ پاک سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ ہوا وہ اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ سنن امام احمد و ترمذی اور مشکوٰۃ میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ وایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجبہا پیری السالم ذات یوم بنصف النہار اشعث الخمر سیدہ فارزہ فیہا دم فقلت بابی است وامی ما ہذا قال ہذا دم الحسین واصحابہ ولم یزل یقلعہ منۃ الیوم فاحصی ذلک الوقت فاجد فضل ذلک الوقت ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا: میں نے دیکھا کہ منہل محبر و گیسوئے محط بکھرے ہوئے اور فہار آلود ہیں۔ دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے؟ فرمایا حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے، میں اسے آج صبح سے افکار ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اس تاریخ اور وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین اسی وقت اور اسی تاریخ کو شہید کیے گئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف حرم باب فضاائل بیت مس ۳۴ تاریخ الخلفاء مس ۳۴)

حضرت سمنی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابو رافع کی زوجہ اور حضرت ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دانی ہیں وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ دو رو

ہی ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ کیل روز ہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا ابنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فی العمام و علی راسہ ولحجۃ العربیہ فقلت مالکک بما رسول اللہ! قال شہادت فضل الحسین آنفا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک و ریشہ القدس (داڑھی مبارک) پر گرد غبار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا بہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر گیا تھا۔ (زندی شریف ج ۲ ص ۳۱، شرح الصدور ص ۵۵ تاریخ الخلفاء ص ۳۴)

محترم قارئین کرام! مذکور بالا دونوں احادیث کریمہ سے یہ بات بالکل واضح ہو رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور امت کے اعمال سے بھی باخبر ہیں۔ نیران پرید کے بیٹوں قاصدوں اور نمک مرسلوں کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ خاص طور سے اورنگ آباد کے ظہور احمد قرشی، پاکستان کے محمود احمد عباسی اور اس کے جہین خاتون کو جو واقعات کرنا کا انکار کرتے ہیں اور اسے انسانی حیثیت قرار دیتے ہیں شرم آنی چاہیے۔

جنوں کی نوحہ خوانی

ابو نعیم نے ولاء اہل النبوت میں حضرت امام حسن کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے شہادت حسین پر جنت کو ایک باوی اور نوحہ کرتے دیکھا ہے۔ قحط نے اہل میں اہل جناب کہیں کے حرامے سے لکھا ہے کہ میں نے کربلا میں جا کر ایک معزز عرب سے دریافت کیا کہ کیا تم نے جنت کو گرہ و ذاری کر دیا ہے؟ اس نے کہا نہ جس سے چاہو چہ لو! ان کی گرہ و ذاری ہر ایک نے سنی ہے۔ میں نے کہا ہر کچھ تم نے سنا ہے وہ مجھے بھی بتاؤ! اس شخص نے جواب دیا میں نے جنت کی زبانی یہ اشعار سنے ہیں:

صبح الرسول جسمہ فلفہ اس مجنوں کو رسول نے چوما تھا ہے نور
بریق لیہ الفحود و امواء من علیا وہی ان کے چہرے پر ان کے والدین قریش
لریش و جدہ حبیر الجلود کے اعلیٰ خاندان ان کے بٹا جان تمام اجداد
سے بہتر ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵، فتاویٰ نعیمی ص ۲۷، ص ۲۰۹)

اہل بیت اطہار کی کربلا سے کوفہ کو روانگی

نواسہ رسول حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی لاش مبارک کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے دو دن کے بعد یزیدی لیروں نے اہل بیت کا کل ملان بچھین لیا۔ اس وقت خانوار جو بی بی عابدہ بیکار حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ باقی تھے۔ جس وقت شمر کی نظر ان پر پڑی اپنے سپاہیوں سے کہا۔ اس کو کیوں باقی رکھا؟ اس کو بھی قتل کر دو۔ ایک شخص حید بن مسلمہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے وحی ڈال دی۔ اس نے کہا۔ لیکن اللہ ایسے بناؤ اور کس ہے، اس کو قتل مست کر دو۔ اسٹن میں امین سعد آیا اور اس نے کہا۔ کہ کوئی شخص لو قتل کرے شیعہ میں نہ چائے اور جو کچھ ملے لوٹا گیا ہے اس کو واپس کر دیا جائے لیکن کسی نے کوئی چیز واپس نہ کی۔ (تذکرہ ص ۵۷، ص ۱۲)

اس کے بعد عمرو ابن سعد نے تمام شداء کے سر کاٹنے کا حکم دیا اور شمر ذی

واقعات بعد شہادت

موفق ابو نعیم نے ولاء اہل النبوت میں بھرا انویس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے ۷۰ سال سے خون برسا۔ صبح کو جاوے نیلے گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت زہری فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین جس روز شہید کیے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے نڈھ خون پلایا جاتا۔ (صراحہ محرقہ ص ۴۳۳)

حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ حضرت امام حسین جس دن شہید کیے گئے اس دن سے ہم پر تین دن تک اندھیرا رہا جو شخص نے منہ پر لے لیا اس کا منہ جل گیا۔ نو بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے نڈھ خون پلایا گیا۔ حضرت علی بن شیر سے روایت ہے کہ میں نے اپنی داوی سے نڈھ کو پتی میں کہ میں حضرت امام حسین کی شہادت کے زمانے میں جہان لڑی تھی، مگر روز تک آسمان دوا یعنی آسمان سے خون برسا۔ (فتاویٰ نعیمی ص ۲۷، ص ۲۰۹)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین کی شہادت کے روز سورج بھس میں آگیا خدا و مسلسل چہ لہر تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ دھرمی جاتی رہی۔ اہل باغی کی سرمنی جس کو شوق کما جاتا ہے آج تک سویرو ہے۔ یہ سرمنی شہادت امام حسین سے پہلے سویرو نہیں دیکھی تھی تھی۔

یزیدی لشکریوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک اونٹ پلایا اور شہادت امام کے بعد اس کو ذبح کیا اور پلایا اس کا گوشت آگ کی طرح سرخ بن گیا اور جب اس کو پلایا گیا تو وہ گڑوا ہوا گھیاوا آپ فرماتے ہیں کہ حضرت امام کی شہادت کے بعد ملت دن تک میدان کربلا میں اندھیرا رہا دوا ہوا ہوا ہے و جب کارنگ دوڑ پڑ گیا اور بہت سے ستارے بھی ٹوٹے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۳، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵، ص ۳۰۶)

اچوشن، قیس بن اشعث، عمرو بن العجاج اور عروہ بن قیس کے ہاتھ پر حضرت امام عالی مقام کے سر کے ساتھ ابن زیاد کے پاس بھجوا دیئے۔ یہ لوگ ان سروں کو نیروں پر لٹا کر ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ خوار ابن سعد اس رو کر بیان لکھ گیا اور گیارہ عزم کی سیاح اپنی فوج کے تمام محتویین کو جمع کیا اور ان پر قتل جہاد کا بھی اور دھم کر دیا۔ مگر خدا اسے راہ حق کی لاشوں کو ایسے ہی بے گور و گھن پڑی رہنے دیا پھر یہ وہ نصیب خواہین جو یہاں زمین و آسمان پر اور چند چھوٹے بچوں کے ساتھ کھلے آسمان کے نیچے راست بھر پڑی رہیں! انہیں قیدی بنا کر کوفہ روانہ ہوا۔

یاد ہی فوج کے ایک سپاہی قرہ بن قیس حبشی کا بیان ہے کہ جب یہ جاہل شدہ قاتل اس جگہ سے گزروں لگا چلے حضرت حسین اور دیگر شہداء کی لاشیں بے گور و گھن چٹیل میدان میں پڑی تھیں تو قاتلے میں ایک مام بھی ہو گا اور حضرت امام کی مام حضرت زینب نے اجماعی دروے کے ساتھ روتے ہوئے کہا یا محمدہ! یا محمدہ! آپ پر اللہ اور ملائکہ کا درود سلام ہو۔ دیکھتے ہیں حسین چٹیل میدان میں خاک و خون میں غفلان اور کلوسے کلوسے ہو کر پڑے ہیں۔ یا محمدہ آپ کی ٹیلیں قیدی بنا کر لے چلی جا رہی ہیں۔ آپ کی ارادہ قتل کی گئی اور وہ ان پر خاک اڑا رہی ہے۔ یہ دلدوز فریادوں میں کر دوسرے و سُن سب روتے گئے۔ پھر جب عمرو بن سعد کرنا سے چلا تا قویہ بنی اسد جو قریہ قاضیہ کے تھے ان لوگوں نے آکر ان شہداء کی قزا جہاد کا بھی اور حضرت امام حسین اور ان کے تمام ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کر دیا۔ (تاریخ طبری ۵ ص ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳)

امام حسین کا سر انور اور ابن زیاد

ابن زیاد کوفہ کے دارالحکومت میں جیل تھا اور لوگوں کو محل میں آنے کی ممانعت تھی۔ جب رمدار بھر گیا تو ابن زیاد کے سامنے حضرت امام عالی مقام کا سر اقتدار ایک ٹشٹ میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ اس وقت ظالم ابن زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے وہ بار بار آپ کے لبوں اور رانوں کو مارتا تھا۔ ایک صحابی رسول حضرت ذبیح

اور حم رضی اللہ عنہ جو اس وقت رہاں پر موجود تھے ان سے یہ گستاخی نہ دیکھی گئی۔ مزید اٹھے اور روتے ہوئے کہا۔ اے ابن مراد! چھڑی کو ہٹا لے۔ خدا کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ان لبوں اور رانوں کو چومنا کرتے تھے۔ یہ کہہ کر بے اختیار روئے گئے۔ ابن زیاد نے کہا۔ خدا تجھے خوب رکائے۔ اگر تو بڑھانا چھوٹا ہو پھر ہی عقل خراب نہ ہو جی ہوتی تو میں اسی وقت تجہی گردن مار دیتا۔ حضرت ذبیح رہاں سے اٹھے اور بے کینے ہوئے چلے گئے کہ اے لوگو! آج کے بعد سے تم سب ظالم بن گئے کیونکہ تم لوگوں نے قاضیہ کے تخت چکر کو قتل کیا اور مریدان کے بیٹے کو اپنا حاکم بنایا جو تمہارے نیک لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور دیروں کو ظالم بنا رہا ہے۔ تم نے ذلت کو گوارا کیا اور جو ذلت کو گوارا کرے اس پر خدا کی مار ہے۔ (تاریخ طبری ۵ ص ۲۸۱) صحابہ میں ۴۰ سالہ عمری!

ابن زیاد اور حضرت زینب

مرام عالی مقام کے بعد اہل بیت کے دوسرے افراد ابن زیاد کے سامنے پیش کیے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت امام عالی مقام کی ہمیشہ ہیں۔ آپ کی حالت نہایت خستہ ہو رہی تھی۔ محل کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اور آپ کی ٹیلیوں نے آپ کے گرد حلقہ بنا لیا تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ کون عورت ہے؟ تین دفعہ اس نے یہ کہا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ آخر ایک کثیر نے کہہ دیا یہ رسول اللہ کی نواسی، فاطمہ الزہراء کی بیٹی اور حضرت امام حسین کی ہمیشہ ہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد جو فق و غفر کے نشے میں چڑھا آپ کو غائب کر کے ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں نیک و خدا رکھا اور بھلا دیا۔ شہداء کی بیٹی حضرت زینب نے فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے نبی کے درویش سے ہمیں عزت دی اور ہمیں پاک و صاف فرمایا۔ ہم نہیں! فاسق و ذلیل ہوتے ہیں اور فاجر بھلائے جاتے ہیں۔ ظالم ابن زیاد نے کہا تو نے دیکھا اللہ نے تیرے گورالوں سے کیا سلوک کیا۔ حضرت سیدہ نے جواب دیا۔ ان کے لیے شہادت مقدور ہو چکی تھی اس لیے وہ اپنے مثل میں پہنچ گئے۔ حضرت اب اللہ تجھے پورا نہیں ایک

ایں ایک عورت کا اور اضافہ ہو گیا۔ (طبری ج ۵ ص ۲۸۳)

سراہم کی کوفہ میں تشہیر

ابن زبیر بدھنو نے حکم دیا کہ تمام شہداء کے سروں کو کوفہ کے بازاروں میں بچھرایا جائے اس کے بعد روانہ قصر امویہ میں کر دیا جائے۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۸۳)

تاریخ طبری کی در سری روایت ہے کہ ابن زبیر نے کوفہ میں امام عالی مقام کے سر مبارک کی تشہیر کے بعد حضرت امام اور ابن کے تمام جہاں شہداء کے سر کے سروں اور امیران اہل بیت کو زخمیں قہیں، اور مردہ بن عولہ ازوری اور طارق بن ابی سعیدان ازوری کے ہمراہ شہداء کو سرگردی میں بڑبڑا پلید کے پاس رقیق اس حالت میں دیا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں کو زنجیروں میں جکڑ دیا تھا اور دستوں کو انٹوں کی لنگی پٹٹیوں پر بٹھایا گیا تھا اور ظالم ابن زبیر نے حکم دیا تھا کہ سروں کو بڑیوں پر چھائے ہوئے آٹھویں سے گزرتا تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور آئندہ کوئی بڑی کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو۔ (صحابہ و کتبہ ص ۲۳)

اٹھائے سفر شہداء کے سر مبارک سے عجیب عجیب خوارق و کرامات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جب ابن زبیر نے حکم دیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سروں کو نیزہ پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں بچھرایا جائے تو اس وقت میں مکان کی کڑکی میں کھڑا فران حکم کی سوزا، گھٹ کی تلاوت کر رہا تھا پڑھنے پڑھنے میں اس آیت کریمہ تک پہنچا کہ حسبن الله لکھیب والرفیق کناورا۔ حسبن الله عجبا تو سر اقدس میں سے یہ آواز سنئی عجیب ہو صاحب الکھیف الکھیف۔ حسبن الله وحسبنا صاحب کف کے راتھ سے میرا قتل اور میرے سر کو لے کر بڑا عجیب ہے اور در حقیقت بات یہی ہے کیونکہ صاحب کف کے قاتلوں نے ظلم کو تھا لیکن قتل نہیں کیا تھا اور حضرت امام حسین کو ان کے ناکہاں کا کھڑے ہونے راتوں نے ممان دیا کہ دنیا بھر سے رفاقی کی اور میں دن کے بھوکے پیاسے رکھ کر شہید کر دیا۔ یہ منور عجیب ہے۔ (اشراق النبوت ص ۳۸، قصص اقصیٰ ص ۱۲ ص ۲۷۱)

جہ جمع کرانے کا اس وقت وہ اس کے سامنے اس کا انصاف غلب کرے۔ یہ زندان شکن جواب سن کر ابن زبیر فحش سے بے ناپ ہو کر پولا۔ خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے قاتلانہ پانیوں کی طرف سے میرا دل مضطرب کر دیا۔ اس اہست ناک جیسے یہ حضرت زینب اپنے نہیں سمجھا نہ سکیں، یہ اختیار رو پڑیں۔ واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر دیا، میرے خاندان کا نشانہ بنایا، میری شائشیں نکالت دیں مگر اس سے میرا دل مضطرب ہو سکتا ہے تو ہو جائے۔ اس کے بعد ابن زبیر بدھنو کی نظر عابدین پر پڑی۔ وہ انہیں بھی قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت زینب سے قرار ہو کر کچھ پڑیں اور فرمایا۔ اے ابن زبیر میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں مگر تو اس بچے کو قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر ڈال۔ ابن زبیر پر یہ تک سکتے کا عالم طاری رہا۔ اس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ خون کا دشت بھی کیسی عجیب چیز ہے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ یہ ہے دل سے لڑنے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے، اچھا اسے چھوڑ دو۔ یہ بھی اپنے خاندان کی عروص کے ساتھ جائے گا۔

ایک جہاں شہداء کی شہادت

ابن زبیر نے جامع مسجد کوفہ میں شراروں کو جمع کیا اور منبر رسول پر ٹھہر دیا۔ اس خدا کی حمد و ستائش جس نے امیر المومنین زید بن معاویہ کو غالب کیا اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی کو ہلاک کر ڈالا۔ اس اجتماع میں مشہور اہل بیت حضرت عبداللہ ابن عقیف ازوری جو دونوں آنکھوں سے دھواں لے رہے تھے، کے یہ الفاظ سن کر رہا نہیں گیا۔ قرط غصب میں کانچے ہوئے کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر کو لگاتار بولے کہ خدا کی قسم اتنی کذاب ابن کذاب ہے۔ حسین بچا اس کا پاپ بچا اس کے ناکہ جان ہے۔ ابن زبیر اس جواب سے نلکا اٹھا اور چاروں حکم دیا کہ شاہراہ عام پر ملے جا کر اس اندھے بڑے کا بھی سر قلم کر دو۔ حضرت عبداللہ ابن عقیف شہن شہادت میں چلے ہوئے اٹھے اور مثل پہنچ کر پلٹ کر بولی حواریا مسکراتے ہوئے غیر مدغم کیا، خون بہا لاش چڑی اور لہری ہو گئی۔ کوثر کے ساحل پر جہاں شہداء کی شہاد

جب اشیاء کی جماعت امام علی مقام کے سربراہ کو ملے کہ پہلی منزل پر
 گر جا کر کے پاس دانت گزارنے کے لیے اتنی اوڑھنا شراب بہہ پڑی وہ بھی ان کے
 سامنے لوہے کا قلم غیب سے نمودار ہوا اور اس قلم نے ایک قطرہ خون سے یہ شعر نکلا
 اترجوا امۃ فخلت حسبا
 شفاعۃ جددہ یوم الحساب
 یعنی جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے کیا وہ اس کا
 امید رکھتے ہیں کہ ان کے نانا جان علی اللہ علیہ وسلم فیامت کے دن ان کی شفاعت
 کریں گے؟ غصائش کبریٰ بن عباس ۱۰۱ صواعق مرقومہ ص ۲۳۳
 یہ یوں لپٹا ہے جب دیکھا تو ان کو بہت تعجب ہوا۔ مگر جا کر گئے وہاں سے پوچھا
 شعر کس نے لکھا ہے اوو کب لکھا ہوا ہے؟ وہاں سے کہا۔ میں نے لکھا ہے۔
 نہیں معلوم، ہلہٹ اٹھا جاتا ہوں کہ تمہارے نبی کے زمانے سے پہنچ سو برس پہلے کا
 ہوا ہے۔ (حیات البرہان حصہ ۲ ص ۲۵۵ غصائش کبریٰ جلد اول میں صفحہ ۷۷ پر چرچا
 لکھا ہے۔

وہاں سے جب شہیدوں کے سروں کو بیڑوں پر اور چند بیڑوں اور دو بچوں
 بھارت تھیری دیکھا تو اس کا دل بھر گیا اور دریافت کرنے پر جب پوچھا حال اس کو معلوم
 ہوا تو کہا مہذا اللہ تم لوگ کہنے پر آئی ہو کہ اپنے نبی کی اولاد کو قتل کیے ہو اور بھارت
 کے ہاں بھرتا کو فدیہ دینا ہے اور بھارت اس نے ان بیڑوں سے کہا کہ اگر دانت
 کے لیے اپنے نبی کے خواستے کا سر ہمارے پاس دینے دو تو میں تم کو دس ہزار دوام
 ہوں۔ وہ لوگ دانشمندی ہو گئے۔ وہاں سے وہ آکر گئے حضرت امام کا سر مہاوک لپٹا
 اپنے مخصوص کمرے میں لے گئے پھر سر اٹھو، چہرہ مبارک اور مقدس زلفوں اور ان
 کے بالوں پر جو گرد غبار اور خون تھا ہوا تھا دھوا اور عطر کا نور لگایا اور بیڑی
 کریم کے ساتھ اپنے سامنے رکھ کر دیا دست کرے لگا۔ خدا کے عروج اس کے
 اوس سے راضی ہوا اور اپنی رحمت کے دودھ اڑے کھول دیئے۔ وہاں سے دوڑے
 اس کی ٹانگوں سے پر دستہ اٹھ گئے۔ اس نے دیکھا کہ سر اٹھنے سے آسمان تک اٹھ

ہے۔ جب اس نے سر اٹھنے کی یہ کرامت اور الواو و جلیات کا مشاہدہ کیا تو اپنے
 مکتبہ صدق دل سے لایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور صحیح
 سر اٹھانے کے حوالے کر دیا اور گر جا کر کوہِ حبشہ کے لیے چھوڑ کر اہل بیت کا مطیع
 و خادم بن گیا۔ یہاں ایک اور سخت عبرت خیز واقعہ یہ ہوا کہ انگلستان نے ہاکم
 کے دورِ حکم وہاں سے دیا ہے یہیں تقسیم کر لے جائیں۔ چنانچہ جیسے ہی وہ حکم سے
 بری قطبیلوں کا دستہ کھولا تو دیکھا کہ سب درہم تختہ کبریٰ ہو گئے ہیں اور ان کے ایک طرف
 یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی ہے:

ولا تحسبن اللہ غافلاً عما
 تعمل المسلمون۔
 ظالم جو کرنے میں خدا کے کو اس
 سے غافل ہرگز نہ پاؤ۔

اور دو سرری طرف یہ آیت مہاوک تحریر تھی:
 وسب علم الذین ظلموا ای
 سبیل بتفسلون۔
 ظالم کرنے والے غلطیپ جان لیں گے
 کہ وہ کس گروٹ پٹا کھائیں گے۔

(صواعق مرقومہ ص ۲۶۱ سماعت ونگوین ص ۱۷۳)

امام عالی مقام کا سر مبارک

در بارہ یزید میں

جب شہداء کے سر اور ایمان اہل بیت یزید کے دربار دمشق میں پہلے پہلے پہنچے تھے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اس مسئلے میں مختلف روایتیں تاریخ کے صفحات پر تحریر ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ شہادت امام حسین سے یزید ناراض ہوا اور راہی پہ زاری کا اظہار کیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یزید اس سے خوش ہوا، محفل سرور آراستہ کی اور بر سر محفل سر امام کی توجہ کی اور دیگر روایتیں پیش کر کے بہت سے یزیدی یزید ابن معاویہ کو رفاقت کرنا کا ذمہ دار ہونے سے بری کرنے کی ٹاپاک کوشش کر رہے ہیں جیسا کہ ایک ابن یزید ظہور احمد قرشی اور نگاہ آبادی اور دوسرے یزید پر ستورانے حال ہی میں کیا ہے لیکن درحقیقت صحیح ترین روایت جس کو حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء ص ۳۵۵ میں بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو چکے تو ابن زیاد نے ان تمام شہداء کے سر کو یزید کے پاس دار السلطنت میں بھیج دیا۔ یزید پہلے تو اس سراسرے بریدہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا مگر جب عائدہ المسلمین اس کے اس فعل پر اس سے ناراض ہوئے اور علامت کی تو اس کو بھی افسوس ہوا اور اپنے فعل پر توبہ و ندامت ہوئی۔ سوچو یہ ہے کہ عائدہ المسلمین کا یزید کے اس فعل پر بار بار اسکی کا اظہار بالکل بجا تھا۔

مصنف تاریخ طبری علامہ ابی جعفر جریر الطبری لکھتے ہیں کہ جب امام حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے لوگوں کو رہا کرنے کی عام دعوت دی۔ جب سب لوگ آگئے تو اس رقت لوگوں نے دیکھا کہ یزید کے ہاتھ میں ایک چھری تھی جس سے وہ آپ کے سانسے روتوں میں لٹو لٹو دیتا اور یہ کہتا کہ اب ہماری اور ان کی

مثال ایسی ہے جیسا کہ شاعر حسین بن المہام نے کہا ہے کہ ہماری تلواریں ایسے لوگوں کی گھونڈیاں توڑتی ہیں جو ہم پر قابض تھے اور وہ نہایت تافہین اور عالم تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابو بردہ مسلمی رضی اللہ عنہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ انہوں نے یہ دیکھا تو فرمایا۔ اسے یزید تو اپنی چھری حسین کے روتوں اور گھوڑا سے لگا رہا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چومنا کرتے تھے۔ سن لے قیامت کے دن تجھ اور حسین زیادہ کے ساتھ ہو گا اور حسین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا گے۔ یہ کہہ کر وہ دربار یزید سے اٹھے اور چلے گئے۔ (طبری ج ۵ ص ۱۲۹)

علامہ امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ جب یزید نے حضرت امام حسین کے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کی (جیسا کہ گزرا) تو اس وقت یزید کے پاس قیصر روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ اس نے بہت حجب ہو کر کہا کہ ہمارے یہاں ایک جزیہ کے گرد ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے گڑھے کے کھر کا نشان ابھی تک محفوظ ہے۔ ہم لوگ ہر سال ہسارے اور ڈراتے۔ لے کر اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور اس کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم لوگ اپنے کعبے کی کرتے ہو۔ بلاشبہ تم لوگ جھوٹے اور بے ہودہ ہو۔ اسی طرح اس وقت ایک ڈبی یہودی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا کہ میرے ذمہ میرے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان سڑھ میں گزر چکی ہیں لیکن اب تک یہودی میری تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی کے فرزند کو اس طرح بے رویہ لٹی کر دیا۔ (صراح خز ص ۲۲۰)

اہل بیت کی ہمدردی منورہ واپسی

صحابی رسول حضرت لعین بن بشیر رضی اللہ عنہ جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ میں غصی نہ کرنے کے سبب حکم یزید گور نری سے معزول کر دیے گئے تھے۔ یزید نے انہیں اہل بیت نبوت کا بدوہدہ کہہ کر اہل بیت کا حسین کے اہل و عیال کو عزت و احترام کے ساتھ مدینہ پہنچانے کا انتظام کروا دیا۔

اس کے بعد یزید نے اپنے آپ کو قتل حسین سے بری فہمہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو عمالی میں بلا کر کہا۔ خدا ابن فہارہ فوت کرے۔ واللہ! اگر برا راست آپ کے والد اور میرا سامع ہو جاتا تو جو کچھ وہ فرماتے، میں منکور کر لیتا اور ان کو قتل کرتا ہرگز گوارا نہ کرتا۔ لیکن خدا کو جو منکور تھا وہ ہوا۔ اب آپ مدینہ تشریف لے جائے اور مجھ کو رہا سے خط لکھتے رہنے کا اور جو بھی ضرورت ہو اس سے مجھے مطلع کیجئے گا۔ (طبری ج ۵ ص ۴۸۷)

حضرت نعمان بن بشیر کے ہمراہ تیس آدمیوں کا حفاظتی دستہ کیا گیا۔ وہ اہل بیت کے لئے گرد مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے اور راستہ بھر نصیحت و تنظیم و تحکیم سے پیش آئے۔ مدینہ منورہ کے لوگوں کو روانہ کر دیا کی خبر پہلے ہی پہنچ چکی تھی جب یہ لڑا ہوا قافلہ شہر میں داخل ہوا تو ایک کرام چم گیا۔ قیامت سے پہلے قیامت آگئی، رفو غم اور ہذب پہ خودی میں اہل مدینہ اور حضرت ام سلمہ و حضرت محمد بن حنفیہ گھروں سے روتے ہوئے نکل پڑے۔ قافلہ سیدھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مقدس پر حاضر ہوا۔ حضرت امام زین العابدین کی نظر جیسے ہی دوزخ مطہرہ پر پڑی تو بے اختیار رو پڑے اور صرف اتنا ہی کہہ سکے۔ واد جان! اپنے فو سے کاسلام قبول فرمائیے۔

آہ رفل کا اہل ہوا ساگر ختم ہائے کے بعد شہزادہ کو یمن حضرت امام علیی مقام سید امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں مدفون شدہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ واد جہاد عنا۔

مدینہ منورہ پر حملہ اور قتل وغارت گری

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید پلیڈ نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ پانچ لگان مدینہ کو یزید کی بیعت پر رخصت کریں۔ عثمان بن محمد نے مدینہ پہنچتے ہی ایک جماعت کو یزید کی جانب روانہ کیا۔ بعدہ جب یہ جماعت یزید کے پاس سے مدینہ طیبہ راہیں آئی تو اس نے یزید پلیڈ کی رشام طرازی پر اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور اس کی بے دینی، شراب لوشی، کانا گانے والیوں سے فحش اور گندے گانے سننے، قہقہہ گوئی میں رقت صرلہ کرنے، حرام خوری، بھن بھائی کا کلاخ اور کتوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم لوگوں نے اس کی ان تمام خرافات کو دیکھ کر اس کی بیعت تو زوری سے اور تم لوگوں سے بھی ادا کرنا یہی ہے کہ وہ بیعت کے قاتل نہیں۔

علامہ حائل الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تاریخ الخلفاء ص ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ اس وفد کے قائد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واللہ! ہم نے یزید کی مخالفت اس رقت اختیار کی جب ہم کو یمن میں ہو گیا کہ اب ہم پر آسمان سے تہویں کی پادش ہوگی کیونکہ یزید کے فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی مائیں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے، شراہیں عام طور سے پئی جاری تھیں اور لوگوں نے نماز ترک کر دی تھی۔ اسی وفد کے ایک رکن منذر بن زہیر نے بھی قسم کھا کر کہا کہ مجھ کو یزید نے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں اور میرے ساتھ احسان بھی کیا ہے لیکن میں سبائی کو پانچ سے جانے نہ دوں گا۔ یزید شراب لوش اور تارک صوم و صلوة ہے اور دائیں بازو الحسن بدلتی ہے جو اللہ راہی ہیں، نقل کرتے ہیں کہ اہل مدینہ یزید کی علامات فسق و فجور کے ظاہر ہو

جانے کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کی بیعت سے منکر ہو گئے۔ عہد اللہ ابنی مہو بن منس
غزوی نے اپنا علم سرسہ ادا کر گما کر چڑھنے سے بھیجھ کو صلہ اور انعام دیا ہے پیر
میری جاسد اوش بھی اضافہ کیا ہے لیکن جو خدا کا دشمن اور دائم الکر ہو، میں سے اس کی
بیعت کو اس طرح اسٹے سے طہید کر دیا جس طرح اپنی رسنا کو۔ اس کے بعد دیگر لوہ
لوگوں نے بیزید کی بیعت سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اس کی بیعت تو زوی اور
عثمان بن محمد کو جو بیزید شقی کی جانب سے گور زید منورہ مقرر ہوا تھا اس کو عید سے
نکال کر عہد اللہ بن عتقلہ شقیل اناک کے دست پر بیعت کر لی۔

جب بیزید پلہ کر یہ خبر پہنچی تو وہ برا فرخند ہوا اور مسلم بن عقبہ کو ۶۳۰ میں جس
ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس بد بخت لشکر
نے مدینہ منورہ میں وہ طرفان بد تیزی برپا کی کہ جس کے تصور سے روح لرزنا شقی ہے۔
قلی رفتار ت گری اور اور طرح طرح کے مظالم کا بازار گرم کیا۔ لوگوں کے گھروں کو لوٹ لیا
سات سو صحابہ کو سبے گناہ شیعہ کیا اور بائیس ر حلقہ قرآن رفیہ ملا کر کل دس ہزار سے
زیادہ شیعہ کیا۔ لڑکوں کو قید کر لیا اور بالکدامن عورتوں کو تین شیعہ روڑا پٹے اور بیزید
فوجیوں پر حلال کر لیا۔ روضہ شریف و منبر شریف کی درمیانی جگہ جس کی پامت صحیح
مدینہ میں آج ہے کہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یہاں پر گھوڑے پاندھے
اور ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، بین دان تک مسجد نبوی میں لوگ نماز سے
مشرف نہ ہو سکے۔ صرف سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ جو کبار تابعین میں سے تھے،
پاکل میں کرباں حاضر ہے۔ آخر میں ان ظالموں نے ان کو بھی گرفتار کر لیا کر پھر پوانہ
سمجھ کر چھوڑ دیا۔ ابن جوزی نے ایسی منہ کے ساتھ کہ جو حضرت سعید بن مسیب رضی
اللہ عنہ سے نقل ہے، بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مدینہ کی راتوں میں (جس وقت
بیزیدوں نے حملہ کیا) میرے سوا دوسرا کوئی شخص مسجد نبوی شریف میں نہ رہ سکا تھا۔ اہل
شام جب مسجد میں آئے تو کہتے تھے کہ یہ مردانہ بد حالان مقام پر کیا کر رہا ہے اور میں نماز
کا کوئی وقت ایسا نہ گزارا تھا جب میں اذان وا قاست کی آواز مجھ پر مقدسہ (مسجد نبوی)
سے نہ سنا۔ پھر میں اسی اذانہ راقاست سے نماز ادا کرنا تھا۔ بیزید کی لوٹ کھسوٹ کی کر

بازاری اور غلہ گردی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سیدنا ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں، جب بیزیدی
فوج ان کے مکان میں تھی اور کچھ نہ پایا تو آپ کی داغی کے سب مال اکٹھے لیے گئے۔
اسی طرح اس غیبت لشکر نے ایک نو جوان کو پکڑا، اس کی ماں فریاد کرنی آئی تو اس کے
سامنے اس لڑکے کو شہید کر دیا اور اس کا سر اس کی ماں کی گود میں دے دیا اور کہا تو اپنے
زندہ رہنے کو غیبت میں سمجھتی کہ بیٹے کو کیسے چلی آئی۔

جب مسلم بیزید کو نے اہل مدینہ کو زبردستی بیزید پلہ کی بیعت و اطاعت پر مجبور کیا
تو ایک شخص جو قبیلہ قریش سے تھا اس نے بوقت بیعت یہ کہا کہ میں طریقت طاعت پر
بیعت کرتا ہوں، مصیبت پر نہیں۔ مسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس مختل کی ماں
ام بیزید بن عبد اللہ بن ربیعہ نے قسم کھائی کہ اگر میں جس قدر ت پاؤں تو اس ظالم مسلم کو
زندہ یا مردہ چلا دوں گی۔ جب وہ ظالم مدینہ منورہ میں قتل و غارت گری کے بعد مکہ
معتکہ کی طرف متوجہ ہوا کہ وہاں عہد اللہ بن زبیر اور ان تمام لوگوں کا تختہ کر رہے
ہو بیزید کے خلاف ہیں تو انا قاربتہ میں اس پر قلع کا حملہ ہوا اور وہ فوراً مر گیا۔ اس کی
جگہ بیزید کے حکم کے مطابق حصین بن نمیر سکونی قاکہ لشکر بنا۔ مسلم کا انہوں نے وہیں
دفع کر دیا۔

جب یہ غیبت لشکر آگے بڑھ گیا تو اس عورت کو مسلم کے حوٹے کا چاچا چلا وہ کچھ
کرمیوں کو ساتھ لے کر اس کی قبر آئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر جلانے۔ جب قبر
کھودی تو کیا دیکھا ایک اڑو حاس کی گردن سے لپٹا ہوا اس کی ناک کی ہڈی پڑے جس
رہا ہے۔ یہ کچھ کر سب ڈاڑے اور اس عورت سے گئے تھے۔ خدا سے تعالیٰ عفو اس
کے اعلیٰ کی سزا اس کو دے رہا ہے اور اس نے طلب کا فرشتہ اس پر مسلط کر دیا ہے
اب تو اس کو رہنے دے۔ اس عورت نے کہا۔ میں بے خدا کی قسم! میں اپنے عہد اور قسم
کو ضرور پورا کروں گی اور اس کو ہلا کر اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گی۔ مجبور ہو کر سب نے
کہا اچھا پھر اس کو قبروں کی طرف سے نکالنا چاہیے جب ہر صرے مٹی نکالی تو کیا دیکھا کہ
اس طرح قبروں کی طرف بھی ایک اڑو حاس لپٹا ہوا ہے پھر سب نے اس عورت سے کہا

اب تو اس کو چھوڑ دے اس کے لیے ایسا عذاب کافی ہے مگر وہ عورت نہ مانی۔ وہ نہ کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اٹھی تو خوب چارٹ ہے کہ اس غلام پر میرا قصہ محض نیری رضا کے لیے ہے۔ مجھے یہ قدرت دے کہ میں اپنی قسم پوری کروں اور اس کو چلا دوں یہ دعا کر کے اس نے ایک کھڑی اڑبے کی دم پر ماری وہ کروں سے اتر کر چلا گیا پھر دوسرے اڑبے کو ماری وہ بھی چلا گیا۔ تب انہوں نے مسلم کی لاش کو قبر سے نکالا اور چلا دیا۔ (جذب القلوب ص ۳۷ شرم کرنا ص ۳۲۱)

جذب القلوب میں ہے کہ مسلم کی موت حرم کی چاند رات ۲۳ھ کو ہوئی۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کا نام مسرف رکھ دیا۔

فضائل مدینہ منورہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یکید اهل المدينة احد الا انماع کما ویتماع الملیح فی السماء جو شخص اہل مدینہ سے مکرو فریب کرے یا جنگ کرے تو اس طرح پھیل جائے گا جیسے شکر پانی میں پگھلتا ہے۔ (تاری شریف ج ۱ ص ۶۷) حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یزید احد اهل المدينة بسوء الادبہ اللہ فی السماء ذوب طرصاص جو مدینہ منورہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں رائے کی طرح بھجلا دے گا۔ (شم شریف ج ۱ ص ۳۴)

حضرت ہامد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اصحاب اهل المدينة ظلموا لیسوا اصحابہ اللہ وکانت علیہ لعنة اللہ والصلوات والسموات اجتمعین لا یقبل اللہ منه یوم القیامہ صرلوا لا عدلا جس نے اہل مدینہ کو سچے ظلم سے خروار کیا خدا اسے تعالیٰ اسے عرف میں جہنم کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ فرشتے اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی فرض عبادت قبول فرمائے گا اور نہ نکل۔ (جذب القلوب ص ۳۳)

ان احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو اہل مدینہ کو زوائے ان سے جنگ کرے ان پر عظم وصالے ہوں گے کسی برائی کا بھی ارادہ کرے تو خدا اسے تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں رائے کی طرح بھجلا دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اس کی کوئی عبادت چاہے وہ فرض ہو یا نفل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔

ایکایس سال کی عمر میں شرمس ملک شام میں ہلاک ہوا۔

یزید کے مرنے کے بعد اہل چجاز و یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ ابن زہیر کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل شام و مصر نے یزید کے بیٹے معاویہ کو اس کا جانشین بنایا۔ معاویہ اگرچہ یزید کی اولاد میں سے تھا لیکن آدمی نیک اور صالح تھا اور باپ کے ناپاک افعال کو دل سے ہرا جاتا تھا، محض حکومت لینے وقت ہی سے پہلے تھا اور آخر تک بیمار رہا اور چالیس روز یا دو تین مہینے حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ (تاریخ

بکھڑا)

اللہ ہمیں اور ہمارے تمام احباب و ورثہ داروں کو اہل بیت کے دُورے میں رکھے اور یزید علیہ السلام کے تمام حواریں کے شر و فسق سے محفوظ و مامون فرمائے۔ (آمین) بحوالہ سید المرسلین۔

یزید کی تیسری شرارت و شیطنت!

حرم مکہ اور خانہ کعبہ پر مخفیق سے حملہ اور بے حرمتی

عینہ منورہ کو تاراج کرنے کے بعد یزید کی یہ فوج حضرت عبداللہ ابن زہیر کے مقابلے کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہو گئی۔ فوج کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ تو راستے ہی میں ہلاک ہو گیا لیکن مرنے سے پہلے اس نے عیینہ بن نیر کو حکم یزید اپنا قائم مقام بنادیا تھا۔ ابن نیر نے مکہ پہنچی تو حرم کا (اصل) حضرت عبداللہ ابن زہیر رضی اللہ عنہ پناہ گزین تھے) کا حصہ کر لیا اور عیینہ سے سگباری کی۔ (مخفیق پھر پیچھے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے۔ اس کی زد نوپ کی طرح بڑی زبردست اور دو کی مار ہوتی ہے) سگباری سے عیینہ حرم شریف بھروسے بھر گیا اور اس کے مقدمہ سے مسجد حرام کے ستون ٹوٹ گئے اور کعبہ مکرمہ پر سنگباری کرنے سے اس کی دوا میں شکست ہو گئیں اور چست گر گئی۔ شامی پتھر برسائے کے بعد روئی کعبہ اور وال کے کولے بھی بنائے اور جلا کر پیچھنے لگے جس سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی۔ اس کا خلاف جہل گیا۔ اور اس دن کا بیٹنگ جو فدیہ حضرت اسماعیل علیہ السلام میں جنت سے بھیجا گیا تھا، اس کی بیٹنگ بھلو کر کعبہ شریف کی چست میں آویزاں تھا، وہ بھی جل گیا۔ کعبہ مقدسہ کی روڈ تک پہنچا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے ابھی شامی لشکر کعبہ شریف اور اہل بیت کی تاراجی میں لگا ہوا ہی تھا کہ اچانک یزید بن ابی سہل کے مرنے کی اطلاع ملی۔ ابن نیر نے یہ خبر سنی تو اس کے حوصلے پست ہو گئے اور اس نے محاصرہ اٹھا لیا اور حضرت عبداللہ ابن زہیر سے صلح کر لی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۶) جب

اتاقب ص ۳۵۵

یزید بن ابی سہل نے کل تین برس صلیبی حکومت کی اور پندرہ ربیع الاول ۶۶ھ

سید رسول کے خون پر دیکھی گئی ہیں۔

یزید اپنے چپے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر ترپ گیا اور شدت رنج و اہم سے ہنسنے لگا۔ سوت سے کچھ دن پہلے یزید کی آستیں سرگمیں اور اس میں کیڑے پڑ گئے۔ تکلیف کی شدت سے خور کی طرح چٹختا تھا۔ پانی کا قطرہ حلق سے نیچے اترنے کے بعد شش کی طرح چپٹے لگتا تھا۔ عجب قہرانی کی مار تھی۔ پانی کے بغیر بھی تڑپتا تھا اور پانی پا کر بھی چپٹا تھا۔ بالآخر ہی درد کی شدت سے ترپ ترپ کر اس کی جان نکلی۔ لاش میں لٹکی ہوئی ایک بدبو تھی کہ قریب جانا مشکل تھا جیسے دبے اس کو سیر خاک کیا گیا۔ دفن کر دیا۔

ابن زیاد کا شہنام

عبداللہ بن زیاد بن وہب بنت زید ثعلبہ انسان ہے جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی بد بخت کے حکم سے حضرت مسلم بن عقیل ان کے بیٹوں اور امام حسین اور آپ کے اول بہت اور اصحاب کو قتل کیا۔ یہ سچائی کہیں۔ یہی ابن زیاد موصول میں شمس بنوار فرج کے ساتھ اڑھا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشجری کو اس کے مقابلے کے لیے ایک فرج کو لے کر بھیجا۔ موصل سے تقریباً پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی۔ جب دن ختم ہوا تو ابراہیم اور اقبال غروب ہونے کے قریب تھا اس وقت ابراہیم کی فرج غالب آئی۔ ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے سر ہری بھاگ گئے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فرج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ بہت سے ہلاک ہو گئے۔ اسی جنگ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے حرم کی دوسری کدوچ نہاں میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ بھیجا۔ مختار نے راء الدار ت کو لہ کر آستانہ کیا اور دال کو کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ہٹا کر اسی جگہ رکھوا دیا جس جگہ اس مطہر حکومت رہ رہ رہا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ مختار نے ابن کوفہ کو خط لکھ کر کہا۔ اے ابن

کوفہ! کہ لو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامزد کا سر اس رات و دسوئی کے ساتھ میل رکھا ہوا ہے، چھ سال ہوئے ہیں، وہی تاریخ ہے، وہی جگہ ہے۔ خداوند عالم نے اس مطہر فرعون فصال کو اسی رات و دسوئی کے ساتھ ہلاک کیا۔ اسی کوفہ اور اسی راء الدار ت میں اس بے دین کے قتل ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔ (سوانح کرام ص ۱۳۴)

ترہی شریف کی حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد لو اس کے سرداروں کے سرخار لطفی کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانس پھوٹا اور وہ اس کی طبیعت سے لوگ ڈر گئے، وہ تمام سروں میں پھر جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس آیا تو اس کے ہاتھ میں کھس گیا اور تھوڑی دیر فہم کر اس کے منہ سے نکلا۔ اس طرح تین بار سالپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور عتاب ہو گیا۔ (ترہی شریف ج ۲ ص ۴۳)

عمرو بن سعد کا شہنام

عمرو بن سعد مدبر دہی شعی اڑی ہے جس کی دسویں انگلیاں آل حیدر کے خون میں اڑی ہوئی ہیں جس کی کمان میں کرلا کاخاں ریزہ معرکہ سر ہوا اور ظالم اور رسالت کے قتل راء ہر خاک و خون میں آلود ہوئے۔ ملک دے کی لالچ میں اس ظالم نے بی بی عتول کا ہوا ہوا جہنم کدوچ کیا۔ جب مختار کے حکم سے یزید کی کون کا قتل عام شروع ہوا تو ابن سعد کون کی طرح اور حرارہ بھانجے لگا لیکن مختار کے چاں ہاڑا ہوا ہے۔ اس کو پکڑ لیا جس وقت ابن سعد سامنے آیا تو مختار کی آنکھوں سے پتھر پھل بڑے لگیں۔ گرجتے ہوئے کہا اور دشمن رسول! جانتے کیا سزا دوں جس سے دیناے اسلام کے بھجوں کی وہ ایک ٹھنڈی ہو جائے جو جیرے ہٹاک ہاتھوں کے راء میں لگائی ہے۔ ابن نے سعد نے جواب دیا۔ میں بے گناہ ہوں۔ راءات کرلا کی ساری و سہرادی یزید اور ابن زیاد پر تھی۔ میں نے صرف حکم کی تعمیل کی تھی۔ مختار کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں، اور کہا کہ غلام اسلام! باج جہا یزید اگر جہرے خون کی املاوے قتل کا حکم دے تو کیا اس کی تعمیل کر سکتا تھا؟ یزید کے حکم کی تو نے تعمیل کی اور نبی کے حکم کا پناہ نہ کر لیا۔

اسی دو میلان خبر ملی کہ ابن سعد کا پوتا مفضل جو کربلا میں امام عالی مقام کے خلاف اپنے باپ کی مدد کر رہا تھا، ابھی کہ قتل کر کے لایا گیا ہے۔ مختار نے حکم دیا اسے قتل کر دیا حاضر کیا جائے۔ جب وہ سامنے آیا تو جلاوٹ سے گھا۔ ابن سعد کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹے کا سر تن سے جدا کر دیا تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ حضرت علی اکبر اور حضرت علی احمر کی قربانی لاش دیکھ کر حضرت امام عالی مقام کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ جلاوٹ آگے بڑھ کر جوں ہی گردن پر اتار دیا چلائی ابن سعد چیخ برپا کیا وہ اپنا سر پیٹ ہی رہا تھا کہ اشارہ پاتے ہی جلاوٹ نے ابن سعد کی گردن بھی اڑا دی۔ اس طرح ظلم و شقاوت کے ایک بہت بڑے مظہر کے ساتھ ناپاک وجود سے دھڑکنے لگا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ قتل کے سپاہیوں نے ابن سعد کو اس کے مکان میں قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے پیش کیا۔ اس وقت اس کا پوتا مفضل وہیں موجود تھا۔ باپ کا سر دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ اس کے بعد مختار نے اس کا بھی سر قلم کر دینے کا حکم دیا جو دو رؤس کے سر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس مندرجہ پہنچ دیئے، (تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۰۳)

شمر کا انجام

یہ وہی سید بخت ہے جس نے جگر گوشہ رسول کی گردن پر تلوار چلائی تھی اور قاتل کے ہاتھ کو خاک و خون میں ڈبوایا تھا۔ ابن سعد کے قتل سے تاریخ ہو کر مختار نے اسے سامنے کھڑا کیا۔ بارے خوف و دہشت کے شر غرق کر چاہے لگا۔ مختار نے کھڑے ہوئے کھانا بھجوا کر تجھے دوا بھی غیرت نہیں آئی کہ تو نے اپنے ہاتھوں سے نبی کی دوا دوا دی۔ اوٹ اور بکری کی طرح قاتل کے لال کو ذبح کیا۔ انوس با حرم کا چہرہ اوٹ عرش کی قدر ملی تو نے پھونکوں سے بچھا دی۔ اسے شقی التلب! میں دن کے بھوکے پتا سے تازیوں کو ذبح کرتے ہوئے تجھے دوا بھی ترس نہیں آیا تیرا ذمہ جسم پھونک کر اس کی داکھ ہوا اب میں اڑاؤں چاہتے تب بھی حسین کے خون کا بدلہ نہیں ہو سکتا گا۔ سنگدل قاتل اڈرہ اڈرہ حسین کا نرو پلندہ کر رہا ہے، تیرے ہاتھوں نے مجھ پریش آگ لگا دی ہے، اب اسے کون بچھا سکتا ہے۔ عالم فتنہ میں جو بن مختار نے تلوار اٹھائی، شمر نے

کو گڑا دے ہوئے گھا۔ پیاس سے تڑپ رہے ہوں ایک گھونٹ پانی پلا دے۔ مختار نے کہا۔ شرار و دہشت، باور کہ جب تیری طرح نے فرات کی لمبوں پر ۲۳ ہزار گلو اڑوں کا پھول بٹھایا تھا اور اہل بیت کے معصوم بچے کو دم و دوہ لٹھیں سدا ہاں تین شاہد رو پائی کہ ایک ایک قطرے کو ترس کے رو گھس، تجھے پانی نہیں مل سکتا۔ ہم کلام جسم تیرے انقلاب سے شمر کہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مختار نے اشارہ کیا اور جلاوٹ آگے بڑھ کر سر تن سے جدا کر دیا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۰۳)

تاریخ طبری میں ہے کہ مختار کے سپاہیوں نے شمر لعین پر حملہ کیا اور اس کے سر کو کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا اور لاش کو کتوں کے لیے بھینک دیا۔ صواعق عرقہ میں ہے کہ شمر کی لاش کو گھوڑوں کے کانپوں سے رو بند ڈالا گیا۔ (طبری ج ۵ ص ۵۰۳، صواعق عرقہ ص ۱۲۵) مسیحین عربی ص ۱۲۵

خولی بن یزید کا انجام

یہ وہی ظالم و بے رحم انسان ہے جس نے سبط رسول کے کھیلے میں برتاؤ مارا تھا اور سر کو نیزے پر چڑھا کر خوشی میں چاہتا تھا۔ مختار کے سامنے جب لایا گیا تو بیک طرح کلاپ دیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی مختار کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ جلاوٹ حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالو جب اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تو پھر دونوں پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ تکلیف کی شدت سے وہ زمین پر اچھلنے لگا۔ مختار نے کہا مظلوم سے کام لو۔ تیرے قتل کے بعد بھی تیری لگائی ہوئی آگ مسلمانوں کے سینوں میں بھڑکنی دے گی۔ یہ تیرے اعمال کی بکلی مرزا نہیں ہے تو جس دردناک عذاب کا مستحق ہے اس کا سلسلہ تیری آخری نگہیں کے بعد شروع ہو گا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۰۳)

تاریخ طبری اور مسیحین عربی تصنیف میں ہے کہ مختار نے خولی کے گھروالوں کے سامنے اسے قتل کیا اور پھر اس کو جلا دیا اور اس وقت تک اس کی لاش کے پاس کھڑا رہا جب تک اس کی لاش جل کر واکھ نہیں ہو گئی۔ (طبری ج ۵ ص ۱۲۵، مسیحین عربی ص ۱۲۵)

حکیم بن ظلیل اٹالی کا انجام

حکیم بن ظلیل اٹالی بد نصیب انسان ہے جس نے کربلا میں حضرت عباس علیہ السلام پر دھاوا کو شہید کر کے ان کے لباس اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا تھا اور آپ کے منگیزہ پر تیروں کی بارش کر کے اس میں شہید کر دیا تھا۔ جس سے تمام پانی گر گیا تھا۔ جب غدار سناے پیش آیا تو اس نے ہمارے حکم دیا کہ اس کے چہرے پر تیروں کی بارش کر دو چنانچہ جب تیر گئے گئے تو حکیم بن ظلیل اس کی تکلیف سے چپٹے لگا۔ غدار نے کہا: بس یہی تکلیف اور یہی سزا ہے حضرت امام حسین اور حضرت عباس پر تیروں کی بارش کی تو اس وقت یہ خیال نہیں کیا تھا۔ آخر کار تیروں کی بوچھاڑ میں وہ مر گیا۔ (مشاہدہ الصلین ص ۱۷۷)

حرملہ بن کابل کا انجام

حرملہ بن کابل یہ وہ بھکاری ہے جس نے شیر خدا و حضرت سیدنا علی امیر و رضی اللہ عنہ کے پھول پیسے نرم و نازک حلقوم پر حیر چلائے اور بارغ و رسالت کا وہ ٹھکانہ واد کے دم میں صرعا گیا تھا۔ جب وہ بد بخت غدار کے سامنے گیا تو غدار کربلا کا وہ منظر یاد کر کے ہلکا ہوا اور جلا کو حکم دیا کہ حرملہ کے گے پر تیروں کی بارش کی جائے اور نزع کے وقت آخری تیر گئے گئے کہ آپ بار ہو۔ اس طرح تیر پ تیر پ کر موت دیں وہ واصل جہنم ہوا۔ (تفصیل کربلا ص ۱۷۷)

دیگرا شقیاء کا انجام

حضرت امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد جبار بن یزید نے آپ کا قلم شریف پر مہت استیزہ اپنے بٹاک سر پر رکھ لیا تھا۔ اس جرم کی پاداش میں وہ جگہ دفن کے بعد پاگل ہو گیا اور فولاد کی زنجیروں سے گھرا کر زلزلہ کی موت مرا۔
عبدالرحمن بن حصین ثانی حشاش و بے ادب نے خیمہ مبارک سے امام علی علیہ السلام

کا بیروہن شریف اوت کر پھینکا تھا۔ اس گستاخی کی اسے یہ سزا ملی کہ وہ برص کی ٹپاک بیماری میں مبتلا ہو گیا کوئی اس کے قریب نہ جاتا تھا۔ کھانوں کی طرح اسے دانہ پانی دیتے۔ مرتے وقت اس کا چہرہ مسخ ہو گیا۔

یزیدی فوج کا ایک سپاہی اس وقت مظفر سے امام علی علیہ السلام کی گواہ اپنے قبضے میں کر لی۔ اس سپاہی کی اسے یہ سزا ملی کہ وہ جدام میں مبتلا ہو گیا۔ سارا بدن چوٹ چوٹ کر پھٹنے لگا۔ (تفصیل کربلا ص ۱۷۷)

قاسطان حسین پر طرح طرح کے عذاب

حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جس کسی نے بھی کسی بھی طرح کی کوئی اعانت کی وہ مرتے سے پہلے کسی نہ کسی عذاب میں ضرور مبتلا ہو گیا۔ اسی مجلس میں ایک بڑا عابد ہوا تھا۔ اس نے کہا میں نے بھی تو وہی کچھ نہیں کسی عذاب میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس نے اس میں وہ چراغ درست کرنے کے لیے اٹھا تو اس کی انگ نے پڑے کو پکڑ لیا جس سے اس کا پاؤں بدن چلنے لگا۔ وہ آگ آگ جلا ہوا اور پائے فرات میں کود پڑا مگر وہ آگ نہیں بجھی اور اس میں وہ مر گیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ امام سدی سے بھی منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں نے اسے دیکھا کہ چلتے ہوئے وہ کوئلے کی طرح ہو گیا۔ (صواعق مرقومہ ص ۱۷۸)

سبط ابن جوزی نے واقعہ سے بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھا آپ کے قتل میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھے ہیں کہ آپ پر چھڑا کر تو اس نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ آستین مبارک چڑھائے ہوئے اور ہاتھ شریف میں غنّی لکوا دیے ہوئے کھڑے ہیں اور آپ کے سامنے ایک ہزار بچا ہوا ہے اور دس قاتلان امام حسین ذبح کیے ہوئے پائے ہیں۔ جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بہت لعنت طاعت کی اور غم میں ڈوب کر ایک سال کی میری آنکھیں میں صبر دی۔ اسی وقت سے میں اندھا ہو گیا۔ (صواعق مرقومہ ص ۱۷۹)

مصنف صوامع عرقہ حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ
پہلے کے لشکر کا ایک سپاہی جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو
اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ لوگوں نے
اس سے اس کا سبب پوچھا کہ تو کا خوب صورت تھا پھر آج زیادہ نکلا ہے ہو گیا؟ اس نے
کہا۔ جس روز میں نے امام حسین کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اسی روز
سے ہر رات کو وہ آدنی میرے پاس آتے تھے اور مجھے پکڑ کر ایسی جگہ لے جاتے ہیں
جہاں آگ ہوئی ہے پھر مجھے منہ کے بل اس آگ میں ڈال کر نکالتے ہیں اسی وجہ سے
میرا منہ کالا ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ بہت بڑی موت سے مرے۔ (صوامع عرقہ ص ۳۶۹)

اسی طرح مروی ہے کہ ایک پڑھنے سے بیان کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ
و سلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک شہت رکھا ہوا ہے جو خون سے بھرا ہوا
ہے اور لوگ آپ کے سامنے بیٹھ کر چارے پے ہیں اور آپ اس خون کو ان کی آنکھوں
میں لگا رہے ہیں، یہاں تک کہ میں بھی آپ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ تو میں نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ! میں تو قتل حسین کے وقت موجود نہیں تھا تو حضور اکرم نے فرمایا۔ تو اس
کی تمنا رکھتا تھا کہ حسین قتل ہو۔ پھر آپ نے میری طرف اپنی انگلی اشارہ کر کے کہتے ہیں
اندھا ہو گیا۔ (صوامع عرقہ ص ۳۷۰)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شب و ستم کیا تو بحکم الہی آسمان سے مارے ٹوٹے اور
وہ زخمی ہوا۔ (درخ افشاء ص ۳۰۴)

علامہ بارونی حضرت مشہور سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ملک شام میں
ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا منہ سورجیسا تھا۔ انہوں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی
تو اس نے بتایا کہ وہ روزانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک ہزار مرتبہ اور جمعہ کے دن
چار ہزار مرتبہ اور ان کی اولاد پر لعنت بھیجا کرتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ایک لمبا خوب بیابا۔ جس میں ایک بات یہ بھی
تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی لعنت پیچنے کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ

و سلم کی خدمت اقدس میں شکایت کی تو آپ نے اس پر لعنت لہرائی اور اس کے منہ پر
تھوک دیا تو اس کا منہ سورجیسا ہو گیا اور لوگوں کے لیے ایک نشان ہو گیا۔ (صوامع عرقہ
ص ۳۷۵)

غرضیکہ غبار نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا اور بے شمار لوگ طرح طرح کے
بغائب میں مبتلا ہو گئے۔ اسی طرح وعدہ الہی پورا ہوا اور محل ایک لاکھ چالیس ہزار لوگ
قتل امام حسین کے عوض مارے گئے۔

قتلار شقی کا حشر

قتلار نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلان کے ہاتھ میں بڑا شاندار کارنامہ
اچھام دیا لیکن آخر میں وہ خود نبوت کا دعویٰ کر کے مرتد ہو گیا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر
رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے اس پر لشکر کشی کی اور ۷۰ھ میں قتار پر ظہر پا
کر اس ملعون کو قتل کر دیا۔

فضائل عاشورہ

خداوند قدوس اپنے مقدس کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: **ان عیدہ الشہور**
عند اللہ العاشر شہور اسی کتاب اللہ الی قولہ **ایمہ حرم** ۱۰۳۰۰
 توبہ ایک شگفتہ مہینوں کی تقویتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں۔ جب سے
 اس آسمان اور زمین بنائے۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں (۱)۔ (۱) ان میں سے ۱۲
 ان کی حرمت واسطے مہینوں میں مذکور بھی شامل ہے۔ اس مہینے کی رسمیں
 تاریخ سے عاشورہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، دنیا کی تاریخ میں ان کی عظمت و برکت والا
 دن ہے کہ جس میں خداوند قدوس کی قدروں اور نعمتوں کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر
 ہوئیں۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت ادریس و
 حضرت یحییٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی سبقتی
 طوفان نوح میں سلاستی کے ساتھ جہاں پہاڑ پھاڑ پھینکی، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کی رکعت ہوئی، اسی دن حضرت یحییٰ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے زندہ سلامت
 باہر آئے، اسی دن عرش و کرسی و لوح و قلم، آسمان و زمین، چاند و سورج، ستارے اور
 جنت بنائے گئے، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تکلیف دور کی گئی، اسی دن
 حضرت یوسف علیہ السلام گھرے کوئیں سے نکالے گئے، اسی دن حضرت یعقوب علیہ
 السلام کی اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اسی دن حضرت داؤد
 علیہ السلام کی لغزش معاف ہوئی، اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو جن رائیں پر
 حکومت عطا ہوئی، اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے جنت فی اور فرعون
 اپنے لشکر سمیت روپا میں طرف دہریا، اسی دن فسان سے زمین پر سب سے پہلی بارش
 ہوئی، اسی دن قیامت آئے گی اور اسی دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے
 رفقاء کرام سے میدان کربلا میں عین دن کے جو کہو کہہ جائے وہ کربلا کی اسلامی وفاء و تحفظ کے

شب عاشورہ

لیے جام شہادت نوش فرما کر حق کے چہرہ کو مسلمانہ فرما دے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۴۶) ۱۰۳۰۰
 ۱۰۳۰۰

حضرت مولانا علی مشکینہ کثرت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عاشورہ کی شب (۱) محرم کارن گزار کر گزرا کر فتنہ رانی رات کو
 عیادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اس کو زندہ رکھے گا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۳۴)
 حضرت سیدنا غوث اعظم و شہید الحنفی راضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو
 شخص شب عاشورہ میں رات بھر عیادت میں مشغول رہے اور صبح کو زندہ رکھے تو اس کو
 اس طرح موت آنے گی کہ اس کو میرے کاربواس بھی نہ آوے گا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۳۴)
 اسی لیے علما کرام نے اس برکت والی رات میں بہت سی نمازیں بیان فرمائی ہیں، ان
 میں سے چند قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

(۱) دو رکعت نماز نفل اس رات میں روئے قبر کے لیے چوبیس اس کی ترکیب یہ
 ہے کہ دونوں رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص اقل مائیدہ احمد، تین تین
 بار پڑھے۔ حق تعالیٰ قیامت تک اس نماز پڑھنے والے کی قبر روشن فرمادے گا۔

(۲) چار رکعت نماز نفل ایک سلام سے پڑھیں، چار بار رکعتوں میں الحمد کے بعد
 سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے کے پچھلے پچاس سال
 کے گناہ اور آئندہ پچاس سال کے گناہ بخش دے گا۔ (۱۰۳۰۰)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شب عاشورہ میں چار
 رکعت نفل اس ترتیب سے پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیت انگریز ایک بار
 اور سورہ اخلاص تین بار پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورہ اخلاص سو بار
 پڑھیں تو اس کی برکت سے گناہوں سے پاک ہو جائیں گے اور جنت میں رہنے کا حق
 نصیب حاصل ہوں گی۔ راحت الطوبہ میں آیت انگریز تین بار اور سورہ اخلاص دس
 بار کھا جائے اور نماز سے فارغ ہو کر سورہ اخلاص سو بار پڑھیں۔ (۱۰۳۰۰)

(۳) چار رکعت ایک سلام سے پڑھیں۔ چاروں میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پانچ بار پڑھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔

عاشورہ کا روزہ

نویں اور دسویں محرم دونوں دن کا روزہ رکھنا چاہیے۔ اس کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ لشریف لاسے نہ پور پوریں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کو کہنے لگا۔ آپ نے لانا سے فرمایا یہ کیا دن ہے کہ میں میں تم لوگ روزہ رکھنے ہو؟ انہوں نے کہا یہ وہ عظمت والا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم سے نجات دی کہ اس کو اس کی قوم کے ساتھ ڈیوڑیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسی کے شکر میں روزہ رکھا۔ اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے میں وہ تمہاری یہ نسبت ہم زیادہ مقدار ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور ساری امت کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ (محرم) کے دسویں دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۱) حضرت ابو قتہہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کا کربلا متاوا ہے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۱)

مسند امام احمد اور بڑا نہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوم عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس میں یور کی مخالفت کرو۔ یعنی نویں اور دسویں محرم دونوں دن روزہ رکھو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۳) اشعۃ الطلعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲ پر ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاشورہ محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو

دن ہے جس کی تہلیلہ یوم در نہاری کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اگلے سال کربلا میں زندہ ہوا تو میں ضرور نویں محرم کا روزہ رکھوں گا۔

طلبہ دارالکتاب حضرت بابا قریب اللہ بن حجاج شکر و رحمتہ اللہ علیہ نے عاشورہ کے روزہ کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ عاشورہ کے دن جنگل کی پرندیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی درستی کے سبب اپنے بچوں کو روزہ ہمیں پلائی تھیں۔ قومیں کے حال پر افسوس و غم ہے کہ روزہ نہیں رکھتے۔ (راحت و طلب ص ۱۲۲)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چار عمل ایسے ہیں جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی نہیں پھوڑا۔ اول عاشورہ کا روزہ دوم عشرہ ذی الحجہ کا روزہ سوم ہر ماہ کا نین روزہ (ایام بیض کا روزہ) اور چہارم فجر سے پہلے روزہ رکھنا۔ (تذکرہ - جامعہ بائیں ص ۱۱۸)

عاشورہ اور سال نو کی فصل نمازیں

(۱) سرکارِ قطب اللہ بن مختار کا کہی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور فریب نوا علیہ السلام و الرضوان کے اراد میں میں نے لکھا ہے کہ جو کوئی محرم الحرام کی چاند رات میں روزہ رکھتا ہے وہ دونوں رکعتوں میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اس نماز پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں در بدر محل عطا فرمائے گا۔ ہر محل میں ہزارہ روزہ باؤفٹ کے ہوں گے۔ ہر روزہ دسویں پر ایک خنت زہرہ کا ہو گا اور اسی پر جو رختی ہوگی اور چھ ہزار تالیف اس نمازی کی وہ دیکھیں گی اور چھ ہزار تکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔

(۲) محرم کی پہلی مارچ کو روزہ رکھنے نکل پڑے۔ یعنی دن میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص نین بار پڑھے۔ بعد سلام کے ہاتھ اٹھا کر اس دعا کو پڑھے۔ اللھم انت الملمہ القدرہ الابد القدیم ہلہ سند جدیدہ استلکذ فیہ العصمہ من الشیطان الرجیم والامان من السلطان المجاسر ومن

شركاء ذی شرمین السلاویہ والافلامت ومنسلک العزیز والعلیل علی ہدہ
الغیس الامارہ بالسوء والافتعال سبالہ یفریسی السکک باہویا روف
یادوسیم بادرفللال والاکرام ہر حمتکے باروسمہ الراحمین صاحب ہوا پر
نہی فرماتے ہیں جو شخص اس نماز اور دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور دو فرشتے
موسل کرے گا تاکہ وہ دو کریں اس کے کاروبار میں اور شیطان نہیں کہتا ہے کہ موسیٰ
میں نامہ ہو اس شخص سے تمام سال تک۔ (ارادت القلوب ص ۲۳۳ جزا پر بھی)

(۳) چھ رکعت دو رکعت کر سکے پڑھیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیت
انگریز ایک بار اور سورہ اخلاص پندرہ بار پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے کو بے
حد ثواب عطا فرمائے گا۔

عاشورہ دن کی نفل نمازیں

(۱) عاشورہ کے دن چار رکعت نماز نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ
فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس نماز پڑھنے والے کے
پچاس برس گزشتہ کے اور پچاس برس آئندہ کے مہمانوں کو فرمائے گا اور جنت میں اس
کے لیے ہمارے بڑے محل تعمیر کرے گا۔ (فتیہ الطالبین ص ۴۷)

(۲) چار رکعتیں دو سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ہذا
زکریٰ اور قل سورہ قل یا اعدا الکافرون اور سورہ اخلاص ایک ایک بار پڑھے۔ نماز
سے فارغ ہونے کے بعد ستر مرتبہ دوود شریف پڑھے۔ یہ دعا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (فتیہ الطالبین ص ۴۷)

(۳) عاشورہ کے دن چھ رکعت دو رکعت کر کے پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورہ
فاتحہ کے بعد سورہ الفیس، انازلانا، انازلنا الارض، قل یا اعدا قل اعدوا، ب
انفل اور قل اعدوا رب۔ پس ایک ایک بار پڑھیں اس طرح چھ رکعت پوری کریں۔
نماز سے فارغ ہونے کے بعد حمد سے میں سر رکھ کر قل یا اعدا الکافرون ایک بار پڑھ کر
اچھی حاجت طلب کریں۔ ارادت القلوب

(۴) عاشورہ محرم کو سورج پلند ہونے کے بعد (تقریباً صبح) دو رکعت نماز نفل
ادا فرمائیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد جو بھی سورہ یاد ہو پڑھیں۔ بے حد وسیع انعام
ثواب پائیں گے۔ ارادت القلوب

(۵) عاشورہ کو غسل کر کے دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں
الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس بار پڑھیں اور سلام کے بعد ایک مرتبہ آیت انگریز اور
نور سترہ درود ابراہیمی پڑھیں۔ محرم میں خیر برکت اور زندگی میں فلاح و نعت حاصل
ہوگی۔

(۶) حکم محرم تادم محرم روزانہ چار رکعت پڑھیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد
سورہ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھیں۔ نماز پوری کرنے کے بعد اس کا ثواب حضرت حسین
کریمین رضی اللہ عنہما کے ارواح مبارکہ کے حضور پیش کریں۔ صاحبزادگان سید
الکونین اس نماز پڑھنے والے کی قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ حضرت شبلی دوانی
دہشتے کے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں روزانہ اس نماز کو پڑھ کر حضرات حسینین
بچپن کو بخلا کر آٹھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین شہید
کھڑے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ تو میں نے عرض کیا حضور! مجھ سے کیا خطا سرزد
ہوئی۔ فرمایا خطا نہیں، یہی آنکھیں نہارے انسان سے شرمندہ ہیں۔ جب تک ہم
قیامت کے دن اس کا بدلہ نہ دے دوں گے اس وقت تک یہی آنکھ ہانے کے قابل
نہیں ہے۔ (ایمان کا کرم ص ۱۱۱ جزا پر بھی)

(۷) عاشورہ کے روز ستر مرتبہ حسبی اللہ ونعم الوکیل پڑھے۔ اللہ تعالیٰ
اس کو بخش دے گا اور اس کا نام زمرہ مطہرین والوہاب و کبار میں تحریر فرمائے گا۔

سچھڑا اور سبیل امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے تو ان کے لیے کون سا صدقہ افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الصلۃ لحقہم بصرًا وقال ہذہ لام سعد پانی تو حضرت سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے۔ (یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کے لیے ہے)۔ (الحدیث الجامعہ ج ۳ ص ۳۲)

اس حدیث پاک میں یہ الفاظ ہذہ لام سعد کی ماں کے لیے ہے، یعنی یہ سعد کی ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے وہ صدقہ ہے۔ اس سے واضح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ وغیرہ کی جائے اور اس صدقہ و خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر اس کا کام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل یا سچھڑا حضرت امام حسین و شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم کے لیے ہے تو ہرگز ہرگز اس سبیل کا پانی بارود ہے اور سچھڑا حرام نہ ہوگا۔ ورنہ پھر یہ بھی ممکن نہ ہو کہ اس کنویر کا پانی بھی حرام تھا جس کی نسبت غیر اللہ یعنی سعد کی ماں کی طرف تھی حالانکہ اس کنویر کا پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر صحابہ کرام و اہل مدینہ منہ سے بنا ہے اگر صرف نسبت کر دینے سے کوئی چیز حرام ہو جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اس کنویر کا پانی پیئے؟ اس سے بالکل ظاہر ہو گیا کہ جس طرح کنویر کا پانی غیر اللہ کی طرف نسبت کر دینے سے حرام نہیں ہوتا اسی طرح حضرت امام حسین کی نیاز شربت یا سچھڑا ان کی طرف نسبت کر دینے سے حرام نہیں ہوتا ہے۔ سچھڑے کے حلق تو ایک روایت

میں آتا ہے کہ خاص محرم کے دن سچھڑا پکنا حضرت نوح علیہ السلام کی ملت ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان سے نجات پا کر جو بی پہاڑ پر ٹھہری تو وہ دن عاشورہ محرم تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کے تمام اٹالوں کو باہر نکالا تو خول (بڑی مٹری) گیدوں، بوسورا، چھ پاول، پیاز، سات قسم کے غلے موجود تھے۔ آپ نے ان ساقوں کو ایک ہڈی میں ملا کر پکایا۔ چنانچہ علامہ شامی ابن عبد بنی نے فرمایا کہ مصر میں جو کھانا عاشورہ کے دن پہنچا محبوب (سچھڑا) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی اصل و دلیل یہی حضرت نوح علیہ السلام کا قتل ہے اور حضرت خواجه نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ راحت المسکین میں فرماتے ہیں کہ جو شخص عاشورہ کے دن ملت قسم کے دانے پکائے تو چروانے کے بدلے اس کے نام اعمال میں نیکی لکھی جائے گی اور اسی مقدار سے گناہ محو کیے جائیں گے۔ (تلمیذ روح البیان ص ۳۳) آیت اللہ علیہ السلام نے فرمایا: من وسمع علی عبد اللہ فی الثقفہ یوم عاشور و وسمع اللہ علیہ تسالی سنۃ ثانی جو شخص عاشورہ کے دن اپنے ہاں چپوں کے کھانے پینے میں خوب زیادہ فراخی و کشادگی کرے گا یعنی زیادہ کھانا پیار کرے گا خوب بیت بھر کر کھائے گا، اللہ تعالیٰ مہل بھرتک اس کے رزق میں وسعت اور خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

(ماہیت ہست ص ۹۹) الحدیث الجامعہ ج ۳ ص ۳۵ (مکاشفۃ القلوب ص ۱۵۸) مظاہر حق ج ۲ ص ۱۳۲ حضرت شہدائے کربلا حضرت ولایت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو کھانا حضرت امام حسین و امام حسن رضی اللہ عنہما کی نیاز کے لیے پکایا جائے اور اس پر فاقہ، قیل شریف اور درو شریف پڑھا جائے تو وہ حرم ہو جائے اور اس کا کھانا بہت ہی اچھا ہے۔ (ذوالحجۃ حزیں ص ۱۸۸)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص طہارہ اور کبیر کسی بزرگ کے فاقہ کے لیے ایصالِ ثواب کی نیت سے پکا کر کھائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ حاتم بن (ذوالحجۃ حزیں ص ۱۹۰) پھر چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اگر فاقہ کسی بزرگ کے نام کی ہو تو بار بار دہرا کہ بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔ (ذوالحجۃ حزیں ص ۱۹۸)

شہر ہے اور روایت صحیحہ میں جو کچھ تفصیل بعض حالات کی ہے اور ان حضرات کے قاتلوں کی بد عوائق کا بیان ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے اور اس ضمن میں بعض مرثیے جو جنہ پر کی سے حضرت ام سلمہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنے ہیں وہ بھی ذکر کیے جاتے ہیں اور وہ خواہ و خشت ناک ذکر کیے جاتے ہیں جو حضرت عباس و دیگر صحابہ نے دیکھے تھے کہ اس سب سے معلوم ہو آئے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے نہایت رنج و الم ہوا۔ پھر ختم قرآن کیا جاتا ہے اور بیچ آیت پڑھ کر کھانے کی دعوت چلی۔ مسعود ہوتی ہے اس پر فائدہ کیا جاتا ہے اور اس اجلاس اگر کوئی شخص خوش الحان سلام پڑھتا ہے یا مرثیہ شروع پڑھنے کا اعلان ہوتا ہے تو کفر حاضرین مجلس اور اس فقیر کو بھی حالت رقت و گریہ و بلا واقع ہوتی ہے۔ اس قدر عمل میں آتا ہے تو اگر یہ سب فقیر کے نزدیک اس طریقہ سے جس کا ذکر کیا گیا ہے چاند نہ ہو تا تو ہرگز فقیر ان چیزوں سے اقدام نہ کرتا۔ (الفتاویٰ مزیدی ص ۲۳۵)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ و ارشواں فرماتے ہیں وہ مجلس ذکر شریف سیدنا امام حسین و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل و مناقب و مدارج بیان کیے جائیں اور ماتم و تجدید غم و غم و امور عقائد شرع سے یکساں ہوئی نصرت حسن و محمود ہے۔ خواہ اس میں تشریحیں یا نظم اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک سمدس ہونے کے جس میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے عرف حال میں ہام مرثیہ ہو کہ اب وہ مرثیہ میں جس کی نسبت ہے نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصراعی والہ

مسبحانہ تعالیٰ۔ (اعلیٰ نقایہ تریبہ الہندیہ بان الشاہ ص ۱۶)

اسی رسالے میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ذکر شہادت شریف جبکہ روایات موضوع و کلمات مؤید و نہایت مشہور سے خالی ہو میں سعادت ہے۔ عند ذکر الصلیحین تنویل الطرحہ (الروایۃ) یعنی صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ (ص ۹)

اس کے برخلاف دو ہندی جماعت کے گرو جھٹیل مولانا رشید احمد سنگوی لکھتے

ہیں کہ محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ ہدایات صحیحہ ہو تب بھی ناہرست اور شبہ و افش کی وجہ سے حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۰ ص ۱۱۳)

قاری کرام! محاسن محرم کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کا موقف اور دو ہندی جماعت کا فتویٰ آپ کی نظر کے سامنے ہے۔ اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ محرم ہمارے حسین کون ہے اور کون وہ حسن امام حسین؟

نوٹ: آج کل جو مرثیے پڑھے جاتے ہیں ان میں اکثر روایتیں غلط طور سے لکھی ہوئی ہیں اس لیے ان کا پڑھنا جائز نہیں ہے ہاں اگر روایات صحیحہ ہوں تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ چچوڑے مستند و معتبر روایات کی روشنی میں واقعات کرنا بیان کیا اس کو اگر محاسن محرم میں پڑھا جائے تو شاہد اللہ حضرت امام حسین کی روح خوش ہوگی۔

لے اور ان کے غرض و پرکات حاصل ہوں گے۔

تقریب داری اور خرافات محرم

حضرت شہداء عبدالعزیز، محدث دہلوی، طب الرحمۃ والبرکات، تقریب داری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مشرک محرم میں تقریب داری اور قبروں کی صورت وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے۔ (الفتاویٰ مزینی ص ۱۸۴)

اسی فتاویٰ مزینی کے ص ۱۸۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ تقریب داری جیسا کہ بد مذہب کرتے ہیں، بدعت ہے اور ایسے ہی نبوت، قبروں کی صورت اور علم وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ بدعت بدعت ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تقریب جو کہ پہلی جا آئے وزارت کے قابل نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ اسے نیست و نابود کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ من دای منکم مشکراً فلیسیرہ سیدہ فان لم یستطع فلیسنا سہ فان لم یستطع فلیسنا سہ وذلک لضعف الایمان ورواہ مسلم۔ (تم میں سے جو کوئی بدعت خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے قطع کرے ورنہ اگر ہاتھ سے قطع نہ کرے تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے بوجھ جائے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ ص ۱۸۴)

تقریب داری میں کسی طرح کی ایذا کو نہ چاہیے بلکہ نہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بھی جائز نہیں ہے اس لیے کہ کھانا پر حد ہے اور کھانا پر حد چاہتا ہے۔ (الفتاویٰ مزینی ص ۱۸۶)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد خان، فاضل بریلوی، علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔ تقریب کی اصل اس قدر خفی کہ دوسرے پر کور حضور شہداء ونگھوں

قبائلی شہداء ظلم و جبر ملوث است اللہ تعالیٰ و سلام علی حدیث و علیہ کی صحیح نقل کیا کہ یہ جہت تحرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ آتا کہ قصور مکان وغیرہ پر غیر چانداری کی ہڈی نہ رکھنا سبب جائز اور ایسی چیزیں

مطمئن دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں۔ ان کی مثال یہ میت تحرک پس رکھنا قطعاً جائز جیسے صد سال سے بیت طہرت وند دین و علمائے معتدین، علیہم السلام، حضرت سید الکواکب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ بنائے دوران کے خزانہ جلیب و منافع بڑیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے ایشیہ بوعلام امام غمیلی کی فتح اشغال و غلبہ کا ملاحظہ کرتے مگر جہاں ہے

خبر دے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صد خرافات تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے المان الامان کی صدا نکلیں انہیں۔ اول تو اس تقریب میں دوسرے مبارک کی فعل طوطا نہ رہی۔ ہر جگہ میں تراش ہی گزرت ہے جسے اس فعل سے کچھ علاقہ نہ نسبت۔ پھر

کسی میں پڑیاں کسی میں بلاق، کسی میں اور بے حدود غمطرات۔ پھر کچھ بہ کچھ دوست بہ ست اشاعت غم کے لیے ان کا پشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور مچائی۔ کوئی ان قصوروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف کوئی

سجدہ میں گرا ہے کوئی ان مایہ بداعت کو معاذ اللہ جلد گاہ حضرت امام علی حدیث و علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ایرک چنی سے مراد میں بالکشتیں بناتا ہے، عبادت روا چنتا ہے پھر بانی نمائے، ہاے گمشدہ، مردوں نوروز کا راقص کو میل کو طرح طرح کے بے ہودہ

کھیل ان سب پہ طرہ ہوا۔ غرض عشرہ محرم الحرام کے اہل شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نیت باہر کت و کل عبادت ٹھہرا ہوا تھا۔ ان بے ہودہ رسوم نے جاننا نہ

فانتہ میلوں کرانہ کر دیا پھر دیاں ابتداء کا رجوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا۔ دیا و ظاہر غائب ہو آئے پھر وہ بھی نہیں کہ سیدھی طرح محتابوں کو دین بلکہ

چھوٹوں پر چھوٹ کر ایسا بیخ کنی گئے، روٹیاں زمین پر گر گئی ہیں۔ رونق الہی کی سبب لونی ہوئی ہے، پیسے دیتے ہیں مگر غائب ہوتے ہیں، مال کی اعصابت ہوئی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فاق صاحب لنگر نہ رہے ہیں۔ اب ہمارے مشرک کے پھول کھیلے، تاشے ہاے بیچے بچے طرح طرح کے کھیلوں کی وجہ، بازار کی عورتوں کا ہر طریقہ اجرام شوائی ملیوں کی

پوری رسوم جشن۔ یہ سبکہ ہوا اس کے ساتھ خیال رہے کہ گویا یہ سائنہ تصویر میں پہنچا حضرت شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں۔ کچھ کوچ اتار دیا جاتی تو جنازہ کر دینے کر دیکھتے۔ یہ ہر سال اشاعت مال کے جرم رہاں جدا گانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ حدیث حضرت شہداء کربا علیہم الرضوان والی کا ہمارے بھائیوں کو نیکی کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آئینہ اب کہ تعزیر داری اسی طریقہ نامرضہ کا نام ہے قطعاً حدت حرام ہے۔ پس اگر اہل اسلام چارہ طور پر حضرت شہداء کربا علیہم الرضوان کی اوداع علیہم کو ایصالِ ثواب کی سعادت پر انحصار کرنے تو کس قدر خوب محبوب آتا اور اگر نظر شوق و محبت میں نقلِ درخشہ انور کی بھی حاجت نہی تو اس قدر چاہتا ہے حاجت کرے کہ صحیح نقلِ بکریں تیرک در زیارت اپنے مکانات میں دیکھتے اور اشاعتِ غم تشریف آلم و لود خوانی رہا نام کی اور دیگر امور شہیدہ بدعات قطعہ سے بچتے اس قدر میں کوئی حرج نہ تھا کہ اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیر داری کی حسرت کا حذف اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لیے اطلاع بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے انھو مواضع السهم اور رادہ ہوا من کان یومن باللہ والیوم الآخر یتلافی من موائف السهم۔ مثلاً درخشہ اقدس حضور سید الشہداء کی ایسی تصویر ہیں جیسی نہ بنائے بلکہ صرف کلمہ کے صحیح نقش پر قاعدت کرب اور استہ بعد حرکت ہے آمیزش نہایت اسے پاس رکھے جس طرح حرمین محرمین سے کعبہ معظمہ اور درخشہ عید کے نقش آتے ہیں۔ با و لا کل الخیرات شریف میں تورا پر نور کے نقشے لکھے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی اللہ تعالیٰ ربناک العلم والحدیث

فی تعزیر النہد بیان (شہداء ص ۲۴)

تعزیر بہ نہ کھانا یا مٹائی چڑھا لی جاتی ہے اس کو نہیں کھانا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امام کے نام کی یاد کو کھانی چاہیے اور تعزیر کا چڑھا ہوا کھانا چاہیے پھر دو طریقہ تحریر فرماتے ہیں تعزیر بہ چڑھانے سے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی بناز نہیں ہو جاتی اور اگر بناز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر بناز لائیں تو اس کے کھانے سے احتراز کرنا چاہیے۔ (در سالہ تعزیر داری ص ۱۸)

محرم الحرام کی خرافات

اسلامی بنیاسل محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اور زری الحجۃ المحرم پر ختم ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں اس بڑے مبارک میں بہت سی خرافات اور بدعات رائج ہیں۔ ہم قدرے تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

محرم الحرام کا سبب شروع ہوا کہ بعض مسلمان بیگانوں چاروں روپے خرچ کر کے اقلیٰ درخشہ حسن و حسین بناتے ہیں اور اس کو حضرت امام حسین کے درخشہ مندرہ بی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کا نام تعزیر دیکھتے ہیں اور اس میں درخشہ می تحریر بھی بناتے ہیں ایک ہر سبز ظاف اور درو سری پر سرخ ظاف ڈالتے ہیں۔ سبز ظاف دالی کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر اور سرخ ظاف دالی کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر بتاتے ہیں اور وہاں شہادت یا ملیدہ فیروزہ یا فائزہ دیتے ہیں۔ غلامی چڑھاتے ہیں اس سے نہیں بگڑتے ہیں، مریشے پڑھتے جاتے ہیں، لود اور نام بھی کرتے ہیں اور سید کوئی ہوتی ہے۔ اسنے لود درو سے سید کو کہتے ہیں کہ ایک دروحمی جاتی ہے۔ نہجوں اور چہرہوں سے نام کرتے ہیں، پھر دروہیں محرم کو علم اور شہداء اور تعزیر کا جلوس نکالتے ہیں۔ اس کے آگے واصل نمائے بجاتے، گورے بڑھتے ہوئے مصنوعی کربلا کی طرف جاتے ہیں اور وہاں اس کو لے جا کر دفن کر دیتے ہیں، کہیں کہیں ہم نے خود دیکھا ہے۔ خاص طور سے ضلع سورت میں۔ (خاص جنت کے لیے ان خرافات کو دیکھا کہ لوگ تعزیر کے اوپر چڑھتے ہیں اور جو عوریں بے پردہ گھوڑوں سے لکل کران تعزیروں کو دیکھنے سڑکوں پر نکلتی ہیں، ان کو چھینچھوٹ کر تے ہیں پھر اس کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر لٹھا کرتے ہیں۔ کہیں پر اس کو دفن کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد تعزیر یا امام حسین کا بیچ، رسواں، سبواں اور چالیسواں کرتے ہیں کہ امام حسین (ع) انتقال کر گئے۔ حالانکہ آپ شہید ہیں اور شہید کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے 'وہ ذرہ ہیں' صرت

نہیں ہیں۔

نہیں سواریاں بٹھائی جاتی ہیں اور کمرہ کے لئے ہوئے قافلہ کی یادگار کی جاتی ہے اور ان سے نہیں مانگتے اور چہ عداوت چہ محبت ہیں، کہیں پاک بٹھائے جاتے ہیں اور صرف لنگوٹ پہن کر کودتے، اچھلتے ہیں اور شیطانی حرکت کرتے ہوئے گزرتے ہیں جس سے سحر عورت کا پھل خیل نہیں کرتے۔ حدیث پاک میں ہے کہ لعن اللہ العاصی والمعتصم والبیہق اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایسا منظر کرنے اور دیکھنے والے پر۔ یہ سب خرافات و فاجعات ہیں۔ مسلمانوں کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ بعض اہلسنت و جماعت بھی عشو حرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں اور حرم میں شادی بیاہ کو ناجائز جانتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کہیں سواریاں نکالی جاتی ہیں اور ناچے کودتے سونگیاں کا گشت کرتے ہیں۔ ایسے اکثر لوگ بے فرائی اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔ لوگ ان سے سوالات کرتے ہیں اور بعض عقل ملت و جماعت کہتے ہیں کہ ہم جو بھی سوال ان سے کرتے ہیں وہ صحیح جواب دیتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ اس کے (سواری کے) آنگ میں حضرت امام حسین (علیہ السلام) تشریف لے آئے ہیں، وہی اس کا جواب دیتے ہیں۔ معاذ اللہ صد مہاؤ اللہ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے خرافات اور ٹکڑے عقائد سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین بھلا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عاشورہ کے دن ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

عاشورہ کے دن دس چیزیں کو عطائے کرام سے مستحب لکھا ہے۔ بعض علماء نے اسے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض نے اسے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض نے اسے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔ ہر حال میں یہ سب اچھے کام ہیں ان کو کرنا چاہیے۔

(۱) روزہ رکھنا

(۲) صدقہ کرنا

(۳) نوافل پڑھنا

(۴) ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا

(۵) علاء اور اولیاء کی زیارت کرنا

(۶) تینوں کے سر پہ تھام رکھنا

(۷) اپنے گھر والوں پر کھانے میں وسعت و فراخی کرنا

(۸) سر نہ لگانا

(۹) غسل کرنا

(۱۰) ناخن تراش دینا مریضوں کی پیار پر سی کرنا اور امام عالی مقام و دیگر کے نام کی فاتحہ

کرنی

غسل

حرم کی دس تاریخ کو غسل ضرور کریں کیونکہ اس روز مومن کا پانی تمام پانیوں میں بہتر ہے۔ معصوم تفسیر نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ عاشورہ کے دن غسل کرنے والا سال بھر بیماروں سے محفوظ رہے گا۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان ص ۱۳)

سر نہ لگانا

حرم کی دس تاریخ کو جو شخص سر نہ لگائے تو ان شاء اللہ سال بھر اس کی آنکھ نہیں دھکے گی۔ (در مختار کتاب الصومہ ص ۱۲۳)

اللہ تعالیٰ کی یادگار میں دست بدعا ہوں کہ مولائے کرم اپنے صہب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بچی محبت عطا فرمائے اور جس مقصد کے لیے آپ نے اپنی جان قربان فرمائی اس کو کھینچ کر توفیق عطا فرمائے اور محرم الحرام راہلہ خرافات و بدعات سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واهل بیتہ اجمعین رحمۃ اللہ علیہم



مقام امام حسین اور واقعات کربلا

خوارج کے نکتہ نظر میں

خاضعین اسلام کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ دو مسلمانوں کے دلوں سے بغیر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل بیت اطہار امامت المؤمنین سمیت کرام اور اولیائے عظام کی محبت و عقیدت کو نکال کر ان کے دلوں کو وہاں کر سکے ان پر دشمنان اسلام کو جاری کر دیں۔ گھنکر وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہی مذکورہ بالا حضرات کی محبت و عقیدت ان کے ایمان کی مدد ہے۔ جب بچھا کر دو ہو جائے گی تو ان کو قہم کرنا بالکل آسان ہو جائے گا۔ اسی لئے دشمنان دین و ملت سب سے پہلے اپنی عقیدہ کا نشانہ ان ہی دوست علیہ کو بنایا۔ اس سلسلے میں بعض نام نہاد مسلم حقیقتین نے بھی اپنی سیدہ جا حقیقت کے پردے میں دشمنان اسلام کا ہاتھ مضبوط کیا اور ان کے ناپاک اور خطرناک مشن کو آگے بڑھانے میں ایک اہم دول ادا کیا۔ اسی قسم کی ایک بے جا تحقیق سر زمین اودھ آباد (مہاراشٹر) کے ایک تلمیذ خاندی ٹھوڈو دھوڈنگ آبادی ہندوستان میں اور محمود عباسی نامی شخص نے پاکستان میں پیش کی ہے۔ جس میں ان خاندیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور بڑبڑ کو برحق ظالم و مسکین ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ان لوگوں کی تحقیق سے مضطرب دلوں میں جو سوالات اٹھے ہیں ہم ایک ایک کر کے اسے ذکر کر رہے ہیں اور اللہ و اللہ دانستہ و دلہ ہر ایک سوال کا مثبت و مسکت جواب دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سوالات

- نمبر ۱: کیا ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں خیانت سے کام لیا ہے؟
 نمبر ۲: کیا بڑبڑ کی حکومت و خلافت قوانین شرعیہ کے عین مطابق تھی اور کیا اس پر تمام صحابہ اور مجاہد مسلمین کا اتفاق تھا؟

- نمبر ۳: کیا بڑبڑ کو امیر المؤمنین کہہ سکتے ہیں اور کیا اسکے نام کے آگے وحید اللہ علیہ لکھنا لادروے شرع جانک ہے؟
 نمبر ۴: کیا حسین قافلے پر نہ غرم سے ورنہ فرات کا پانی بند کیا جانا جھوٹ اور افتراء پر مبنی ہے؟
 نمبر ۵: کیا امام عالی مقام، محرم کو کربلائے معلی پہنچے؟
 نمبر ۶: کیا امام عالی مقام اور دیگر شہدائے کربلا کو شہید کرنے کے بعد ان کے سروں کو لاشوں سے جدا کرنا پھر انہیں تیزوں پر چڑھا کر ان کی تشہیر کرنا اور لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر ان کو روند ڈالنا نہ تمام باتیں بھی جھوٹ غلط اور بے بنیاد ہیں؟
 نمبر ۷: کیا کربلا میں پہلا حملہ حسین خیمہ سے کیا گیا تھا؟
 نمبر ۸: کیا بڑبڑ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا؟ اور کیا وہ اس کام سے راضی نہیں تھا؟
 نمبر ۹: کیا بڑبڑ قطیفیہ کے اول حملے میں شریک ہوا تھا اور کیا وہ یقینی ہے؟

جوابات

ہم ان اٹھائے گئے سوالات کا حقیقی جواب نہیں کر رہے ہیں بلکہ غور و تدبیر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں جتنے بے بنیاد پروگرام کے تحت خیانت و تردید کی انتہا کر دی ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کھل کتابیں ہی خیانت و تردید کا کذاب و افتراء اور وصل و فریب سے بھری ہوئی ہیں تو سب سے جاد ہوگا۔ اس سے پہلے کہ ہم ان خائن اہل قلم کی بددیانتی اور قبیح چوری کا پردہ فاش کر دیں اپنے ناوکین کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں مذکورہ بالا کتاب مرتبہ محمود احمد عباسی کی تمام زرات کتاب خلافت معاویہ پر یہ ظہورِ امیر کی کوئی اپنی قلمی کاوش یا علمی قابلیت کا محور نہیں ہے بلکہ ایسی غیر مستند اور دل آزاد کتاب کے مواد کو چوری کر کے ترتیب دی گئی ہے جسے حکومت پاکستان نے دشمنی امام حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اپنے ملک میں پابندی لادوان سرور کو انہی نژادوں پر لگے پاس روکنا۔

عائکہ کو دینی مجلس اور ہندو پاکستان کے ملانے حق نے اس کتاب کی سطر سطر کی دھجیاں اڑا دی تھیں۔ اور اس سرزمین پاکستان میں خلاف قانون قرار دے دیا گیا تھا۔ اور حرام الناس کے سامنے اپنی علمی قابلیت کو ثابت کرنے کیلئے مرتب کتاب کے بھائی غدا اورنگ آبادی نے اپنے بھائی کی کتاب کو اس کی اپنی علمی کاوش اور امانت علیہ کے روپ میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”موصوف نے محرم اور اس کی تفصیلات اس ماہ میں جوئے والے واقعات حادثات اور دھماکے کا ذکر کرنے میں قرآن وحدیث سے دلائل اندک کر کے ساتھ کتب سیرت و تاریخ کے اسرار و صفات کا بھی حوالہ دیا ہے جس سے موصوف کی دہشت نظری اور اہانت علیہ کا ثبوت ملتا ہے۔“

(ذمہ داری کی حقیقت تلاش کریں!)

یعنی چودی تو چودی اور یہ سید زوری۔ اہل علم یا جن کے پاس ”خلافت معادینہ“ نامی کتاب ہوگی وہ مذکورہ بالا عبارت کو دیکھ کر یقینی طور پر کہہ نہیں گے کہ ویسے کس طرح حرام کو دھوکہ اور فریب دیا جا رہا ہے۔ اور حقائق کو چھپا کر اپنی علمی قابلیت کا ڈھنڈو بچا جا رہا ہے۔ اب ہم تشہید و اہم کی بددیانتی اور سرگرمی کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں۔ خادجیوں اور مصلحین کی تحریروں خصوصاً تشہید و اہم کی کتاب میں جو بات سب سے زیادہ دل خراش اور دشمنی امام حسین کا کھلا ہوا نمونہ ہے وہ یہ ہے کہ مرتب کتاب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعے عیا کو سرے سے مٹھتی سی مٹاتے اور اپنے لادالے پڑنے کی پوزیشن کو نافذ کر دے۔ ہونے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ چنانچہ انتہائی شرمناک عبارت کرتے ہوئے شہداء و صل حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقائق لکھتا ہے کہ ”حسین ابن علی رضی اللہ عنہ ما صرف کوئل ہوئے۔ اس وقت ان کا سن بچپن سال تھا۔“

(ذمہ داری کی حقیقت تلاش کریں! یا بحوالہ طبری)

مذکورہ بالا عبارت ”عاریط طبری“ کی ایک انتہائی عبارت ہے جسے اس طرح پیش کر کے امت مسلمہ کو ایک بہت بڑا فریب دے کر امام عالی مقام کی شہادت کو سرے سے ختم کرنے کی ایک سوچ سمجھے پلان کے تحت کوشش کی جا رہی ہے۔ اب

آئیے ہم آپ کے سامنے اصل عبارت جس کا حوالہ فقہور احمد مذکور نے اپنی کتاب میں دیا ہے اسی تاریخ طبری سے ہم صحیح حوالہ نقل کر دے ہیں۔

”آپ عراق میں آئے اور روز عاشورہ ۱۰۶ھ یثرب میں قتل کئے گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ صفر ۱۰۶ھ میں قتل کئے گئے اور اس آپ کا بچپن برسی کا تھا۔ ثابت یہی ہوتا ہے کہ عمر کی دسویں کو قتل ہوئے“ (تاریخ طبری ص ۴۲۰)

محرم تا یحییٰ انقلاب لگا نہیں کہ مرتب کتاب نے اصل حقیقت کے بیان میں کس قدر خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے کہ طبری کی اصل اور صحیح ثابت ہوئی روایت کو چڑپ کر دیا اور اپنے مطلب کیلئے احمقانہ تحریروں عبارت پیش کر کے امت مسلمہ کو دھوکہ دینے اور اتحاد بین المسلمین کا پارہ پارہ کرنے کی ایک شرمناک عبارت کی ہے۔ کیا ہے کوئی مردھما جو ایسے خائن کو اس کے کثوت کی سزا دے؟

فقہور احمد کی تیسری سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی نیاز اور تکلی کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

”محرم میں جو بھی چیز پرانی یا نئی چائی جیسا ضرورت نذر نیاز کے طبعے مطابقت اور بچھڑا وغیرہ یہ سب غیر اللہ کے نام کی چیزیں ہوتی ہیں جن کا کھانا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے اور وہ ہر چیز جو اللہ کے نام کے سوا دوسروں کے نام پر مشرک کی جائے حرام ہے۔“ (ذمہ داری ص ۱۸)

خائن تشہید و اہم خادجی نے جس آیت کریمہ کا ترجمہ پیش کیا ہے وہ ترجمہ صحیح نہیں ہے اور آیت کریمہ سے جو مطلب نکالا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ آئیے سب سے پہلے ہم اصل حقیقت آپ کے سامنے پیش کریں۔ سب سے پہلے آیت کریمہ کا صحیح ترجمہ اور اس کے بعد چند مفسرین کرام کا اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر پیش کی جائیں گے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا وہ حرام ہے۔ (کنز الدیان) یہاں ان جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے جو وقت ذبح غیر خدا کا نام لے کر ذبح کئے گئے

ہوں۔ چنانچہ تفسیر "خزان الخزان" میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بچوں کے نام پر چال و دُش کرتے تھے۔ اور جس چال و دُش کو دُش کو صرف اللہ کے نام پر کیا گیا مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا وہ حرام نہیں ہے جسے کہ عہد اللہ کی گئے حقیقت کا کفر دینے کا چال و دُش یا چال و دُش سے اولیاء کی اور اہل کو دُش یا بچا منظور ہوا ان کو غیر وقت میں اولیاء کے ماحول کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر دُش ان کا فتنہ اللہ کے نام پر ہوا اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال و طیب ہے۔ اسی آیت کریمہ میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے جس پر دُش کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔ (تفسیر خزان الخزان ص ۳۹)

تفسیر سورۃ الفرقان میں اسی آیت کے تحت ہے۔ اور وہ چال و دُش حرام ہے تم پر جو آواز اٹھا نہیں یعنی نہیں اس کو دُش کرنے کے وقت نام سوائے خدا کے نہ لے کرے (۲۶)

تفسیر حسنی قادری میں اسی آیت کے تحت ہے اور حرام کی وہ چیز جس پر دُش کے وقت آواز بلند کریں بغیر اللہ واسطے غیر خدا کے بچوں کے نام پر۔ (۲۶)

تفسیر احمدیہ میں اسی آیت کے تحت ہے معناه ذبح بہ لاسم غیر اللہ علی لاسمہ وغیرہ والسماء الاتیاء۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر دُش کیا گیا ہو اور وہ ہے جرات دہنی کیلئے دُش کیا جانا تھا۔ (اس ۱۱ مطبع دہلی دبی پرنٹ)

ان تمام تفسیر سے معلوم ہوا کہ اسی آیت اوّل میں یا فاعقل سے مراد ہے دُش کے وقت غیر خدا کا نام نہ لے کر دُش کرنا اگر کوئی چال و دُش کی طرف منسوب کر دی جائے تو وہ حرام نہیں ہوتی۔ مگر احمدیہ کے آپ۔ آیت کریمہ میں چال و دُش کے متعلق بیان کیا گیا ہے اور آپ اس سے اولیاء کرام اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثال مراد لے کر حرام قرار دے دی ہیں۔ کیا یہ خیانت نہیں ہے؟ اور اگر جو معنی آپ نے نکالا ہے اور اگر وہی مراد لیا جائے تو کفر دینا کی کوئی چیز بھی باقی نہیں رہ جائے گی جو حرمت کے دائرے سے خارج نہ ہو جائے۔ اسلئے آپ ذرا غور و فکر فرمائیے اور اپنے عقیدے عقیدے سے تو پر کر لیجئے۔

علامہ احمد بن حنبل علیہ الرحمہ جو عرب و عجم کے علماء کے استاد ہیں اور تمام دین ہند کی بھی ان کو مانتے ہیں اپنی کتاب "تفسیرات احمدیہ" میں اسی آیت ما اهل بہ لغیر اللہ کے تحت فرماتے ہیں ومن هنا علم ان البقرة المملوكة للاحقین کما هو الموصوفی زماننا حلال طیب لانه لم يذكر اسم غیر اللہ علیہا وقت الذبح وان كانوا مملوکیہا (ص ۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کے اولیاء اللہ کیلئے بذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر دُش کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ اس گائے کی بڑو مانتے ہیں۔

لیجئے ظہور احمد اور دُش آوازی آپ کے شیر کے پانی حضرت اور تک ذیب حاکم علیہ الرحمہ کے استاد و گرامی نے اولیاء کرام کے چال و دُش کو چال و دُش فرما دیا۔ کیا اب اپنے کفر کی کوئی کوئی حلیہ نہیں کیا جائے گا؟

اس کے علاوہ ظہور احمد نے جو مکمل اور پچھلے کو ناجائز و حرام بتایا ہے اس کا مکمل جواب پانچویں کی اسی کتاب کے حصہ اول میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے وہاں مطالعہ کیا جائے۔

سوال نمبر ۱: کیا یہ کی حکومت و خلافت قوانین شرعہ کے متن مطابق تھی اور کیا اس پر تمام صحابہ اور پچھلے مسلمانین کا اتفاق تھا؟

جواب: ہرگز نہیں! بالکل غلط صیوٹ اور کھلا ہوا فریب اور تاریخی واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ اگر تاریخی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم اس کے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم صحابہ کرامؓ کا تائین عقلم کے اقوال اور تاریخی شواہد پیش کریں سب سے پہلے ظہور احمد اور دُش آوازی کی اس عبارت کو پیش کر رہے ہیں جس میں یہ کہہ لایا تھا اہل اسلام کا غلط (شواہد) پیش کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

بعض ظہور لکھتا ہے کہ "امیر یزید کا ولی عہد اس کے بعد ظلیفہ منتخب ہوا یہی ولی امت کی رضا مندی سے ہوا تھا۔۔۔ اور یہ سب سے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تحریک و تائید سے ہوا تھا۔"

تاریخ نگار کرام! ہمیں علم و ادب پر یہ اور دوسرے حادثہ ذکرہ والا حواث سے ہے
تاثر دینے کی ناپاک کوشش کر دے ہیں کہ یہ بڑے بڑے صحابہ کرام کی تحریک و
تائید سے خلیفہ منتخب ہوا تھا۔ حالانکہ تاریخی حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ آئیے
سب سے پہلے اس کے تحریک شروع کی گئی۔ تو تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد
یہ بات بالکل واضح اور صاف ہو جاتی ہے کہ تمام صحابہ کرام نہیں بلکہ صرف ایک شخص
حضرت صفیہ بن شہید ہی اس تحریک کے بانی تھے اور انہوں نے بھی صرف اپنی گورنری
بانی رکھنے کیلئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ یہ بڑے
دلی عہد بنایا جائے۔ صاحب تاریخ طبری و تاریخ افکار پر یہ دلی عہد کی حقیقت
بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہ بن شہید جو حضرت امیر معاویہ کی طرف
سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کو جب امیر معاویہ نے سفرونی کا فرمان لکھ کر بھیجا تو انہوں
نے اس کو سامنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور چند روز کے بعد خود حضرت امیر معاویہ
کے پاس پہنچے۔ حضرت امیر معاویہ نے وجہ سے حاضر ہونے کی وجہ دریافت فرمائی تو
صفیہ بن شہید نے کہا کہ میں ایک کام کی تکمیل میں مصروف تھا۔ جس کے باعث
تکمیل تک میں اتنی تاخیر ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ نے پوچھا۔ وہ اہم کام کون سا تھا۔
مشرکہ بن شہید نے جواب دیا کہ میں لوگوں سے یہ بڑے کیلئے غلاظت کی بیعت نے دیا
تھا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ نے دریافت فرمایا پھر تم نے اس کام کی تکمیل کر دی۔
مشرکہ نے کہا ہاں میں اس کام کو پورا کر چکا ہوں۔ اس پر حضرت امیر معاویہ نے صفیہ
کو کوفہ کی گورنری کیلئے بحال کر دیا۔ اور حکم دیا کہ یہ بڑے کی بیعت کیلئے حریہ کام کرے۔
اسکے بعد حضرت امیر معاویہ نے زیاد (کوثر مصر) سے یہ بڑے کی دلی عہد کیلئے مشورہ
طلب کیا تو زیاد نے اپنے معتمد خصوصی عبید بن کعب لہیری کو یہ بڑے کی دلی عہد کی
اپنی بے لوثی اور قدرت کا مستند ذیل بیٹام دے کر حضرت امیر معاویہ کے پاس
دوانہ کیا کہ "اسلام کا تعلق اور دوسرا دنی بیعت بڑی چیز ہے اور دشمن دیکھتا ہوں کہ یہ بڑے
کی طبیعت میں کمالی اور دیکھل الگا دنی بیعت ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ دکھا دکھا کر دیوہ
ہے۔ اس لئے آپ ابھی تاویل نہ کیجئے۔"

(تاریخ افکار ص ۲۰۱ تاریخ طبری ص ۱۳۳)
یہ بڑے کی دلی عہد کیلئے مشورہ دیا جاتا ہے کہ کچھ تو مسلم اور سرکاری مسلمانوں
نے صفیہ بن شہید کی جانب سے نذرانے لئے اور اس کے حکم سے یہ بڑے کی دلی عہد کی
کی تائید کرنے کیلئے حضرت امیر معاویہ کے پاس پہنچ گئے۔ یہ بعد میں جھوٹے تھے۔
اس لئے ان کی بات پر کچھ تو نہیں دئی گئی۔ اور اصرار کرتے تھے اس معاملہ کو اہلیان
مدینہ منورہ کے مشورے اور رائے پر چلنے کی تائید کی۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ
عنہ بذات خود مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور یہ بڑے کی دلی عہد کیلئے مدینہ والوں
بالخصوص صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا لیکن اس میں بھی ان کی کوئی خاطر خواہ کامیابی
نہیں ملی۔ انکی پوری تفصیل اسی کتاب کے حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ امام
ابن کثیر نے حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ علامہ ابن جوزی سے نقل
فرماتے ہیں کہ جب ۲۲ھ شروع ہوا تو یہ بڑے پانچے نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو جو
اس کا چچا زاد بھائی تھا مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ باشندگان مدینہ سے یہ بڑے کی بیعت
لے۔ عثمان نے اہل مدینہ کی ایک جماعت کو یہ بڑے کے پاس بھیجا۔ جب یہ جماعت
یہ بڑے کے پاس سے مدینہ منورہ کوئی تو اس نے یہ بڑے کی برائیاں بکلی عام بیان کرنا
شروع کر دیں۔ اور اس کی بے وقوفی، شراب نوشی اور منوعات کے ارتکاب اور کتوں
سے بھیلنے کا ذکر کیا۔ نیز دوسری اور اس کی برائیاں منظر عام پر لے آئے تو اہلیان
مدینہ نے اس جماعت سے یہ حالات سن کر یہ بڑے کی بیعت و غلاظت سے بے زاد
ہو گئے۔ اسی جماعت میں منذر نامی ایک شخص تھے۔ انہوں نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا
کہ یہ بڑے نے مجھ کو ایک لاکھ دو سو روپے دیے ہیں جس میں میں نے اس کو ہاتھ سے ہالے نہ دوں
گا۔ سنئے۔ یہ بڑے شراب نوش اور تارک صلوٰۃ ہے۔ نیز یہ شخص ابن جوزی اور ابن
بدائی سے جو تواتر راوی ہیں لکھتے ہیں کہ اہلیان مدینہ نے یہ بڑے کی غلامانہ فحش و
فجور کے ظاہر ہونے کی بعد منبر پر چڑھ کر اس کی بیعت تو دئی۔ عبد اللہ ابن عمرو بن
حنفیہ بخروئی نے اپنا علم سر سے اتار کر کہا کہ چہ یہ بڑے نے مجھ کو صلہ اور انعام دیا ہے
لیکن وہ خدا کا دشمن اور دوائی اسکر ہے۔ میں نے اس کی بیعت تو دئی دئی ہے جیسے اپنی

مع العجز عن الوفاء به الا ان شوكة يزيد يومئذ هي عصابة بني امية (مقدم ابن خلدون ص ۲۳۵)

اور جب یزید میں نفاق و تجوہ کی وہ باتیں پیدا ہو گئیں جو ہونی چھٹی نہ تھیں تو صحابہ میں اسکے بارے میں اختلاف رائے ہو گیا۔ بعض نے اس کے نفاق و تجوہ کی وجہ سے اسکے خلاف کمرے ہو جانے اور اس کی بیعت توڑ دینے کو ضروری سمجھا۔ جیسا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے مائتے والوں نے کیا۔ اور بعض نے فتنہ اور بہت زیادہ فتن و غارت کے فطرت اور ان کی روک تھام سے بڑھ کر عرصہ کرتے ہوئے انکا وکروا۔ کیونکہ اس وقت یزید کی قوت و شوکت بنی امیہ کی صہبت تھی۔

اس عمارت سے ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ نے یزید کی بیعت کی اور اسکے خلاف آواز نہ اٹھائی وہ اسکے طریقہ برحق ہونے کی وجہ سے تھا بلکہ فتنہ و فساد اور فتن و غارت گری سے بچنے کیلئے تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر فتنہ و فساد بڑھ گیا تو اسکا رد کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ لہذا انہوں نے رخصت پر عمل کیا۔ اور امام حسین حق کیلئے ڈٹ گئے۔ اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان قربان کر کے عزت پر عمل پیرا ہوئے۔

اسکے علاوہ اس سے بھی زیادہ صاف و بیکل ہم پیش کرنے کا رہا ہے جس سے کہنے منتوں میں یہ بات صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ اس دور کے تمام لوگوں کے نزدیک یزید کا نفاق و تجوہ بالکل مسلم تھا جسکے مقابلہ کیلئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کمرے ہو گئے۔ ابن خلدون کہتے ہیں۔

واما الحسين فانه لما ظهر فسق يزيد عند الكافة من اهل عرصه بعثت شعبة اهل البيت بالكوكة للحسين ان يتهم فيقوموا بامرهم فرائى الحسين ان الخروج على يزيد متعين من اجل فسقه لا سيما من له القدوة على ذلك وظنوا من نفسه باهذنبه وشوكة (مقدم ابن خلدون ص ۲۳۶)

اور وہ امام حسین کو جب یزید کا نفاق و تجوہ اس کے زمانہ کے سب لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو کونہ کے کھن اہل بیت نے امام حسین کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ کونہ تشریف لے آئیں وہ سب ان کی اطاعت امام حسین نے بھی محسوس فرمایا کہ یزید

دستاور سے اتاری ہے۔ پھر دوسرے ائمہ اور انہوں نے اپنی پوری پاؤں سے لال کر پھینک دی اور کہا میں نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے۔ یہاں تک کہ عماموں اور جوتوں سے مجلس بھر گئی۔ جذب القلوب ص ۳۷

اسے یزید کے ہم نوا ظہور امام اورنگ آبادی دیکھتے ہی وہ حضرات جو یزید کے ہم زبان اور اس کے حامق ناسقاہ حالات کے چشم دید گواہ جو یزید کے پادے میں ایمان نہ دینے کے سامنے گواہی دے رہے ہیں۔ کہا اب بھی آپ یزید کو بالافاق خلقہ تسلیم کرنے کی اپنی بیعت پھر پر قائم رہیں گے؟

محدث جلیل حضرت علامہ ابن خلدون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یزید کے گناہوں میں حد درجہ بڑھ جانے کی وجہ سے ایمان نہ دینے والی بیعت توڑ دی گئی۔ (مواہق عرق ص ۳۳۲)

مترم کار کیا اس آجے خارجیوں کے زہران محمود عباسی اور ظہور امام اورنگ آبادی کی اس بد دیہی کا پٹ منٹ مارم کریں جو انہوں نے یزید کی ولی عہدی کیلئے مقدمہ ابن خلدون کی ناقص عبارت پیش کر کے عام الناس کو دھوکہ اور فریب دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ یزید کی ولی عہدی پر جو دھوپ کا اتفاق تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنی ولی عہد بنانے کی تحریک شروع کی تو بڑھل ابن خلدون یزید فاسق و فاجر نہیں تھا۔ لیکن جب یزید کا نفاق و تجوہ ظاہر ہو گیا تو صحابہ کرام اسکے بارے میں مختلف رائے ہو گئے۔ کسی نے یزید کی بیعت توڑ کر اس سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا اور کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو جنگ سے روک کر خاموشی اختیار کرنے پر اکتفا کیا تاکہ آپس میں بھڑکنا اور خون خرابہ نہ ہو۔ وہ اس لئے خاموش نہیں تھے کہ ان کو یزید کی خلافت و حکومت تسلیم تھی۔

ابن خلدون کہتے ہیں کہ ولما حدث لي يزيد ما حدث من الفسق اختلف الصحابة حينئذ في شانه لمهم من رائے الخروج عليه ونقض بيعته من اجل ذالك كما فعل الحسين وعبدالله بن الزبير وعسى الله عنهم ومن تبعهما في ذلك ومنهم من اياه لما فيه من التارة الفتنه وكثرة القتل

کے خلاف اسکے فتنے و بغاوت کی وجہ سے کھڑے ہو جانا متعین ہو گیا ہے۔ خاص طور سے اس شخص کیلئے جسے اس پر قدرت حاصل ہو جائے۔ اور حضرت امام کو اپنی ذات میں اس قدرت و قوت اور اولیائت کا کمال غالب پیدا ہو گیا تھا۔

محترم حضرات! انصاف کیجئے۔ مذکورہ بالا عبارات سے بالکل صاف واضح ہو رہا ہے کہ یہ جیدے فتنے و بغاوت میں صحابہ کرام کی دوائیں نہیں۔ بلکہ اسکے خلاف کھڑے ہونے میں دو رائے تھیں۔ اور وہ بھی اس کی اولیائت و اولیائت کی بناء پر نہیں جبکہ جید کا فتنی مسئلہ کل تھا۔ اس لئے امام حسینؑ یزید کے خلاف اپنے اقدام میں حق پر تھے۔

اب رہا سوال کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کی لفظی قسمی کہ ایک امام عادل بادشاہ وقت کے خلاف آواز اٹھائی جس سے آپؑ ہائی کھلائے۔ اور اسکی سزا ملنے ہے۔ تو ایسے گندے خیالات کی تردید فرماتے ہوئے علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں۔

”قاضی ابوبکر بن عربی نے اپنی کتاب ”الرداء و الفرائض“ میں یہ کہہ کر سخت لفظی کی ہے کہ امام حسینؑ اپنے نانا جان کی شریعت کے مطابق قسم کئے تھے۔ لفظی کی وجہ سے ہے کہ شریعت نے امام کے خلاف کھڑے ہونے والے کیلئے قتل کی جو سزا بخود یزید کی ہے وہاں شرط یہ ہے کہ وہ امام عادل ہو۔ قاضی صاحب نے اس شرط کو نظر انداز کر کے سخت غور کرکھا ہے۔ حالانکہ حسینؑ کے زمانے میں ملت کی امامت و سرداری کیلئے امام حسینؑ سے زیادہ عادل و کامل اور مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۱)

مذکورہ بالا عبارات سے بھی زیادہ واضح طور پر حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ فخر اکبرؒ فرماتے ہیں۔ واما ما تفوه بعض الجهلة من ان الحسين كان باغيا فباطل عند اهل السنة والجماعة ولعل هذا من هذيانات الخوارج النخولج عن المجاهرة (شرح فخر اکبر ص ۸۷)

اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑا دی ہے کہ حضرت امام حسینؑ باغی تھے۔ تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خاندانوں کی کجواہ ہے جو سراپا مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

امام ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے یہ بات بالکل ہی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ حضرت امام حسینؑ کو باغی اور یزید کے چلیو کو امام عادل علیہ السلامؑ کہتے ہیں اس کا ثبوت ہرگز ہرگز اہل سنت میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ خاندانی چیلو ہی ہیں۔

یہ ایک سوال یہ اٹھا جاتا ہے کہ ان تمام صحابہ کرام کے ہاں سے میں کیا کہا جائے جنہوں نے یزید کے خلاف حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ تو اس سلسلے میں بھی علامہ ابن خلدونؒ نے اپنے مقدمے میں نہایت وضاحت کے ساتھ تحریر فرما دیا ہے۔

ہاں سے علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں۔ واما غير الحسين من الصحابة الذين كانوا بالهجرة والشام والعراق ومن التابعين لهم فمروا ان الخروج على يزيد كان فاسدا لا يجوز لما يشاء عنه من الهجر والدماء فالصبروا عن ذلك ولم يبيعوا الحسين ولا انكروا عليه ولا الدعوة لانه مجتهد وهو لسوء المجتهدين ولا يذهب بك الغلط ان تقولون بالتام هؤلاء بمخالفة الحسين ولم يردهم عن نصره لانه عن اجتهدامنه.

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۱)

لیکن امام حسینؑ کے علاوہ بعض صحابہ و تابعین و حجاز و شام و عراق میں سے تھے ابھی رائے یہ تھی کہ یزید اگرچہ فاسق و باطل ہے لیکن کل و خور یزید کے باعث اسکے خلاف کسی طرح کا اقدام بھی نہیں ہے۔ ابھی اس سے علامہ ابن خلدونؒ نے امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ ورنہ جہاں تک امام حسینؑ کے اقدام کا سوال ہے ان کے برحق ہونے پر کبھی انہوں نے انکار نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس سلسلے میں امام حسینؑ کو خطا کا ذکر کیا گا وغیرہ۔ کیونکہ وہ مجتہد تھے اور مجتہد کی شان یہی ہوتی ہے۔ اور اس لفظی سے بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چمکا کہ امام حسینؑ رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے صحابہ و تابعین کو تنہا و تنہا۔ کیونکہ ان کا موقف بھی اجتہاد ہی کے نتیجے میں تھا۔

محترم قارئین! ہمارے مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات بالکل دور روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ یزید فاسق و فاجر تھا اور اس میں تمام صحابہ کرام و تابعین عقلمند اور ایمان

چاندو شام و بصرہ کا اتفاق تھا۔ اب اس میں کسی بھی قسم کے شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ نیز غلطیہ افسلمیں اپنے رسول کا نائب ہوتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ میں مسلط اورین کا وزیر اور دنیا بوی ہے۔ اور جب غلبہ افاق ہوگا تو قوم کا کیا حال ہوگا۔ جبری عقل نفس اسی بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ ان حساب بالوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عالمی مقام نے بڑی کفایت و مصلحتیوں کو مشتمل کرنے کیلئے ایک عظیم طوفان آلود اقلیت چوں کہیں مرضی نہیں تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا بڑی کے فتن و بغاوت اور ملحد کے کردار کے بارے میں کسی معتبر و مستند تاریخی کتابوں میں کچھ ملتا ہے۔ تو یہاں ہم اسی کتاب کے حوالے سے بڑی کے ملحد کے کردار کو جان کر رہے ہیں جس کا حوالہ ظہور احمد نے اپنی کتاب میں اکثر کر دیا ہے۔ ایسی کثیر الجہتی کتاب الہدایہ و انتہایہ میں لکھتے ہیں۔

وَلَمْ يَزِدْكَ أَنْ يَزِيدَ كَانَ قَدْ اشتهر بالعبادف وشرب الخمر والفا
والصيد واتخاذ اللطمان واللقاب والطلاع بين الكفاش والديباب
والفرود وما من يوم الا يصبح فيه مغمورا وكان يشد الثرد على فرس
مسرجه بجملال ويسوق به ويلس الفرد فلاناس النعب وكذلك اللطمان
وكان يسابق بين الخيل وكان اذا مات الفرد حزن عليه (الهاجده ۸۸ ص ۲۳۵)
اور ويك روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ حالات ابو ولعب شراب نوش
اور سیر و خمار کیلئے اپنے رسلے میں بہت زیادہ مشغول تھا۔ اور عمر لڑکوں کا نئے اور وہ
شراف اور اورتوں کو اپنے پاس جمع رکھتا تھا۔ اور سیرنگ واسلے لڑکا میٹھوئے سافروں
اور بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرواتا تھا۔ اور جہاں سے وقت لے لے میں
خود ہوتا تھا۔ اور بندروں کو (دین کے ہوئے گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا تھا۔ اور
بندروں اور عمر لڑکوں کو سونے کی توپیاں پہناتا تھا۔ گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ کرواتا
تھا۔ اور جب کوئی بندر مرنے جاتا تھا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔

علاء ازمیں حضرت ابن کثیرؒ کے خاصاں مضمود تحریر کرتے ہیں کہ وہ کان
فیہ ابتداءً اقبال علی الشہوات وترک بعض الصلوات فی بعض الارقات

وامانها في غالب الارومات (البداية ج ٨ ص ٢٢)

یعنی مزید کے اندر بھروسے اور نفسانی خواہشات کا بہت زیادہ میلان تھا۔ اور بعض اوقات بعض نمازی بھی چھوڑ دیتا تھا۔ اور وقت گزار کر پھر سنا تو آکر گھبراتا رہتا تھا۔

مستمر قارئین! انصاف سے بتائیے کیا ایسے گھروں والا شخص ملت اسلامیہ کا امیر و طلبہ ہو سکتا ہے؟ اور امام حسین نے ایسے شخص پر سب سے پہلی تشریفاً شخص کے خلاف جو خروج کیا وہ کس اپنی نفس و فخر کی گمراہی جانوں اور شہادت نفسانی اور شراب نوشی کی بناء پر تھا۔ جس کا ثبوت اور شہادت نفسانی اور شراب نوشی کی بناء پر تھا۔ جس کا ثبوت ابھی آپ نے ایک معتبر و مستند مورخ کے حوالے سے پڑھا ہے۔ اب آئیے ہم حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ سے خود روایت کر لیں کہ آپ نے مزید کے خلاف کیوں اور اور بلند فرمائی۔ تو آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

ابيه الناس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رأى مسلماً
جائراً مستحلاً لحرم الله ناكدا لعهد الله متافضاً لرسول الله صلى
الله عليه وسلم يعمل في عباد الله بالإثم والعدوان لم يضر ما عليه بفعل
ولا قول كان حقاً على الله ان يذله مدحه الا ان هؤلاء قبيحوا طاعة
الشيطان ونكروا طاعة الرحمن واطهروا الفساد واعطوا الخنود واستناتوا
والنفسى واحلوا حرام الله وحرموا حلاله وانما حق من غير (تاريخ كامل
ص ٢٨)

۵۳ (۲۸)
اے کوہا ہے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم پادشاہ کو دیکھے کہ اس نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلالیٰ شہر لایا ہے عہد الہی کو توڑ دیا ہے سنت رسول کی مخالفت کر رہا ہے اور اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور عدوان کا معاملہ کرتا ہے اور دیکھنے والے کو اس پر فوراََ عملیٰ فیرت نہیں آتی۔ تو خدا کا حق ہے کہ اس پادشاہ کی جگہ (وزیر) میں اسے ڈال دے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ ان لوگوں (جو وزیر اور بڑ ہوں) نے شیطان کی اطاعت کی زمین کی اطاعت چھوڑ دی۔ قسۃ

ولساو پر پا کر دیا اور حدود الجہنم کو بیکار کر دیا مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیا۔ اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام کیا۔ لہذا میں پہ نسبت کسی اور شخص کے (یزید) اور یزید یوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں (زیادہ حق دادوں)۔

حضرت قادیان حضرت امام عالی مقام کے خلیفے میں غور فرمائیے آپ نے اس عظیم خلیفہ میں یزید یوں کے ایک ایک کثرت کو جمع فرما دیا ہے۔ مگر کسی یزیدی نے ان باتوں کی تردید نہیں کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یزید اور یزیدی ان تمام باتوں میں ملوث تھے۔ ایسی صورت میں کیا ایک امام عاقل و متقی پر یہیز کا زور فوسل رسول جنتی نو جوانوں کا سردار اپنا مقدس ہاتھ یزید یوں کے ہاتھ میں دے سکتا تھا؟ یہی وہ دھڑ ہے جسے حضور فریب نواز نے اپنی مشہور دہائی میں ظاہر فرما دیا ہے۔

شام است حسین و اشواہ است حسین دین است حسین دین پادوست حسین مروان داد و ست و دوست یزید حفاکہ ہٹائے لا اللہ است حسین اب آئیے آپ کے سامنے غلام کے نیلے پیش کروں جو یزید کے پادے میں ہیں۔ نیچے اودو غور فرمائیے کہ باپ کے حالات کو چنے سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ جب یزید کے لڑکے معاویہ کو یزید کے تخت پر بٹھایا گیا تو انہوں نے جو خلیفہ زیادہ مشہور و محترم حضرت علامہ ابن عمر کی وجہ اللہ علیہ نے مواہق عترت میں بغیر ہر خلاف کے حوالے کے یوں تحریر کیا ہے۔

ثم قلہ ابی الامور کائن ظہر اهل له و نزلع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفصف عمرہ و لثیر عقبہ و صرافی قبرہ و ہینا بلدنوبہ ثم بکی فذل ان من اعظم الامور علیہا علما بسو مصروعہ و منس منقلبہ و قد نقل عترۃ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اباح العسر و غروب الکعبۃ (صواعق محرکہ ص ۳۶)

یعنی پھر میرے باپ کو نکلت دی گئی وہ بالیق تھا۔ زور رسول اللہ علیہ وسلم سے لڑا۔ انکی عترت کو دی گئی اور انکی نسل نہا کر دی گئی۔ اور وہ اپنی قبر میں گناہوں کے دیال میں گرفتار ہو گیا۔ پھر دیا اور کہا ہم پر سب سے زیادہ گراں انکی بری موت اور

برا لکھنا ہے۔ اس نے محنت و مول علی اللہ علیہ وسلم کو نقل کیا۔ شراب حلال کی اور کعبہ کو براؤ کیا۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ورحمہم اللہ العالیین میں فرماتے ہیں۔

یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے امیر کیسے ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کا اجماع اس پر کسی طرح واجب آتا ہے جبکہ اس وقت صحابہ کرام اور صحابہ کی اولاد جو بھی موجود تھی اس کی اطاعت سے بیزار ہی کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ سے چند لوگ اسکے پاس شام میں جبر واکرا سے پہنچائے گئے۔ مگر یزید کے چاندیہ و اعمال کو دیکھ کر واپس مدینہ منورہ چلے آئے اور عازلی بیت کو فتح کر دیا اور ان لوگوں نے برباد کیا کہ وہ (یزید) خدا کا دشمن ہے شراب نوشی کرتا ہے اور تارک بسلوۃ ہے ذاتی اور قاطع ہے عمارت سے محبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ (تکبیل الایمان ص ۲۹۳)

حضرت حضرات ائمہ کرام ہالا تمام حقائق مستند و معتد موثقین و مصنفین کے حوالوں سے پیش کیے گئے ہیں۔ اسکے باوجود ابھی ظہور احمد اور دیک آبادی اپنے پشوا یزید کی صفائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "خلیفہ یزید کے کردار میں کوئی خالی یا برائی انکا نہیں کر سکتے خلاف خروج کا کوئی حوالہ نکالا جاسکتا۔ (۲) (حضرت م ص ۲۸)

اس عبارت کو پیش کر کے ظہور احمد اس بات کی ناکام کوشش کر رہا ہے جب یزید میں کسی قسم کی کوئی خالی یا برائی نہیں تھی تو امام حسین نے جو یزید کے خلاف خروج کیا وہ بالکل غلط اور بغاوت پر مبنی تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو حقائق اس نے پیچھے بیان کئے ہیں اور بیان بیان کرنے کا وہ ہیں ان تمام سے یہ ثابت ہے کہ امام حسین کا یزید کی نسبت سے انکار اسکے فسق و فساد کی وجہ سے تھا اور عالم یزید کی حکومت کا جو قتلہ ہو گیا تھا اس کو دفع کر لے اور مسلمانوں کو یزید کے عظم و ستم سے بچانے کیلئے تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو ہر تکیہ کٹر کیلئے مسلم شخصیت ہیں فرماتے ہیں کہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج (یزید کے خلاف) خلافت راشدہ کے

دوسرے کی بناء پر تھا۔ کیونکہ وہ تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ آپ کی غرض رعایا کی ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے نجات دلانے کی بناء پر تھا۔ اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔ اور یہ مظلوظہ شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ وقت اور اس کے ظالم حکمرانوں سے منع فرمایا ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ اس وقت کیلئے کہ وہ ظالم بادشاہ بلا کسی جھگڑے اور مزاحمت کے پورا پورا تسلط حاصل کرے اور اس کے تسلط میں کسی کو جھگڑا نہ ہو اور کوئی اس کا مزاحم نہ ہو۔ اور یہاں ابھی تک اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ یزید پلید کے تسلط سے دماغی ہی نہ تھے۔ اور حضرت امام رضی اللہ عنہم جیسے حضرات نے اس کی بیعت ہی نہیں کی تھی۔ حاصل کلام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج یزید کے ظالمانہ تسلط کے دفع کرنے کیلئے تھا نہ اس کا تسلط دفع کرنے کیلئے۔ یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید کا کُل تسلط ہو گیا تھا۔ اور آپ کا یہ حضور تھا کہ اس کا تسلط اٹھا لوں گا۔ اور وہ خروج جو حدیث میں مندرج ہے وہ وہی ہے جو عالم بادشاہ کا تسلط دفع کرنے کیلئے ہو۔ اور دفع اور دفع میں جو فرق ہے وہ مسائل فقہ میں ظاہر و مشہور ہے۔ (تذاتی مزبوری ص ۶۳)

اسی تعلق سے اب ہم آپ کے سامنے دو بے ہند کی جماعت کے بڑے بڑے مولوی حضرات کے لئے پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

دو بے ہند کی جماعت کے تنظیم اہم اشراف علی قادی اپنے قادیانے میں تحریر کرتے ہیں۔ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف قہر ہے۔ دوسرے صحاب نے ہاتھ نہ بٹھا۔ حضرت امام نے ہاتھ نہ بٹھا اور گواہوں میں اسیاد ہاتھ نہ بٹھا۔ اور جب نہ تھا اور مستحب باحق (حق کے ساتھ) ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور متولی مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت فزود کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بس ہم ہی جائے مظلومیت پر ان کو (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو) شہید نہیں گئے۔ ہائی یزید کو اس قتال میں اسی لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجاہد سے اپنی تنہید کیوں کرتا تھا۔ خصوصاً جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے لگی تھیں کہ تم میرے ساتھ نہیں جانا۔ اس کو عدالت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسن کے قتل کی بناء پہنچی تھی۔ اور سلاطین کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے۔ مگر سلاطین

ہوتا کہ چاہے خصوصاً اہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل مل و عقد کسی کو ظلم نہ تھے۔ (امداد التذاتی ص ۳۶ ص ۳۹۵ مطبوعہ پٹنہ)

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ یزید فاسق تھا۔ (تذاتی رشیدیہ ج ۱ ص ۷۱) ہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ ہر کلام سب کے سب ہی متفق ہیں۔ خواہ مسلمانوں اور یا مخالفین پھر انہیں مجاہد بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء و ائمہ محدثین فہما مثل علامہ سلطان، علامہ بدر الدین عینی، علامہ ابن حجر، علامہ سعد الدین تفتازانی، محقق ابن حاتم حافظ لکھنؤ، علامہ اعلیٰ الہادی جیسے معتقدین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے اور خود بھی اس کے قائل ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متعلق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالکتاب دہلی)

مورخ تاریخ اسلام مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی کتاب تاریخ اسلام میں یزید کی دلی عہدی اور اس کو ظلم نہ تھے کے متعلق لکھتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے جب یزید کی دلی عہدی کیلئے تحریک پیش کی تو اسی وقت سے ہی مدینہ منورہ میں مخالفت شروع ہو گئی تھی۔ اور یہ فیصلہ خلافت وادشاہ کی سنت کے خلاف اور اسلامی جمہوریت کے منافی تھا۔ پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں کہ جب امیر معاویہ نے یزید کی دلی عہدی کیلئے اپنے گورنروں کے نام ایک حکم جاری کیا تو سمجھنے والے اس کی مخالفت کی۔ مگر بن عمر بن حزم نے کڑے ہو کر کہا۔ امیر المومنین آپ یزید کو ظلم نہ کرتا رہے ہیں لیکن ذرا اس پر بھی خیال فرمائیں کہ قیامت کے دن آپ کو اس فعل کا خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

محمد بن عمرو بن حزم کے ان الفاظ سے اعلاہ ہوتا ہے کہ عام بھی یزید کی دلی عہدی سے خوش نہیں تھے۔ حرید لکھتے ہیں کہ یزید نے اس منصب کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت نہیں کیا۔ اور جب حضرت امام حسین کو اس کی دلی عہدی کی خبر ملی تو اسی عقد سبقت اس کے ہاتھ پر کیے بیعت کر چکی تھی۔ کیونکہ اہل کو اس کا انتخاب ہی غیر شرعی طریقے پر ہوا اور اس کی حکومت غیر شرعی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ

اپنے اہمال و کردار سے بھی اس قدر گرا ہوا تھا کہ ہمیشہ لہر و لعل پیر و حکام میں معروف رہتا۔ خواہ سرائوں کو اس نے اپنی خدمت پر مامور کیا تھا۔ دھن و سرور کی محفلاں میں سب سے نمایاں شریک ہوتا تھا۔ ہر اس قسم کے بہت سے عیوب اس میں تھے۔ وہ کسی بھی طرح اس قابل نہیں تھا کہ اسے ایک منٹ کیلئے بھی مسلمانوں کا خلیفہ یا سردار تسلیم کیا جائے۔ (تاریخ اسلام ج ۳ ص ۱۷۳ تا ۱۷۶)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل عالم مولانا شاہ عظیم الدین عہدی اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ یزید ایک لالیالی شخص تھا اور بد مذہب و منور، بصر اور مختلف مقامات کے دو دوے حضرت امیر مہاجرین کے سامنے یزید کو دلی عہد خانے کی رائے نہ دینی تھی لیکن اسکے باوجود کچھ لوگوں کو ڈرا دھکا کر اور دینوں کی لالچ دے کر یزید کی بیعت لی گئی۔ اور یزید کی دلی عہدی نے خلافت کی روح اور اسلامی حریت و آزادی کا خاتمہ کر دیا۔ (تاریخ اسلام ج ۳ ص ۱۷۳ تا ۱۷۶)

ہائی جماعت اسلامی مولانا ابوالفضل مودودی لکھتے ہیں کہ یزید کی دلی عہدی اور پھر اس کی سخت لٹنی سے دراصل جس خرابی کی ابتداء ہو رہی تھی وہ اسلامی ریاست کے دستور اور اسکے حواجز اور اسکے مقصد کی جہد تھی۔ اسی عہد ملی کو امام حسین کی دودھوں نکال دی گئی تھیں اور اس کے بعد اسلامی اصول پر لانے کیلئے ہی امام نے اپنی جان تک دے دینے کا فیصلہ کیا۔ (خلافت و طہارت)

نوٹ: ان فتوے اور عبادات کو نقل کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ قاتل کی گنگوہی قادی طیب اور مودودی مسلمانان کے نزدیک یزید کی کیا حیثیت ہے۔ اور آج بعض دوجہری تبلیغی بھلائے والے یزید کو کیا کہہ رہے ہیں اور اس کو جتنی عقارت پالتے ہو رہے ہیں کیا کہہ رہے ہیں تاکہ وہ اپنے اللہ اسم سے توبہ کریں۔

مخبر قارئین: یہ قادیان کی خلافت و امارت کا مقصود اور انتخاب۔ اس پر کسی جہد و جدوجہد کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اہل علم انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں گے۔ کہ عہد احمد اور دوسرے خاندانوں کا یہ کہنا کہ یزید کی خلافت پر قوائیم شریعہ کے مطابق تمام صحابہ اور مجتہدین کا ایرا و اتفاق تھا کہ کوئی اسکے خلاف

نہ تھا۔ کہاں تک درست ہے؟

شدت غم سے چٹک آئے ہیں آنسو درند
دعا میرا نہیں آپ سے شکوہ کرنا
سوال نمبر ۳: کیا یزید کو امیر المومنین کہہ سکتے ہیں۔ اور کیا اسکے نام کے آگے
رحمۃ اللہ لکھنا درست ہے شرع جائز ہے؟

جواب: یزید ایک شرابی زانی اور بدکردار شخص تھا اس کو امیر المومنین کہنا جائز نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی خائن عہدہ اور گناہ داری اپنی کتاب میں جگہ جگہ یزید کو امیر المومنین اور اسکے نام کے آگے رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کی ناپاک جہاد کی ہے۔ حالانکہ تاریخ کی معتبر کتابوں میں درج ہے کہ محمد اول حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تو آپ نے اسے اس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ وقال نفل بن ابی القورات کنت عند عمر بن عبدالعزیز فذکر رجل یزید فقال قال امیر المومنین یزید بن معاویہ فقال نقول امیر المومنین فامر بہ فضرب عشرین سوطاً۔ (مواہج محرف ص ۳۳۲)

حضرت نفل بن قرات فرماتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کی بادشاہ میں حاضر تھا۔ میں ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا اسے امیر المومنین کہہ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے قاتل اور فریاد کیا تو یزید کو امیر المومنین کہنا ہے۔ اور پھر آپ کے حکم سے اس کو اس کوڑے مار دیا۔

مخبر قارئین! حضرت عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ یعنی یزید کے خاندان کے ختم و چراغ ہیں۔ مگر یزید بن دین غائب ہے تو یزید کو امیر المومنین کہنا بھی بڑا شدت نہ کر سکتے اور ابو موسیٰ کاظم کو یزید کوڑے لگا دئے۔ آج کے اس پر فتنہ درویشوں میں یزید کو امیر المومنین کہنے پر بیگانہ دیکھنے والے کو کون کوڑے مارے؟ کاش حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز جیسا کہ مٹی پر بیگانہ دیکھ دیتا ہو جیسا کہ عمر فریاد کو کوڑے لگواتا تو اسکے ہوش ٹھکارتے آجاتے۔

محترم قائدین! آپ ذرا غلطی سے دل سے غور فرمائیے کہ بڑے کوسرہ امیر المومنین کہنے پر حضرت عمر بن عبد الرحمن نے میں کوڑے لگوائے۔ اگر وہ بڑے کوڑے لگوانے کا مقصد یہ تھا تو کتنی بڑی سزا کا مستحق ہوتا۔ علاوہ ازیں بڑے بن معاویہ کا وہ غصہ ہے جس کے واسطے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس گونی فریائی کر دی تھی اور ان سے بھل سنی وجہ من بنی امیہ قتال لہ یزید (ص ۳۳۱)

یعنی میری سنت کو بدلنے والا بیٹا غصہ بنی امیہ سے ہوگا جس کو لوگ بڑے کہا کریں گے۔ غور فرمائیں جسے مصطفیٰ خود پیار فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم خبر سے دیں کہ یہ میری سنت کو بدلنے والا ہے وہ حق پر تیز گار اور امیر المومنین کیسے ہو سکتا ہے۔ نیز بڑے کے سر پر لوانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شیعہ کرنے کا یہ بیحد غور پر غور کشتی کر کے وہاں کے باشندوں کے لیے عزیٰ اور تہن کرے گا کہ ہم پر غور کشتی کر کے خاندان کعبہ پر چھروں کی بارش اور دغلاں کعبہ کو ہلانے شریعت کی حرام کردہ چیزوں کو جان کر کرنے اور خود بھی حرام کا ارتکاب کرنے شراب نوشی زنا جیسے گناہ زے جرم کا ارتکاب گناہ جنہاں ہے اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ کیا ایسے کردار کا انسان حق عادل اور علیہ برحق امیر المومنین ہو سکتا ہے؟ اور کیا ایسے شخص کے آگے وہ نہ اللہ علیہ لکھ سکتے ہیں؟

اب ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے گروا کو کن عقائد اور تحریروں سے تو پر کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ویسے معاف فرمائے گا۔ ورنہ کل قیامت کے دن یہاں سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور کیا جواب دیا گئے؟

سوال نمبر ۳۰: کیا جینی قافلے پر سات محرم سے دینے فرات کا پانی بند کیا جانا صحابہ اور افتراء پر مبنی ہے؟

جواب: نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ تاریخی کتابوں میں بڑی حق تفصیل کے ساتھ یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ او د آئیکے ساتھ آلے اے مرد و عورت اور معصوم بچپوں پر بڑے یوں لے سات محرم سے پانی بند کر دیا تھا اور یہ سلسلہ دس محرم تک قائم

رہا۔ اس کے باوجود انہاں بڑے خائن مولف تلخ واد و گداز کی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ "یہ بات اکثر شہادت ناموں اور کردار کی داستانوں کا خاص اہم موضوع ہے کہ جینی قافلے پر جن دن تک پانی بند کر دیا گیا" عورتوں اور معصوم بچے ایک ایک پوند پانی کوڑے دینے پر سات محرم سے عطا ہے۔ (آ و عمر ص ۳۹)

مذکورہ بالا عبارت کو غور پڑھیں جس میں کہا گیا ہے کہ امام عالی مقام پر جن دن تک پانی بند کیا جاتا ہے شہادت ناموں کا موضوع ہے جو سرے سے عطا ہے۔ علاوہ کہ یہاں جس سے بلکہ اس بات کو تحقیق صحابہ کرام معتر مورین اور معزز علماء کرام و اولیاء عظام نے تحریر کیا ہے۔ نیز علمائے دیوبند و عہدہ یعنی اس بات کو تحریر کیا ہے۔ ہم قد وے تفصیل کے ساتھ حوالہ جات کی روشنی میں اس بات کو ثابت کر دے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور بڑے کی خائن مولف کی بددیانتی کا پتہ چاک فرمائیے۔ جلیل القدر محدث حضرت علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ "صواعق محرقة" میں فرماتے ہیں۔ ولو لا ما كافوه به من انهم سالوا ابنه زين المراء لم يقدروا عليه اذ هو الشجاع القرم الذي لا يزل ولا يتحول ولما دعوه واصحابه اضاء لثلاث قال له بعضهم انظر اليه كانه كبدا السماء لاذنوق منه قطرة حتى تموت عطشنا (ادوار من بحر قدس ص ۲۹۹)

اور اگر وہ لوگ نہ میرے ذریعہ آپ کے او پانی کے دوسراں نہ ہو جاتے تو آپ پر ہاں کا پانی نہ پائے۔ کیونکہ آپ ایسے جبار سردار ہیں جو نہ اپنی جگہ سے ہٹائے جاسکتے ہیں اور نہ ملے جاسکتے ہیں۔ اور جب آپ کو لوہا آپ کے ساتیوں کو تین دن تک پانی سے روکے رکھا گیا تو آپ نے بعض بڑے یوں لے لیا کہ گویا کہ پانی آسمان کے چل میں ہے اس سے ایک قطرہ بھی نہ پیکھو گے یہاں تک کہ چپاے ہی سر جاؤ گے۔

اسے اتنے بڑے یا یہ ہے ایک محدث کی روایت جو او پر تحریر کی گئی۔ اب مت کہنا کہ حضرت امام حسین اور آپ کے ساتیوں پر پانی بند کرنے کی فرضی روایتیں شہادت ناموں میں گڑھ کی گئی ہیں۔ اگر اس کے باوجود تمہارا اعتقاد اور دشمنی امام حسین کم نہیں

ہوئی ہو تو کہتے چند اور حدیث حاصل ہو تاریخ اسلام کے صفحات پر روز روشن کی طرح ہاتھ لگائی اور صاف نظر آ رہے ہیں۔ بلا قدر فرمائیے۔

مشہور مورخ حضرت علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے ابن سعد کو جو خط لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم حسین اور ان کے ساتھیوں سے بڑی بیک بیعت کو اور اگر وہ بیعت کر لیں تو پھر دیکھا جائے گا کہ کیا کریں۔ اور حسین اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو۔ چنانچہ عمرو بن سعد نے عمرو بن ابیہان کی ہر راہی میں پانچ سو سواروں کو بغیر فرات پر متعین کیا۔ چنانچہ یہ لوگ فرات اور امام حسین کے درمیان حائل ہو گئے۔ اور یہ واقعہ امام کی شہادت سے تین روز پہلے کا ہے۔ یعنی سات محرم کو پانی بند کیا گیا۔ عربی مہارت یہ ہے۔ تم کتب ملی عمر یا مروہ ان معرض علی الحسین بیعت یزید، فذلک فعل ذلک ولینا وابنا وان یصدقہ ومن معہ الماء فارسل عمرو بن سعد عمرو بن الحجاج علی غمسمانہ فارسل فلولوا علی الشریعة وحاولوا بین الحسین و بین الماء وذلک قبل قتل الحسین بثلثة ایام۔ (تاریخ کامل ص ۵۳)

رکن الثورین علامہ عبد الرحمن ابن خلدون فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے لکھا کہ حسین سے بڑی بیک بیعت لو۔ مگر وہ بیعت ذکر میں تو بے تامل جنگ کر اور ان پر اور ان کے ہر راہیوں پر پانی بند کر دو۔ پس عمرو بن سعد نے عمرو بن ابیہان کو ابھر گدی پانچ سو سواروں کے بغیر فرات پر متعین کیا۔ چنانچہ یہ لوگ فرات اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ یہ واقعہ آپ کی شہادت سے تین روز قبل کا ہے۔ (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۲)

علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو خط لکھا کہ بغیر فرات اور حسین کے درمیان حائل ہو جا۔ اور ایک یونہی پانی بھی وہ نہ لیں۔ جو سلوک کہ تقی ذکی مظلوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کیساتھ کیا گیا تھا۔ اس خط کو دیکھ کر عمرو بن سعد نے فوراً عمرو بن ابیہان کو پانچ سو سواروں کا سردار کر کے روانہ کیا۔ یہ لوگ شہر پر جا کر طبر سے اور بغیر فرات اور امام حسین اور آپ کے

اصحاب کے درمیان یہ سب حائل ہو گئے کہ یہ وہ یونہی پانی اس سے نہ پئے جائیں۔ یہ واقعہ آپ کے قتل ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔ آپ کے سامنے عبداللہ بن حسین آیا اور پکار کر کہا۔ اے حسین (رضی اللہ عنہ) اور پانی کی طرف دیکھو کیا آسمانی رنگ اس کا پہلا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تم پر اس سے مر جاؤ گے۔ ایک تقریر بھی تم کو نہ ملے گا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۸۸ مطبوعہ ادارۃ التبیان دہلی و بیروت)

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت و شہادت کا سب سے مستند تذکرہ یہ جملہ اس عربی کتاب کیلئے لکھا ہوا ہے جس کا نام "الحسین" ہے۔ اس کتاب کے مولف جناب ابو نصر ہیں لبنان کے ایک نامور فاضل ہیں اپنی کتاب کو مستند بنانے کیلئے آپ لکھتے جہاں کہ میں نے اس امر کی پوری کوشش کی ہے کہ وہی واقعات درج کروں جن کی تائید ثقہ مؤرخین اور مشہور و معروف مؤرخین نے کی ہے۔ اسی الحسین نامی کتاب میں تحریر ہے کہ عمرو بن سعد نے محرم کو پانچ سو سواروں کے بغیر فرات پر پہنچ دیے اور انہیں تاک کر رکھی کہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے جائے۔ (الحسین ص ۱۱۹)

قارئین کرام! اب ہم آپ کے سامنے ایک ایسی کتاب کا حال درج کرتے جا رہے ہیں جو ابن جریر طبری اور ابیہان اور ابیہان کا ہم عقیدہ یعنی عدوی یونہی ہے جن کا نام ہے مولانا شاہ حسین الدین ندوی یہ اپنی کتاب سیر الصحابہ جلد ششم میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر یزیدوں نے سات محرم سے پانی روک دیا۔ (سیر الصحابہ ج ۶ ص ۱۳۶)

محرم کا تاریخ! امام عالی مقام اور آپ کے تمام ساتھیوں پر سات محرم تا دس محرم پانی بند کئے جائیں گی روایت کو ہم نے محدث طہیل علامہ ابن جریر طہلی اور مستند مؤرخین کے حوالے سے نقل کر دی ہے جسے ہر کتب نگار کے علاوہ حلیم کرتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ گفتہ کہ امام پر پانی بند کرنے کی روایت ہاتھ ملے ہے۔ یہ کتنی بڑی چال و چلت ہے جس کی رو سے یزید کو لازمی ہے۔ کیا میں ابیہان میں جب ساتھی کوڑی علی اللہ علیہ السلام کے سامنے ان تمام یزیدوں کو پیش کیا جائے گا کہ انہوں نے آپ کے لالے

وجودی غائب ہو گیا۔ تو پھر کر بلا میں کسی کی شہادت ہوگی اور کب ہوگی یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کیا ظہورِ واحد آپ بنا سکتے ہیں؟

قارئین کرام! اب آئیے ہم خود امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ہی سے پوچھ لیں کہ اسے ابنِ رسول آپ نے رُج سے چند عیم پہلے ہی تک سمرہ سے کنڈل کوچ فرمایا اور رُج جیسے اہم فریضے کو چھوڑ دیا۔ تاریخ کی اہم کتاب جس کا حوالہ ظہورِ واحد نے اپنی کتاب میں اکثر جگہ دیا ہے اس میں یہ سوال اور اس کا جواب دونوں موجود ہے ملاحظہ فرمائیے۔

فرزدقی شاعر نے کہا: ۶۰ھ میں اپنی والدہ کو لکھن رُج کیلئے آیا رُج کا وقت فریب تھا۔ میں حرم میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ ایک قافلہ صحابہوں اور ساریوں کے ساتھ باہر جا رہا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ قافلہ کس کا ہے تو مجھے بتایا گیا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا میں نے بڑھ کر ان سے ملاقات کی اور عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قمر پان ۱۱ھ انہی رسول اللہ آپ نے اتنی جلدی کیوں فرمائی کہ رُج چھوڑ کر ہی جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ فرزدقی! میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۲۲)

ایک دوسری روایت اس سے زیادہ واضح اور صاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت امام سے کہی میں دہشت کی گزارش کی تو آپ نے فرمایا۔ واللہ اعظم! حرم میں قتل کئے جاتے سے زیادہ مجھ پر بڑے نزدیک یہ امر ہے کہ میں حرم سے دور مانا جائوں اگرچہ ایک طاقت دور کی تھی۔ اور خدا کی قسم! اگر میں کسی کیلئے سے نکوڑے کے سوراخ میں بھی چھپ رہوں تو یہ لوگ مجھے اسی میں سے بھی سمجھ کر باہر نکال لیں گے اور مجھ سے اپنی غرض پوری کر لیں گے۔ اور واللہ وہ میرے معاملے میں یونہی حدود اللہ کو پاس پاس کر دیں گے جیسے یہود نے روزِ یحییٰ کیا تھا۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۴)

مشہور محدث فقیر علامہ ابن جریر رضی اللہ عنہ صواعقِ محرقہ میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسین مکہ سے کوثر روانہ ہونے کی کھلی تیاری فرمائی تو صحابہ کرام نے

آچک بہت روکا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جلدی ہی ان لمکۃ کیشیہ سے محلِ حرمینہا لہذا حسب ان اکون انا ذالک الکلیش (صواعقِ محرقہ ص ۶۹۸) میرے والد کرامی نے مجھ سے بیان فرمایا ہے کہ مکہ سمرہ میں ایک میٹڑھا ہے جس سے مکہ کی حرمت پامال ہوگی میں نہیں چاہتا کہ سمرہ میٹڑھا بنوں۔

کیا مذکور بالا باتیں روایتیں صحیح صحیح کر کے اعلان نہیں کر رہی ہیں کہ امام عالی مقام اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ میرے خون کی پستی حرمین میں حرمِ ربی میں ہیں اور مجھے ہلاک کرنے والی پوری ملائشی میدان میں آچکی ہیں۔ تو اگر میں حرم میں رہوں گا تو بہت ممکن ہے کہ رُج کے دوران بڑی سی سوغہ پا کر مجھے قتل کر دیں جس سے حرم کبہ کی بے حاشی ہوگی۔ اور پھر بڑی سی عظمتِ اسلام کو ختم کر کے کیلئے بالکل زار ہو جائیں گے۔ تو عظمتِ اسلام کو اپنے داتا جان کے مذہب کو بچانے کیلئے امام حسین رضی اللہ عنہ نے قتلِ حج کو چھوڑ کر ایک اہم فریضے کو ادا فرمایا جس سے آج اسلام کی عظمت و شوکت باقی ہے۔

انفرض: ظہورِ احمد کے اس مقررے میں جسے جو لکھشوش کیا گیا ہے اس میں کچھ بھی دم ختم نہیں ہے۔ یہ صرف عوام الناس کو بے ذوق بنانے اور عظمتِ حسین کو انکے دلوں سے ختم کرنے کی ایک سوچھی کھلی اسکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عقلِ خدادان اسلام کو ہیبت و باہر فرمائے اور عظمتِ اہل بیت و صحابہ کو باہر سے بلیتر فرمائے۔ آمین۔

سوال نمبر ۶: کیا امام عالی مقام اردو دیگر شہدائے کرام کو شہید کرنے کے بعد انکے سروں کو چدا کر پھر چھین فیروز پر چڑھایا اور ان کی تشہید کرنا اردو ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر ان کو دھندلاتا اور ان سروں کو لٹک کر لپکا کر پینہ کے پاس دھاند کرنا۔ یہ تمام باتیں بھی جھوٹ غلط فہم بے بنیاد ہیں؟

جواب: نہیں! ہرگز نہیں! یہ سب جھوٹ اور بے بنیاد نہیں بلکہ ایک بے بنیاد دہلی حقیقت اور سچائی ہے کہ امام عالی مقام اور دیگر شہدائے کرام کو خیمین مان کا بھوکا پیاسا دھوکہ کر شہید کیا گیا۔ اسکے بعد انکے سروں کو خیم سے جدا کیا گیا۔ اس کے باوجود یہ بدیہوں کا

معتوقوں کو بیخ کر کے لگی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر کے رات کو دفن ہوا۔ دوسرے دن بنو اسد حاضر ہو کر لوگ آئے اور انہوں نے امام حسین اور اس کے ہمراہیوں کو دفن کیا گیا۔ اس عبارت سے یہ بات بھی ظاہر اور واضح ہو رہی ہے کہ محمد بن سعد نے امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ اور ان کو دفن ہی نہیں دیا۔ پھر دوسرے دن قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔ (ابن خلدون ج ۲ ص ۲۵۰ ۱۲۳)

اس روایت سے جوئے فقیر راجھ کو سخت حاصل کرنا چاہیے جو یہ کہتے ہیں کہ محمد بن سعد نے امام اور آپ کے ساتھیوں کی بھی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ ابن خلدون مزید فرماتے ہیں کہ امام حسین کا سر نیزہ پر رکھ کر کوئی تمام کھینچا اور کچل میں کھینچ کر آگے دین منج ان سے ہمراہیوں کے سروں کے شام کی طرف روانہ کیا۔ (ابن خلدون ج ۲ ص ۱۲۴)

مشہور مورخ علامہ طبری جن کی کتاب کے متعلق کہا گیا ہے کہ ابن جریر کی تاریخ "تاریخ طبری" کو ایک ایسا بلند مقام حاصل ہے جہاں اس کا کوئی شائبہ نہیں۔ بیجا صاحب طبری لکھتے ہیں کہ "امام عالی مقام عرم کی دوسری تاریخ کو قتل ہوئے اور سب سے پہلے جو سر نیزہ پر بلند کیا گیا وہ حسین کا سر تھا۔" (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۲۰)

صاحب طبری ہی لکھتے ہیں کہ سنان بن انس بھی نے امام کو پرچمی ماری تو آپ زمین پر آ گئے۔ تو اس نے خولی سے کہا کہ سر کاٹ لے۔ جب خولی سے یہ کام نہ ہو سکا تو خود آگے بڑھا اور آیکوڑ کر کے آپ کا سر کاٹ لیا۔ بعد آپ نے جو لباس زیب تن فرمایا تھا بڑے یوں نے وہ بھی لوٹ لیا۔ اور خیر امام میں تمسک کر مقدس خواتین اہل بیت کیساتھ گستاخیاں کیں۔ اور تمام سامان و اسباب لوٹ لیا۔ جب ابن سعد کو معلوم ہوا تو اس نے قلم دبا کہ تمام اسباب و اسباب لوٹ کر دے جائیں۔ لیکن کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہ کی۔

چند سطروں بعد پھر فرماتے ہیں کہ ابن سعد نے اپنے ساتھ وادوں میں یہ منادی کر دی کہ کوئی کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کریں گے۔ یہ سن کر وہ شخص

لنگے۔ ابن میں آتش بن حیدر حضرت یحییٰ تھا جس نے آپ کا پیش اتار لیا تھا اور آخر کوڑھی ہو گیا تھا۔ اور ان لوگوں میں ابش بن مرثد حضرت یحییٰ تھا۔ یہ دسویں سوار آئے اور اپنے گھوڑوں سے حسین کے جسم پاک کو پامال کیا اس طرح کہ ان کے سینہ و پشت کو چر چر کر دیا۔ بعد ابن سعد نے اپنے اصحاب کی نماز جنازہ پڑھی اور اصحاب حسین کو دفن ہی چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے دن بنی اسد کے لوگ آئے اور ان لوگوں نے اصحاب حسین کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا۔

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن سعد کو نہ روانہ ہونے سے پہلے بقیہ لاشوں سے سر کو جدا کیا اور سر و نیزہ کیساتھ (۲۴) سرانن زیاد کے پاس روانہ کئے۔ جب یہ تمام سرانن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے سر امام کو چھری ماری۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۸۰ ۲۸۱ تا ۲۸۲ بطور ادارہ تبلیغ دین دیوبند)

مشہور مستند و معتبر مورخ کامل ابن اثیر فرماتے ہیں۔

ثم نادى عمرو بن سعد فى اصحابه من يندب الى الحسين فبوطنه فوجه فاندب عشرة منهم اسلف بن حيوه المحضوى وهو الذى سلب بعض الحسين فبرص بعد فاقوا قد اسوا الحسين بنحوهم حتى اضواظهم وصدوه (تاریخ کامل ج ۲ ص ۸۰)

ابن سعد کی آواز گونجتی ہے کہ حسین کو گھوڑوں سے روانہ کیے بغیر کون تیار ہوتا ہے تو یہ سن کر بنو یزید فوج کے دس سو مارے آئے اور امام عالی مقام کی نعش مبارک کے پاس پہنچ کر امام حسین کی نعش کو روند ڈالا۔ اور ان کا سینہ و پشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

مزید فرماتے ہیں کہ جب امام قتل کر دیے تو آپ کا سر اور آپ کے اصحاب کے سروں کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا۔ (تاریخ کامل ج ۲ ص ۸۰)

طائر ابن اثیر فرماتے ہیں کہ ولما وصل راس الحسين الى يزيد حسنت حال ابن زیاد عنده و زاده و وصله و سره ما فعل ثم لم يلبث الا يسيرا حتى بلغه بعض الناس له ولعنهم و سبهم (کمال ابن اثیر ج ۳ ص ۲۴) (ماہیت پالندہ

(۴۲)

جب حضرت امام عالی مقام کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو وہ خوش ہوا اور انہیں زیادہ مار پیہ اور انکی عزت یزید کے پاس بڑھ گئی۔ اور ان زیادہ کرنے لگا کہ کبھی کیا اس سے زیادہ خوش ہو گیا۔ لیکن یہ خوشی بہت دیر تک قائم نہیں رہ سکی۔ یہاں تک کہ لوگوں کا خوف و ڈر اور رنج و ملالت اس کو پہنچنے لگی۔

حافظ ابن کثیر محدث اہل النبیاء سے روایت کرتے ہیں کہ لما وضع رأس الحسين بين يدي يزيده وعندده ابو برة وجعل يذكيته بالفضيب لقتال له ارفع فضيبك لفلقد رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلمسه (ابن عساکر ج ۸ ص ۱۹۲)

جب حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کے پاس ابو برة سلمی (صحابی) بھی تھے۔ اور یزید نے چھری سے حضرت حسین کے منہ پر چھری مارنی شروع کی تو ابو برة نے فرمایا کہ اپنی چھری ہٹا دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ کا یسر لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

تیسرے قہر راجہ اناج کبھی ہے کہ امام حسین کا سر یزید کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے آپ کے ہونٹ کو چھری ماری۔ تو ایک صحابی کی گواہی کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے آپ کے ہونٹ کو چھری ماری۔ تو ایک صحابی کی گواہی کے سامنے آپ کا جھوٹ کیا چل سکتا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔

حضرت قارئین اہم آپ کے سامنے دو بڑی جماعت کے اہم علماء کے بیانات کو پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مولوی کاوی طیب صاحب مجسم دارالعلوم دیوبند اپنی تصنیف ”شہید کربلا“ اور یزید میں تحریر کرتے ہیں کہ

”بہر حال حضرت حسین کے سر کو شمشیر میں ان زیادہ کے سامنے لائے جانے اور ان زیادہ اس کی بے حسنی کرنے اور اپنے اندرونی بحث کو نمایاں کرنے کی یہ قہیات جن کو محمد بن کبک بخاری، یزید طبرانی، ابن جریر عسقلانی وغیرہ نے محدثان

طریق سے پیش کیا تو کیا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو تن سے جدا کئے جانے کے کئے کئے دلائل نہیں ہیں اور انکے مقابلے میں کیا چند تاریخی کھلے اور وہ بھی مستشرقین یورپ کی اعانت سے اور ان سے اخذ کردہ اقتباسات کسی بھی وقت و اہیت کے مستحق ہیں؟ اب جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاک اور مقبول عند اللہ سر کو جسم سے جدا کئے جانے کا ثبوت ہوتا ہے تو پھر یہ کیوں ممکن نہیں کہ یہ سر یزید کے دربار میں بھی پہنچایا گیا ہو۔ آخر اس واقعہ کی روایت سے کیا ہمہ انکار کی ہو سکتی ہے۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۳۳)

فاضل ندوہ و مولف تاریخ اسلام مولانا مبین الدین عذی اپنی کتاب ”سیر باصحا“ میں لکھتے ہیں کہ جب امام رضوں سے بالکل بڑھ چلے ہو گئے تو شیخ ازی سنان بن افس نے اس سر کو جو یسر گاہ سرور کا نجات صلی اللہ علیہ وسلم تھا جسم اطہر سے جدا کر لیا۔ اور ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ستمبر ۶۸۱ھ میں خالواہ بوی کا آفتاب جہاوت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ امام ہمام کو شہید کرنے کے بعد شنگول اور خوئی شامیوں کا جذبہ متاد فرد ہوا اور شہادت کے بعد وحشی شامیوں نے اس جسد اطہر کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسد مبارک کا ٹکڑا فرمایا تھا گھوڑوں کی ناپوں سے پامال کیا۔ اس بھیمانہ شقاوت کے بعد کئی برس پردہ لعینان عفاف کے عیموں کی طرف پڑے اور اہل بیت کا کل سامان لوٹ لیا۔ اور شہداء کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے گئے۔ (سیر باصحا ج ۶ ص ۱۷۲ تا ۱۷۴)

مورخ اسلام مولانا اکبر نجیب آبادی اپنی کتاب ”تاریخ اسلام“ میں لکھتے ہیں کہ شہر با شہر کے حکم سے کئی اور سے حضرت امام حسین کا سر جسم سے جدا کیا اور اپنے گھوڑوں کی ناپوں سے آپ کے جسم مبارک کو خوب پھیلایا۔ پھر عیوں کو لوٹا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو تنہا میں ان زیادہ کے پاس بھیجے گئے۔ کو تنہا میں آخر قصہ کیا گیا۔ اس کے بعد امام کا سر ایک شخص میں دکھ کر ان زیادہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے سر کو دیکر گستاخانہ کلمات کہے۔ (تاریخ اسلام قسط ۵ ص ۱۶۲)

جماعت اسلامی کے بانی اور اعلیٰ مودودی تھے ہیں۔ حضرت امام حسین کا سر کاٹ کر کربلا سے کوٹھ اور کوٹھ سے دمشق لے جایا اور اسی لاش پر کوٹھ سے دوڑا کر اسے روندنا کیا۔ ایک درق کے بعد لکھتے ہیں کہ سر امام اور تمام شہداء کے کربلا کے سر کاٹ کر کوٹھ روانہ کئے گئے اور ہر عام لاش کی گئی۔ (خلافت و حکومت ص ۱۶۶ تا ۱۶۸)

محترم قارئین! ہم نے انتہائی مستند و معتبر کتابوں سے جن کے حوالے ظہورِ راجح سے اپنی کتاب میں اکثر جگہ دیئے ہیں یہ ثابت کر دیا کہ امام عالی مقام کو شہید کرنے کے بعد آپ کا سر مبارک جدا کیا گیا اور پھر کئی کئی کو پتہ کو پتہ میں اسکی تشہیر کی گئی۔ اور ان دنوں راپوڈ پڑھ کے پاس بیٹھ گئے۔ اللہ اللہ۔

مسلمانو! غور کرو جس تکبیرِ اسلام نے اپنی امت کو دشمنوں کی فتنے کے شکار کرنے سے روکا تھا اسکی نافرمانی امت اسی سے کوائے کوشش و نیکو کامیاباں رکھ کر ذبح کر رہی ہے اور اسکی سر کو جسم سے جدا کر کے جسمِ اقدس کو گھوڑوں کی ٹاپ سے دردمندی ہے جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سیدان کربلا میں پڑے یوں نے اپنے کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے روپ میں تک اسلام ہیں۔

سوال نمبر ۳: کیا میدان کربلا میں پہلا حملہ شدہ حقیقی ہے کیا کیا؟

جواب: نہیں بالکل نہیں۔ یہ سراسر جھوٹا بہتان اور افتراء بازی ہے کہ حضرت امام حسین یا آپ کے کسی ساتھی نے پڑے یوں پر حملہ کرنے میں پہلی کی ہو۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے بلکہ تاریخی کتابوں میں تو یہ بتا ہے کہ جب خیزد کے مقام پر امام حسین کو قتل کیا گیا تو زیاد ایسے میدان میں اتارے کہ قتل دیا گیا جہاں پانی نہ ہو تو امام کے چند تعداد میں نے عرض کیا۔ اے ابنِ رسول اللہ! آگے چل کر آنے والے ہیں وہ اونا سے بہت زائد ہیں ہمیں اذن دیجئے کہ ان سے لڑیں فرمایا۔ ملائکہ لا بدھم بالقتال میں ان سے قتال کی پہلی کرنے دلا نہیں ہو۔ (رسالہ الحجۃ المذکرہ ص ۲۸)

اس کے باوجود باقی فرزندِ یزید ظہورِ راجح اور رگ آبادی اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں لکھتا ہے کہ ان سہرہ حسین میں صلح ہو گئی۔ اور جو اختیار امام کے پاس تھے اسے

نہایتگان حکومت منع کرنے آئے تو بدامان مسلم جو پہلے ہی سے مشتعل تھے اس فوجی دست کے سپاہیوں پر امپاک حملہ کر دیا۔ اور عمرو بن سعد نے کوئی چار سائے اذہم مطلق نہیں کیا۔ ان کے فوجی محافظان پہلو اختیار کئے ہوئے تھے۔ (آذہم کی ص ۱۶)

باصحی عبورِ راجح اور رگ آبادی مذکور بالا مہارت پیش کر کے اس بات کا اثر دینے کی ناکام کوشش کر رہا ہے کہ اسل حملہ پڑے یوں نے نہیں بلکہ امام حسین کے ساتھیوں نے کیا۔ لہذا اللہ علی کلکین جبکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ آجے ہم آپ کے سامنے ہماری اس بات کی تائید میں مستند و معتبر مورخین اور مصنفین کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

رئیس المورخین علامہ محمد علی ابنِ خلدون فرماتے ہیں۔

عمرو بن سعد آگے بڑھا لیکن سے تیرہ روزہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف مار کر یوں۔ لوگوں کو گواہ رہنا سب سے پہلے میں ہی نے تیر چلائی ہے۔ (تاریخ ابنِ خلدون ج ۲ ص ۱۱۲)

مشہور و معروف مورخ ابو مخنف ابنِ عمر فرماتے ہیں کہ عمرو بن سعد لڑنے کو لگا۔ پکار کر کہا اے ذویہ۔ نشان کو بڑھا۔ اسکے بعد ان سہرہ نے کمان میں تیر جوڑا اور سر کیا۔ کہنے لگا۔ تم سب لوگ گواہ رہو سب سے پہلے میں نے ہی تیر مارا۔ (المستدرک ص ۱۳۵)

صاحب طبری ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امامی عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کو ایسی جگہ اڑنے پر مجبور کر دیا تھا کہ جہاں پانی نہ تھا اور نہ پھٹی۔ تو اصحاب حسین نے کہا ہمیں خیزد یا غازیہ میں اڑ جانا ہے۔ لیکن حرنے جب ایسا کرنے سے بھی انکار کر دیا تو اصحاب حسین نے ہانگہ سینٹی میں اڑا اور ان کے ساتھیوں سے لڑنے کی درخواست پیش کی تو اس وقت بھی آپ نے نیکی فرمایا "میں جنگ میں ابتداء نہیں کروں گا۔" (المستدرک ص ۱۶۶ طبری ص ۵ ج ۲ ص ۲۲۵)

مورخ اسلام مولانا امجد علی صاحب آبادی لکھتے ہیں کہ شریانی انجوش نے عمرو بن سعد سے کہا اب دیکھو کیوں کر رہے ہو؟ عمرو بن سعد نے فوراً ایک تیر نکال کر حسین علیہ

اسلام کے لشکر کی طرف پہنچا اور کہا کہ تم گواہ رہنا کہ سب سے پہلا حیر میں سے چلا یا ہے۔ (تاریخ اسلام قسط ۵ ص ۱۶۱)

فاصل ملوہ مولانا حسین الدین عودی تحریر کرتے ہیں کہ اثن ستر عظم لکھ پڑھا اور پہلا حیر چلا کر اسان جنگ کر یا۔ (سیر الہامیہ ج ۶ ص ۱۵۸)

حضرم کارکن ایہ چند حوالے جتے ہم نے انتہائی مستند و معتبر معینان ہی مورخین و معنیین کے حوالوں سے لکھا ہے جن پر ظہور احمد اورنگ آبادی کو پورا پورا اعتماد و بھروسہ ہے۔ آپ اپنی خود رقم کیا کہ ظہور احمد نے عمرو بن سعد کی تشریف دو صیف میں اپنی کتاب کے صفحات کے صفحات سید کر دیے ہیں۔ اور تاریخ ایسکے کیا کثرت بتا رہی ہے۔ اور کر بلا کی جنگ کا آواز بھی عمرو بن سعد کر رہا ہے اور وہ بھی گواہ بنا کر۔ کیا ابنا شخص جو نور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حیروں کی بارش کرے۔ اور امام عالی مقام کے جسم اقدس کو گولوں کے ٹاپ سے دوڑا لے وہ شخص اس قابل ہے کہ اسکی تعریف و توصیف کی جائے؟ مزید تو لڑائی میں کیا تم کو اپنے ایمان کی بھی فکر نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ کا دل کچھ ذرا اعمال محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

سوال نمبر ۸: کیا مزید ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور کہا وہ اس کام سے راضی نہیں تھا؟

جواب: یہ کہنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ مزید نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ بلکہ سب کچھ اسکے حکم اور انکی رضا سے ہوا۔ لیکن بھر بھی ظہور احمد ذریعہ آبادی اور اسکا بیڑہ بھی بھائی قادر اورنگ آبادی زورور سے نامی اپنے لاف سے بڑی حد تکالت کرتے ہیں اور وہ لگتا ہے کہ

جہاں تک حضرت حسین کے واقعہ کا تعلق ہے سو اس بارے میں کوئی صحیح ثبوت موجود نہیں ان کا قاتل ابن ملجم ہی ہے۔ اور نہ ہی ثبوت ملتا ہے کہ یہ ساتھ اسکے حکم پر نہیں آیا اور نہ ہی اس پر ایمان کی رضا مندی کے دلائل ملتے ہیں۔

حضرم حضرت اسد کوہ بالا ملامت سے عوام الناس کو یہ دھوکہ دینے کی ٹاپاک کوشش کی جا رہی ہے کہ مزید انتہائی شریف اور نیک طبیعت کا مالک تھا اور اس نے

امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا بائگے شہید ہونے پر بھی بخوشی غرض نہیں ہوا۔ اور یہ سب کچھ اکث زبانی صاحب سے ہوا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ آئیے ہم چند مستند و مستند مورخین و معنیین کی کتابوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے یا اس کا حکم دینے میں مزید شامل تھا اور اس سے خوش بھی ہوا تھا۔ چنانچہ علامہ سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ "شرح عقائد" میں فرماتے ہیں۔ والحق ان وضا یزید یقتل الحسن والحسین واستبشارہ واعمالہ اهل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناه وان کان تفصیله اسنادا (شرح عقائد ص ۱۲۲)

ذرحق یہ ہے کہ مزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی اور خوش ہونا ذرا اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا ان امور سے ہے جو آواز معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ انکی مفاسل احاد ہیں۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحی محمد ربوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "در بعض یہ کہتے ہیں کہ مزید نے حضرت امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی وہ شہادت حسین پر رضا مند تھا حضرت حسین ذرا اہل بیت کی شہادت سے وہ بھی خوش اور سرور نہیں ہوا۔ ہمارے نزدیک یہ بات مردود اور باطل ہے کیونکہ اس بد بخت کا اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت دیکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجہ تو از کو کچھ چکا ہے نہ اس کا انکار کلف و سکارہ یعنی خواہ وہ کاکہ جھگڑا ہے۔ (تکمیل الایمان ص ۲۹۲)

تاریخ کا دل میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس نے بھی مزید کو قاتل حسین فرما دیا ہے۔ (تاریخ کامل ج ۸ ص ۱۲۸)

تاریخ کرام! حضرت علامہ قتیل ابن صاحب اور حضرت محدث ربوی علیہما الرحمۃ جیسے محقق بزرگوں کے فیصلے کے بعد اگرچہ مزید کسی حوالے کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن ہم خود مزید کے دست راست اور کر بلا کی ہم کیلئے مقرر کردہ امیر کو قتل ابن زید بد مذہبی کو بھی پیش کرتے ہیں۔

مزید کی موت کے بعد لکھنؤ آباد نے اپنے رفیق خاص کے ساتھ شام کا سفر کیا تو راستے میں اپنی سوار کی پر کسی گہری سوچ میں تھا کہ اسکے رفیق سفر فارسی شریعت نے

کہا۔ کیا آپ بہت گہری سوچ میں مبتلا ہو کر کوئی خاص بات سوچ رہے ہیں۔ کیا میں خود بتاؤں کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: بلاؤ۔ رفیق سر نے کہا: کشت بقول یعنی کشت لم القتل حسباً آپ اپنے دل میں گھر رہے ہیں کہ اسے کاش ا میں نے امام حسین کو قتل نہ کیا ہوتا۔ ابن زیاد نے کہا۔ اما قطعی الحسین فاما اشار الی یزید بقضیہ او قطعی فاصحوت قتله جہاں تک میرے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حقیق سے وہ اس لئے تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا تھا میں ان کو قتل کروں ورنہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔ میں نے ان کے قتل کو اختیار کیا۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۰)

اور سنیے امام جانی مقام کی شہادت کے بعد یزید منورہ اور مکہ مکرمہ میں یزید کے خلاف بغاوت عام ہو گئی تو بعثت الی عبداللہ بن زید یامرہ بالمسير الی المعینۃ ومحاصرۃ ابن الزبیر بمکہ لفقار واللہ لا جمعتہما للفاقر لقتل ابن رسول اللہ وغو الکعبۃ ثم اوصل الیہ یعتذر (کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۱۱)

یزید نے عبداللہ ابن زیاد کو یزید منورہ پر چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں عبداللہ ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اس فاسق (یزید) کیلئے ذلن رسول اللہ کا قتل (جو پہلے کرچکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لئے ترجیح نہیں کروں گا۔ تو اس نے منظور کر دی۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں لما قتل ابن زیاد الحسنین ومن معہ بعث ہو موسم الی یزید فسر بقتلہ او لا وحسبہ بل لاک منولہ ابن زیاد عنہ ثم بعث الی اقلہا حتی لدہ۔ (الہدایہ والتبایع ج ۸ ص ۲۳۲)

جب ابن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور ان کے متعلق سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اولاً خوش ہوا اور اگلے ہی دن سے ابن زیاد کی قدر و منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہو گئی۔ عمروہ اس خوشی پر زیادہ دیر قائم نہ رہا حتی کہ پھر نامور ہوا۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔ جب حضرت حسین اپنے تمام ساتھیوں کو شہید ہو چکے تو ابن زیاد نے ان تمام شہداء کے سروں کو یزید کے پاس

دار السلطنت میں بھیج دیا۔ یزید پہلے تو ان سروں سے بے حد دلچسپی کرتا بہت خوش ہوا۔ مگر جب علمائے مسلمین اس کے قتل پر اس سے ناراض ہوئے اور ملامت کی تو اس کو بھی غصہ ہوا اور اس نے اپنے قتل پر عتاب ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵۰)

ابن دوجان سے پاگل صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یزید اولاً تو امام کے قتل سے خوش ہوا مگر جب بعد میں اپنی ذلت اور روانگی کا اندیشہ ہوا تو ٹام ہو گیا۔ پھر یہ بدعت امام کے قتل پر تھی بلکہ اپنی دوائی پر تھی۔ علامہ ابن کثیر نے اس کے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں۔ فابھضنی بقتلہ الی المسلمین وادع لی فی اللوبیم العداۃ فابھضنی البور والفاجر بما اعتصمہ الناس من قطعی حسبنا عالمی ولا ین مرجعہ۔

(الہدایہ والتبایع ج ۸ ص ۲۳۲)

اس نے حسین کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی آنکھ میں دھنسنے دیا۔ اودانگے دلوں میں میرے خلاف نفرت و اشتعال کا بیج بو دیا۔ اب تجھے ہر ایک بد اپنے تن میں منبوس سمجھے گا کیونکہ عام لوگوں کی نظروں میں میرا حسین کو قتل کرنا بہت بڑی شہادت ہے۔ مدحیہ میرے اور ابن مرہانہ (ابن زیاد) کے حوالے پر۔

انصاف کیجئے۔ یزید کے اس صاف و صریح اعتراف کے بعد بھی اس کی بہت د ستاویں میں کسی قسم کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اس کے پلاؤدہ یہ کہنا کہ یزید قتل سے راضی نہ تھا خود یزید کی شہاد کے خلاف ہے۔ نیز اگر یہ مان لیا جائے کہ یزید کو قتل حسین پر غم تھا تو اس نے اپنے مقرر کردہ کماڈر ابن زیاد کو معزول کیوں نہیں کیا؟ تو ماننا پڑے گا کہ یہ غم اور ابن زیاد پر لعنت صرف معلومت و اذیت کا اندیشہ ملامت کی وجہ سے تھی۔ مگر قتل حسین پر رضا ہو جانے کا قتل تھی۔

سوال نمبر ۹: کیا یزید جنگ شیطانیہ کے اولیے میں شریک نہیں تھا اور جب وہ اس میں شریک نہیں تھا تو پھر جتنی ہونے کا سوال ہی کیا ہے؟ لیکن کچھ نام نہاد محققین ایسے بھی آ کھڑے جاسیں گے جو یزید کو اس غزوے میں شامل کرنے کیلئے بڑی چوٹی کا

دور کر رہے ہیں ان ہی میں سے ایک بدیہا خان کھنڈر احمد اور گنگ آبادی ہے جو اپنے بیٹرا کو غزوہ قسطنطنیہ میں شریک کر دے اسے بخشی بنانے کی عاکام کوشش شاکا ہوا ہے چنانچہ اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یزید کیلئے مغفرت کی بشارت دی ہے جس کا ذکر حدیث میں یوں آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کی پہلی فوج جو یمن کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی ان کیلئے مغفرت ہے۔ شارح بخاری علامہ قسطلانی نے بدیہ قسری تشریح کی ہے کہ اس سے مراد وہی شہر انیت کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے۔ پھر اس حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ بدیہ (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے اول جہاد یزید بن معاویہ نے کیا تھا اور اگلے ساتھ ایک کثیر جماعت سادات کی شریک تھی۔

(صحیح بخاری ج ۲ حاشیہ ۴۱)

(آؤ عرم کی حقیقت تلاش کریں۔ ص ۵۵)

محترم قارئین! مذکورہ بالا عبارت جس میں بخاری شریک کا حوالہ دیا گیا ہے یہ ایک بڑا غریب اور متحرک دہی ہے کہ جس کی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اسکی اصل عبارت کو پیش میں کیا گیا بلکہ انصوری اور اپنے مطلب کی عبارت کو پیش کر کے عوام الناس کو اندھیرے میں رکھ کر ان کے ایمان اور عقیدے کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ آئیے ہم بخاری شریف کی اصل عبارت پیش کر رہے ہیں۔

لاحظہ فرمائیے۔ بخاری شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔ اذلی حبش من اعنی

یافزون مدینة البصر مغفورا لهم۔ (بخاری ج ۲ ص ۴۱۰)

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کیلئے مغفرت ہے۔ اس کا جواب علامہ الطحاوی عیسیٰ ولد بن صاحب امر و ہوی علیہ الرحمہ نے اپنی ہی محققانہ اور فیصلہ کن دیا ہے۔ ہم انکی روشنی میں اس بحث کا جواب ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

اس حدیث پاک میں بنیاد طور پر دو باتیں غور طلب ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ

حدیث میں قسطنطنیہ کا نام نہیں ہے۔ بدیہ قیصر ہے یعنی قیصر کا شہر۔ بدیہ قیصر کا ترجمہ با مطلب کسی بھی وقت میں قسطنطنیہ نہیں۔ پھر محدثی نے اسے قسطنطنیہ کیسے مراد لیا یہ لاشعور معر ہے۔ قیصر کی سلسلت میں کوئی بھی شہر بدیہ قیصر ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کب ہوا؟ تو تاریخ دیر کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات بالکل صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ قیصر کے شہر پر حملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجدد مبارک میں ہوا۔ اس کے بعد حضرت سیدنا محمد فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ پھر حضرت خالد بن ولید کے ساتھ اسے حضرت عبدالرحمن کی سرکردگی میں ہوا۔

(البدایہ النہیۃ ج ۷ ص ۱۵۹)

اب آئیے ہم کھنڈر احمد کی اس ناقص عبارت کی طرف آئیے کہ قیصر مہذول کرنا تھا جسے اس نے یزید کی مغفرت کیلئے بطور دیکھ پیش کیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔

قد اجبروا ای فاعلوا فاعلوا وجبت لهم به الجنة قوله قیصر ای ملک الروم قال القسطلانی کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویة وجماعته من سادات الصحابة کابن عمرو ابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب الانصاری توفی ابو ایوب سنة الثین وخمسين من الهجرة المنتهی، کذا لاله فی التبعیر الباری ولی الفتح قال المہلب فی ہذا الحدیث متنبیة لمعاویة لانه اول من غزا بحر و متنبیة لولده لانه اول من غزا مدینة البصر وتعقبه ابن الثین وابن السیر بما حاصلہ انه کا یلزم من دخوله فی ذلک العموم ان لا یخرج بدلیل خاص الا لا یختلف فعل العلم ان قول صلی اللہ علیہ وسلم مغفورا لهم مشروط بان یتکونوا من اهل المغفرة حتی لو ورد احد من غزاهما بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا فعل علی ان المراد مغفورا لمن وجد مشروط بالمغفرة فیه مہم۔ (بخاری ج ۲ حاشیہ ص ۴۱۰) مذکورہ بالا عبارت میں وتعقبہ ابن الثین وابن السیر پر غور فرمایا جائے کہ جب مہلب نے اس سے یزید کی منتیبت مراد لیا تو ان ہی حضرات نے اس کا تعاقب کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مشروط ہے کہ جو

لوگ فرزدہ اول میں شریک ہوئے ہوں وہ مغفرت کے اہل بھی ہوں۔ اب اگر کوئی ان میں مرتد ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس بشارت سے خارج ہو جائے گا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بڑید میں اسکی اہلیت نہیں تھی تو اسکے بارے میں ہم نے پہلے ہی بہت تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ ہماری بات کو مزید قوی کرنے کے لئے ہم تھوڑی شارح بخاری کی عبارت پیش کر رہے ہیں اس سے بھی کافی روشنی مل جائے گی۔

وَمَنْ دَخَلَ بَيْتَ الْمَسْجِدِ عَلَى ثُبُوتِ خِلَافَةِ يَزِيدَ وَالْأَهْلِ مِنَ أَهْلِ الْجَنَّةِ لِدُخُولِهِ فِي عَمُومِ قَوْلِهِ مَغْفُورٌ لَهُمْ وَاجْتِبَاءِ بَابٍ هَذَا جَاءَ عَلَى طَرِيقِ الْحَمِيَّةِ لِبَنِي أُمِيَّةٍ وَلَا يُلْزَمُ مِنْ دُخُولِهِ فِي ذَلِكَ الْعَمُومِ أَنْ لَا يَخْرُجَ بِدَلِيلٍ عَاصِرِ إِذْ لَا خِلَافَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَغْفُورٌ لَهُمْ مَشْهُوطةً بِكُونِهِ مِنْ أَهْلِ الْمَغْفَرَةِ حَتَّى لَوْ رَأَتْ وَاحِدَةً مِنْ غَاوِيَةِ بَيْتِ الْمَسْجِدِ لَمْ يَدْخُلْ فِي ذَلِكَ الْعَمُومِ اتِّفَاقًا قَالَهُ ابْنُ الْمُنِيرِ

(ارشاد الساری شرح بخاری ج ۵ ص ۱۰۱)

اسی حدیث سے مہاسب نے بڑید کی خلافت اور اسکے جتنی ہو، نے کا استدلال کیا ہے کہ وہ اس جملہ مغفورہم کے عموم میں داخل ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے بات محض نئے امیر کی حمایت میں کی گئی ہے۔ اور بڑید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی میں اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مغفورہم اس شرط کیساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس فرزدہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات ابن نمیر نے کیا ہے۔ فریب قریب ایسا ہی نسخہ انکار کا عسائی وغیرہ میں بھی لکھا ہوا ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ ثابت ہو گیا کہ بڑید ہرگز اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ اور مہاسب جیسے لوگ جنہوں نے بڑید کی اہلیت یا خلافت وغیرہ کا اس سے استدلال کیا ہے وہ ان ابن نمیر اور قسطلانی کی کتابوں میں مشتبہ اور تخریفات ہیں کہ جس کو انہوں نے نئے امیر کی حمایت کے لیے چاہر محمول کیا ہے۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ ذیل کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیے۔ قلت الاطهر ان هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلامان يكون هؤلاء السادات في خدمته. (عمدة القاری ج ۶ ص ۶۳۹)

حضرت علامہ بدر الدین عینی نے "عمدة القاری" میں صاف فرمایا ہے کہ "میں کہتا ہوں کبھی ہوئی بات یہ ہے کہ انکا رہنما یہ سفیان بن عوف کیساتھ تھے بڑید کیساتھ نہ تھے کیونکہ بڑید اسکا اہل نہیں تھا کہ بڑید سے پہلے صحابہ کا ہر اس کی خدمت میں (ماخت کی حیثیت سے) رہا۔"

مذکورہ بالا عبارت سے یہ ثابت ہو گیا کہ سادات صحابہ سفیان بن عوف کے فرزدہ میں شریک ہوئے تھے نہ کہ بڑید کی سرکردگی میں ان تمام شواہد کے ہونے کے بعد بھی اگر پھر اس بڑید کی صلائی اور اس کو جتنی حمایت کرنے کی کوشش میں لگا رہے تو اسکی شدہ اور بہت دھرمی ہوگی جس کا کوئی علاج نہیں۔

اب آئیے ہم آپ کو تاریخی کتابوں کو سیر کر دیتے ہیں کہ مستند و مستقر محققین بھی اس بارے میں فرماتے ہیں کہ بڑید اول لشکر میں ہرگز ہرگز شریک نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں وفي هذه السنة وقيل سنة خمسین سیر معاوية جيشا كتبها الي بلاد الروم للغزاة وجعل عليهم سفیان بن عوف وامر ابنه يزيد بالفرقة معهم فتقاتل واعتل فامسك عنده ابووه. فاصاب الناس في غزاهم جوع ومرض شديد فانشاء يزيد ليقول شعر

ما ان ابالي بما لاؤقت جموعهم

بالفرقة قوله من حمي ومن موم

اذا ارتكبت على الانماط مرتفلا

بدير مران عندی ام كلثوم

ام كلثوم امراته وهي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاوية شعره فامسك عليه فليحقن بسفيان في ارض الروم ليشبهه ما اصحاب الناس

(۱۱۸۱ھ میں ۳۹ سال ۵۰۰ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکر

جہاد بلاد روم کی طرف بھیجا۔ اور اس پر حضرت سفیان بن عوف کو امیر بنایا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھے دبا اور چلے پہاڑ شروع کئے۔ تو امیر معاویہ اسے پہنچنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے (خوش ہو کر) یہ اشعار پڑھے

مجھے پراگشیں کہ ان لشکروں پر بخار اور نگیں تکلیف کی باتیں مقام فرقد و میں آ پڑیں۔ جبکہ میں دیر سرائے میں اور مجی مند پر تکیہ لگائے ہوئے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔ ام کلثوم بنت عبداللہ انعام عامر یزید کی بیوی تھیں۔ یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا تاکہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو وہاں لشکر والوں کو پہنچی ہیں۔

مندرجہ بالا دواجبت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں کہ بلاد روم کی طرف جہاد کرنا بلا لیا لشکر جس کی قیادت حضرت سفیان بن عوف کو سونپی گئی تھی اس میں یزید جہز ہرگز شریک نہیں ہوا تھا۔ اور بشارت پہلا لشکر والوں کے لئے ہے۔ جب یزید اس میں شامل ہوا تو پھر بشارت اور جنتی ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ نیز جب معاویہ اسلام کو تکلیف کا سامنا کرتا پڑا تو وہ اپنی جیش پرستی میں مبتلا تھا۔ اسکو ذرا بھی احساس نہ ہوا۔ اور اگر مان بھی لیا جائے تو یزید سزا کے طور پر بھیجا گیا۔ اور مجبوراً ہاول ناخواستہ قہر و دیش پر جان و رویش کے طور پر قدم اٹھانا پڑا۔ فریاد یزید اس میں شامل نہیں تھا۔ امام ابوحنیفہ ان خلدون نے بھی اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ بلاد روم میں پہلا لشکر حضرت سفیان بن عوف کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ یزید نے انکار کیا تھا۔ عربی منی ہے۔ بعث معاویہ سنة خمسین حبشا کنیفا الی بلاد الروم مع

سفیان بن عوف و نعب یزید ابنہ معتم فشاغل فترکہ (نہن خلدون عربی ج ۳ ص ۱۱۰)

محمد امین التادوی ارضوی

خطیب و امام بیضاوی مسجد سونہ دار کوئی پچہ سورت

۱۳۲۱ھ ۲۹۱ھ جولائی ۱۹۰۱ء ستمبر

من المحدثين
 شاه شمس الدین پادشاه شمس الدین
 دین شمس الدین پادشاه شمس الدین
 برادران دولت و شمس الدین
 شاه شمس الدین پادشاه شمس الدین
 شاه شمس الدین پادشاه شمس الدین

در کتب معتبره
 لا اله الا الله